باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ
ربیع الآخر



مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام
اضافہ واصلاح شدہ چوتھا ایڈیشن

ماہِ ربیعُ الآخر

اسلامی سال کے چوتھے مہینے ''ربیعُ الآخر''، جس کو ''ربیعُ الثّانی'' بھی کہا جاتا ہے
کے متعلق شرعی احکام
اس مہینہ کے حوالہ سے معاشرے میں رائج منکرات ومفاسد اور غلط فہمیوں پر
مدلّل ومفصّل کلام
اور ماہِ ربیعُ الآخر کے تاریخی واقعات وحالات

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: ماہِ ربیعُ الآخر

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: ربیعُ الآخر ۱۴۲۳ھ بمطابق جون 2002ء طباعتِ چہارم:

صفحات: ۱۸۸

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔فون: 051-5507270

ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔فون: 042-37353255

کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔فون: 051-5771798

دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔فون: 021-32631861

مکتبہ سید احمد شہید: 10- الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 042-37228196

مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔فون: 0992-340112

ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔فون: 061-4514929

ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔فون: 021-35032020

مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔فون 048-3226559

مکتبہ سرحد: خیبر بازار، پشاور۔فون: 091-2212535

ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔فون: 051-2254111

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔فون: 061-4540513

مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔فون: 041-8715856

کتب خانہ شمسیہ، نزد ایری گیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔فون: 0333-7827929

مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔فون: 021-35123130

تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔فون: 051-5774634

مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔فون: 021-34856701

مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔فون: 055-4212716

مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔فون: 041-2601919

اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔فون: 048-3712628

اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔فون: 051-4830451

مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔فون: 042-37232536

الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون: 051-5553248

قرآن محل، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون: 0321 0312-5123698

فہرست

تمہید

(از مؤلف)

بندہ محمد رضوان نے اس سے قبل اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلہ میں ہر مہینہ کے فضائل واحکام پر الگ الگ رسائل تحریر کئے تھے، جن کے متعدد ایڈیشن بحمداللہ تعالیٰ شائع ہوچکے ہیں، ان رسائل کے حالیہ آخری ایڈیشنوں میں بندہ نے اصل مراجع ومآخذ اور مخارج کی طرف مراجعت وتخریج کا کام کیا ہے، اور تخریج ومراجعت کے بعد متعدد رسائل کتب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں، جو پہلے ایڈیشنوں کے مقابلہ میں مفصل ومدلل ہیں، اور عوام کے علاوہ اہلِ علم حضرات کے لئے بھی متعلقہ عبارات وحوالہ جات کے شامل ہونے کی وجہ سے زیادہ افادیت کا باعث ہیں۔

''ماہِ ربیعُ الآخر'' سے متعلق یہ کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جو اصل کتب سے مراجعت وتخریج کے بعد شائع ہوئی، اور اس مرتبہ ایک دو مقامات پر کچھ مزید اصلاحات کی گئیں۔

اب اس سے قبل کے ایڈیشنوں اور موجودہ ایڈیشن میں کہیں فرق نظر آئے، تو موجودہ ایڈیشن کی عبارات وحوالہ جات کو راجح سمجھنا چاہئے، اور اس کے مقابلہ میں سابقہ کو مرجوح۔

لیکن بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ بندہ کی اجازت کے بغیر بعض کتب ورسائل کے سابقہ اور قدیم ایڈیشنوں کی بعض علاقوں میں اشاعت ہورہی ہے، جو شرعاً واخلاقاً غیر مناسب طریقہ ہے، جس کی پوری ذمہ داری اس قسم کے اشاعت کنندگان پر عائد ہوتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اور بندہ کی اس کاوِش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشیں، اور بندہ کے معاونین کو جزائے خیر سے نوازیں۔ آمین۔ فقط۔ محمد رضوان

مورخہ: ۲۶/ ربیع الاول/ ۱۴۳۵ھ 28/ جنوری/ 2014ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ ربیعُ الاٰ خر

ماہِ ''ربیعُ الاٰ خر'' اسلامی سال کا چوتھا مہینہ

ماہِ ربیعُ الاٰ خر اسلامی اعتبار سے سال کا چوتھا مہینہ ہے، کیونکہ ماہِ محرم سے اسلامی وقمری سال شروع ہوتا ہے اور بالترتیب صفر اور ربیع الاول کے مہینے ختم ہونے پر ربیعُ الاخر کا مہینہ شروع ہوجاتا ہے۔

ربیعُ الاخر یا ربیعُ الثَّانی کے معنٰی

''رَبِیعُ الْآخِر'' میں خا کے اوپر زبر ہے، اور بعض لوگ اس مہینے کو ''رَبِیُعُ الثَّانِیُ '' بھی کہتے ہیں۔

''ربیع'' کے معنٰی لغت (Dictionary) میں موسمِ بہار کے ہیں۔

''آخر'' کے معنٰی بعد کے ہیں، اور ''ثانی'' کے معنٰی ہیں ''دوسرا'' یعنی پہلے کے بعد۔

اور کیونکہ اس سے پہلے مہینے کا نام ''ربیعُ الاول'' ہے، اس لیے اس کے بعد والے مہینے کا نام ''ربیعُ الاخر'' یا ''ربیعُ الثانی'' تجویز کیا گیا ہے۔

اس کی مزید تحقیق اور وجہ ہم نے اپنے دوسری کتاب ''ماہِ ربیعُ الاول کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے۔ [1]

---

[1] اور بعض اہلِ لغات کے مطابق اہلِ عرب ''ربیع الاول'' اور ''ربیع الآ خر'' اور ''رمضان'' کو شہر کے لفظ کے ساتھ اور باقی مہینوں کو بغیر شہر کے ''مجرد'' استعمال کرتے ہیں۔

چنانچہ ''ربیع الاول'' یا ''ربیع الآ خر'' یا ''رمضان'' کے بجائے ''شہرِ ربیع الاول'' اور ''شہرِ ربیع الآ خر'' اور ''شہرِ رمضان'' اور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ماہِ ربیعُ الاٰ خر کے فضائل واحکام

اس مہینے کی قرآن وحدیث میں متعین طور پر کوئی فضیلت منقول نہیں، اور نہ ہی کوئی خاص حکم اس مہینے سے متعلق شریعت کی طرف سے وارِد ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

باقی مہینوں کو''شہر'' کے بغیر صرف اُن کے ناموں کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

اورعربی میں ثانی کے بعد ثالث اور رابع وغیرہ آتا ہے، اور آخر کے بعد اس طرح کا سلسلہ نہیں ہوتا، اور ربیع ثالث وغیرہ کے نام سے کسی مہینہ کا نام نہیں، نیز بعض اہلِ لغات نے''ربیع الشھور''اور''ربیع الازمنہ'' کی دو دو اقسام بیان فرمائی ہیں، اور ''ربیع الشھور'' کو''ربیع الاول''اور''ربیع الآخر''اور''ربیع الازمنہ'' کو''ربیع الاول''اور''ربیع الثانی''سے موسوم کیا ہے۔

اس لئے ربیع الثانی کے بجائے ربیعُ الاٰخر کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔

اورعربی میں ان دونوں مہینوں کو''ربیع الاول''اور''ربیع اول''اور''ربیع الآخر''اور ربیع آخر''یعنی صفت واضافت دونوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔

والـرَّبِيـعُ جزء من أَجزاء السنة فمن العرب من يجعله الفصل الذى يدرک فيه الثمار وهو الخريق ثم فـصـلَ الشتـاء بعده ثم فصل الصيف وهو الوقت الذى يَدْعُوه العامة الرّبيعَ ثم فصل القَيْظ بعده وهو الـذى يـدعـوه الـعامةُ الصيف ومنهم من يسمى الفصل الذى تدرک فيه الثمار وهو الخريف الربيعَ الأَول ويسـمـى الفصل الذى يتلو الشتاء وتأْتى فبه الكَمْأَةُ والنَّوْرُ الربيعَ الثانى وكلهم مُجْمِعون على أَنّ الـخـريف هـو الـربيع قال أَبو حنيفة يسمى قِسما الشتاء ربيعين الأَوَّل منهما ربيع الماء والأَمطار والثـانـى ربيـع الـنبـات لأَن فيه ينتهى النبات مُنْتهاه قال والشتاء كله ربيع عند العرب من أَجل النَّدى قـال والـمـطـر عندهم ربيع متى جاء والجمع أَرْبِعةٌ ورِباعٌ وشَهْرا رَبِيعٍ سميا بذلک لأَنهما حُدّا فى هـذا الـزمن فلَزِمَهما فى غيره وهما شهرانِ بعد صفَر ولا يقال فيهما إِلاَّ شهرُ ربيع الأَوّل وشهرُ ربيع الآخـر والـربيـعُ عند العرب رَبيعانِ رَبيعُ الشهور وربيعِ الأَزمنة فربيع الشهور شهران بعد صفر وأَما ربيـع الأَزمـنة فربيعان الربيعُ الأَولَ وهو الفصل الذى تأْتى فيه الكمأَةُ والنَّوْر وهو ربيع الكَلإِ والثانى وهـو الـفـصـل الذى تدرک فيه الثمار ومنهم من يسميه الرّبيع الأَوّل وكان أَبو الغوث يقول العرب تجعل السنة ستةَ أَزمنة شهران منها الربيع الأَوّل وشهران صَيْف وشهران قَيظ وشهران الربيع الثانى وشهـران خـريف وشهـران شتـاء وأَنشـد لسعد بن مالک بن ضُبَيْعةَ إِنَّ بَنِىَّ صِبْيةٌ صَيْفِيُّونْ أَفْلَحَ مَن كـانتْ له رِبْعِيُّونْ فجعل الصيف بعد الربيع الأَول وحكى الأَزهرى عن أَبى يحيى بن كناسة فى صفة أَزمـنة السنة وفُصولها وكان علاَّمة بها أَن السنة أَربعةُ أَزمنة الربيع الأَول وهو عند العامّة الخريف ثم الشتـاء ثـم الـصيف وهـو الـربيع الآخر ثم القيظ وهذا كله قول العرب فى البادية قال والربيع الأَوّل الذى هو الخريف عند الفُرْس يدخل لثلاثة أَيام من أَيْلُول قال ويدخل الشتاء لثلاثة أَيام من كانُون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورشریعت کے دوسرے عام احکام مثلاً نماز کا قیام اور گناہوں سے بچنا وغیرہ اس مہینے کے ساتھ بھی وابستہ ہیں۔

اس لئے اس مہینہ کو عام مہینوں کی طرح سمجھتے ہوئے گزارنا چاہئے، اور اس مہینے کے دنوں میں دوسرے دِنوں کی طرح کے شریعت کے بیان کردہ عام احکام کو اختیار کرنا چاہئے، اور گناہوں سے بچنا چاہئے، اور کسی خاص عمل کو اس مہینے کے ساتھ مخصوص نہیں کرنا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأَوّل ويدخل الصيف الذى هو الربيع عند الفرس لخمسة أَيام تخلو من أَذار ويدخل القيظ الذى هو صيف عند الفرس لأَربعة أَيام تخلو من حَزِيران قال أَبو يحيى وربيع أَهل العِراق موافق لربيع الفرس وهو الذى يكون بعد الشتاء وهو زمان الوَرْد وهو أَعدل الأَزمنة وفيه تُقْطع العروق ويُشرب الدّواء قال وأَهل العراق يُمطَرون فى الشتاء كله ويُخْصِبون فى الربيع الذى يتلو الشتاء فأَما أَهل اليمن فإِنهم يُمْطَرون فى القيظ ويُخْصِبون فى الخريف الذى تسميه العرب الربيع الأَول قال الأَزهرى وسمعت العرب يقولون لأَوّل مطر يقع بالأَرض أَيام الخريف ربيع ويقولون إِذا وقع ربيع بالأَرض بَعَثْنا الرُّوّاد وانْتَجَعْنا مساقِط الغَيْثِ وسمعتهم يقولون للنخيل إِذا خُرِفت وصُرِمَت قد تَربَّعَت النَّخِيلُ قال وإِنما سمى فصل الخريف خريفاً لأَن الثمار تُخْتَرَف فيه وسمته العرب ربيعاً لوقوع أَوّل المطر فيه قال الأَزهرى العرب تَذْكُر الشهور كلها مجردة إِلا شَهْرَىْ رَبِيع وشهر رمضان(لسان العرب ،لابن منظور ، ج ۸،ص ۹۹،مادة ربع)

وَالرَّبِيعُ عِنْدَ الْعَرَبِ رَبِيعَانِ رَبِيعُ شُهُورٍ وَرَبِيعُ زَمَانٍ فَرَبِيعُ الشُّهُورِ اثْنَان قَالُوا لَا يُقَالُ فِيهِمَا إلَّا شَهْرُ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ وَشَهْرُ رَبِيعٍ الْآخَرِ بِزِيَادَةِ شَهْرٍ وَتَنْوِينِ رَبِيعٍ وَجَعْلِ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ وَصَفًا تَابِعًا فِي الْإِعْرَابِ وَيَجُوزُ فِيهِ الْإِضَافَةُ وَهُوَ مِنْ بَابِ إضَافَةِ الشَّيْءِ إلَى نَفْسِهِ عِنْدَ بَعْضِهِمْ لِاخْتِلَافِ اللَّفْظَيْنِ نَحْوُ حَبَّ الْحَصِيدِ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ وَحَقُّ الْيَقِينِ وَمَسْجِدِ الْجَامِعِ قَالَ بَعْضُهُمْ إنَّمَا الْتَزَمَتْ الْعَرَبُ لَفْظَ شَهْرٍ قَبْلَ رَبِيعٍ لِأَنَّ لَفْظَ رَبِيعٍ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الشَّهْرِ وَالْفَصْلِ فَالْتَزَمُوا لَفْظَ شَهْرٍ فِي الشَّهْرِ وَحَذَفُوهُ فِي الْفَصْلِ لِلْفَصْلِ وَقَالَ الْأَزْهَرِيُّ أَيْضًا وَالْعَرَبُ تَذْكُرُ الشُّهُورَ كُلَّهَا مُجَرَّدَةً مِنْ لَفْظِ شَهْرٍ إلَّا شَهْرَيْ رَبِيعٍ وَرَمَضَانَ وَيُثَنَّى الشَّهْرُ وَيَجْمَعُ فَيُقَالُ شَهْرَا رَبِيعٍ وَأَشْهُرُ رَبِيعٍ وَشُهُورُ رَبِيعٍ وَأَمَّا رَبِيعُ الزَّمَانِ فَاثْنَانِ أَيْضًا الْأَوَّلُ الَّذِي تَأْتِي فِيهِ الْكَمْأَةُ وَالنَّوْرُ وَالثَّانِي الَّذِي تُدْرَكُ فِيهِ الثِّمَارُ(المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، باب الراء مع الباء، ماده ربع)

الآخِر: (بكسر الخاء)بعدالاول وهوصفة تقول جاء آخِراً أى اخيرا،الآخَر(بفتح الخاء)احد الشيئين وأُخرٰى تانيث آخَر(الصحاح تاج العربية جلد۲ صفحه۲۰۸ ملخصاً)

گیارہویں کی رسم کا شرعی حکم

اس مہینہ کے اندر بہت سے لوگوں میں آج کل بڑی گیارہویں کے نام سے ایک عمل رائج ہے اوراس مہینے میں بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کوانجام دیا جاتا ہے اور بعض علاقوں میں اب ہر مہینے ہی گیارہویں کے نام سے رسم کی جاتی ہے، فرق اتنا ہے کہ ربیعُ الاٰ خر کے مہینے میں کی جانے والی اس رسم کو بڑی گیارہویں کا نام دیا جاتا ہے۔

ماہِ ربیعُ الاٰ خر میں بڑی گیارہویں کے نام سے جو رسم جاری ہے، اس کی نسبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے، کیونکہ مشہور ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ربیعُ الاٰ خر کے مہینے میں وفات ہوئی تھی۔

لیکن کیونکہ اس رسم کا قرآن وحدیث اور شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتااور مروَّجہ گیارہویں کی رسم میں موجودہ دور میں بے شمار مفاسداور منکرات شامل ہوگئے ہیں، جو نہ صرف نقل کے خلاف ہیں بلکہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

اس لئے گیارہویں کی مروَّجہ رسم میں جو خرابیاں اور مفاسد پائے جاتے ہیں، اُن پر یہاں دلائل وتفصیل کے ساتھ فرداً فرداً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱)......گیارہویں کا تاریخی تجزیہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، بڑے اولیائے کرام کی فہرست میں داخل ہیں، اور فقہی اعتبار سے حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کی ولادت مؤرخین کے مطابق چار سو اکہتر ہجری (۴۷۱ھ) میں ہوئی، اوران کا وصال پانچ سو اکسٹھ ہجری (۵۶۱ھ) میں ہوا۔

اورآج کل ہمارے معاشرے میں ربیعُ الآ خر کے مہینے میں گیارہویں کی یہ رسم انجام دینے کی

وجہ یہ مشہور ہے، کہ اس تاریخ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے۔

بعض محقق حضرات نے ان کی صحیح تاریخِ وفات دس ربیع الآخر کو قرار دی ہے۔ [1]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق تفصیلی احوال بیان فرمائے ہیں، جس کی ضروری تلخیص ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

اَلشَّیُخُ، اَلُاِمَامُ، اَلُعَالِمُ، اَلزَّاهِدُ، اَلُعَارِفُ، اَلُقُدُوَۃُ، شَیُخُ الُاِسُلَامِ، عَلَمُ الُاَوُلِیَاءِ، مُحُیِیُّ الدِّیُنِ، أَبُوُ مُحَمَّدٍ عَبُدُ الُقَادِرِ ابُنُ أَبِیُ صَالِحٍ عَبُدِ اللّٰهِ بُنِ جَنُکِیُّ دَوُسَتُ الُجِیُلِیُّ ، الُحَنُبَلِیُّ، شَیُخُ بَغُدَادَ .مَوُلِدُهٗ: بِجَیُلَانَ ، فِیُ سَنَةِ إِحُدٰی وَسَبُعِیُنَ وَأَرُبَعِ مِائَةٍ.وَقَدِمَ بَغُدَادَ شَابّاً، فَتفقَّهَ عَلٰی أَبِیُ سَعُدٍ الُمُخَرِّمِیّ ......قَالَ السَّمُعَانِیُّ :کَانَ عَبُدُ الُقَادِرِ مِنُ أَهُلِ جَیُلَانَ إِمَامُ الُحَنَابِلَةِ، وَشَیُخُهُمُ فِیُ عَصُرِهٖ، فَقِیُهٌ صَالِحٌ دَیِّنٌ خَیِّرٌ، کَثِیُرُ الذِّکُرِ، دَائِمُ الُفِکُرِ، سَرِیُعُ الدَّمُعَةِ ......قُلُتُ :لَیُسَ فِیُ کِبَارِ الُمَشَایِخِ مَنُ لَهٗ أَحُوَالٌ وَّکَرَامَاتٌ أَکُثَرُ مِنَ الشَّیُخِ عَبُدِ الُقَادِرِ، لٰکِنَّ کَثِیُراً مِّنُهَا لَا یَصِحُّ، وَفِیُ بَعُضِ ذٰلِکَ أَشُیَاءُ مُسُتَحِیُلَةٌ .قَالَ الُجُبَّائِیُّ :کَانَ الشَّیُخُ عَبُدُ الُقَادِرِ یَقُوُلُ :اَلُخَلُقُ حِجَابُکَ عَنُ نَفُسِکَ، وَنَفُسُکَ حِجَابُکَ عَنُ رَّبِّکَ .عَاشَ الشَّیُخُ عَبُدُ الُقَادِرِ تِسُعِیُنَ سَنَةً، وَانُتَقَلَ إِلَی اللّٰهِ فِیُ عَاشِرِ رَبِیُعِ الُآخِرِ، سَنَةَ إِحُدٰی وَسِتِّیُنَ وَخَمُسِ مِائَةٍ، وَشیَّعَهٗ خَلُقٌ لَا یُحُصَوُنَ، وَدُفِنَ بِمَدُرَسَتِهٖ،

---

[1] فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

''تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر'' میں آٹھ اقوال بیان کئے ہیں۔نویں، دسویں، سترھویں، آٹھویں، تیرھویں، ساتویں، گیارھویں ربیع الاول! اس کے بعد لکھا ہے کہ صحیح دسویں ربیع الاول ہے (''فتاویٰ رحیمیہ'' ج۲ص ۲۸۷، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، بحوالہ بستان المناظر ص۱۱۳)

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ......وَفِي الْجُمْلَةِ: اَلشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ كَبِيْرُ الشَّأْنِ، وَعَلَيْهِ مَآخِذُ فِيْ بَعْضِ أَقْوَالِهٖ وَدَعَاوِيْهِ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَبَعْضُ ذٰلِكَ مَكْذُوْبٌ عَلَيْهِ(سیر اعلام النبلاء) [1]

ترجمہ: شیخ، امام، عالم، زاہد، عارف، مقتدا، شیخ الاسلام، اولیاء کی نشانی محیُ الدین ابومحمد عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنکی دوست جیلی حنبلی، جو کہ بغداد کے شیخ ہیں، ان کی ولادت جیلان مقام پر چار سو اکہتر ہجری میں ہوئی، اور یہ بغداد میں جوانی کی حالت میں تشریف لائے، اور ابوسعد مخرمی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی......

سمعانی نے فرمایا کہ عبدالقادر جیلان کے لوگوں میں سے تھے، اور مسلکِ حنابلہ کے امام اور اپنے زمانے میں ان کے شیخ اور فقیہ اور صالح ، دیندار اور متقی اور کثرت سے ذکر کرنے اور فکر کرنے والے اور جلدی آنسو بہانے والے تھے......

میں کہتا ہوں کہ بڑے مشائخ میں کسی کے بھی احوال اور کرامات شیخ عبدالقادر سے زیادہ نہیں ہیں، لیکن ان میں سے اکثر احوال و کرامات صحیح نہیں ہیں (بلکہ منگھڑت ہیں) اور ان میں سے بعض ناممکن چیزیں بھی ہیں (جن کا کسی مخلوق سے سرزد ہونا ممکن نہیں) جبائی نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر یہ فرمایا کرتے تھے کہ مخلوق آپ کے نفس سے آپ کے لئے حجاب (ورکاوٹ) ہے، اور آپ کا نفس آپ کے رب سے آپ کے لئے حجاب (ورکاوٹ) ہے، شیخ عبدالقادر نوے سال حیات رہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف دس ربیع الآخر سن پانچ سو اکسٹھ ہجری میں انتقال فرمایا، اور آپ کے جنازے میں بے شمار مخلوق نے شرکت کی، اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مدرسہ (کی حدود) میں دفن کیئے گئے......

اور خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالقادر بلند مقام رکھنے والے ہیں، اور آپ کے اقوال اور

---

[1] ج ۲۰ ص ۴۳۹ تا ۴۵۱ ملخصاً، مؤسسة الرسالة، بيروت.

دعاوی کو مآخذ کی حیثیت حاصل ہے، اور اللہ کی طرف لوٹتا ہے، اور بعض چیزیں آپ کی طرف جھوٹی منسوب ہیں (ترجمہ ختم)

خلاصہ یہ کہ اولاً تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے، اور دوسرے بعض محققین نے آپ کی صحیح تاریخِ وفات دس ربیع الآخر قرار دی ہے۔

اور تیسرے آپ کی کئی تصنیفات موجود ہونے کے باوجود ان میں گیارہویں کی مروَّجہ رسم کا کوئی ذکر نہیں ملتا، بلکہ گیارہویں کے عنوان سے آج کل معاشرہ میں جو عقائد ونظریات اور چیزیں رائج ہیں، ان کی تردید کا ذکر ہے۔ ۱؎

۱؎ عبد القادر بن موسى بن عبد الله بن جنكى دوست الحسنى، أبو محمد، محيى الدين الجيلانى، أو الكيلانى، أو الجيلى :مؤسس الطريقة القادرية .من كبار الزهاد والمتصوفين .ولد فى جيلان (وراء طبرستان) وانتقل إلى بغداد شابا، سنة ۴۸۸ھ فاتصل بشيوخ العلم والتصوف، وبرع فى أساليب الوعظ، وتفقه، وسمع الحديث، وقرأ الادب، واشتهر .وكان يأكل من عمل يده . وتصدر للتدريس والافتاء فى بغداد سنة ۵۲۸ھ وتوفى بها .له كتب، منها "الغنية لطالب طريق الحق -ط "و "الفتح الربانى -ط "و "فتوح الغيب -ط "و "بالفيوضات الربانية -ط " وللمستشرق مرجليوث الانجليزى رسالة فى ترجمته نشرها ملحقة بالمجلة الاسياوية الانكيزية. ولموسى بن محمد اليونينى كتاب "مناقب الشيخ عبد القادر الجيلانى -خ "ولعلى بن يوسف الشطنوفى "بهجة الاسرار -ط "فى مناقبه، ولمحمد بن يحيى التاذفى "قلائد الجواهر فى مناقب الشيخ عبد القادر -ط "وترجم عبد القادر بن محيى الدين الاربلى عن الفارسية "تفريج الخاطر فى مناقب الشيخ عبد القادر -ط "(الأعلام،للزركلى الدمشقى، ج۴ص۴۷)

عبد القادر بن موسى بن عبد الله ابن يحيى بن محمد الكيلانى الحسنى (محيى الدين) صوفى تنسب إليه الطريقة القادرية .ولد بكيلان فى ربيع الثانى، ودخل بغداد، فسمع الحديث وتفقه، وتوفى بها فى ۸ ربيع الآخر، ودفن بمدرسة بباب الازج.

من مصنفاته :جلاء الخاطرفى الباطن والظاهر، الفتح الربانى والفيض الرحمانى، الغنية الطالبى طريق الحق، سر الأسرار ومظهر الانوار فيما يحتاج إليه الابرار، وآداب السلوك والتوصل إلى منازل الملوك .(خ) فهرس المؤلفين بالظاهرية، مناقب عبد القادر الجيلانى(۱/۵۲. ۲/۵۹ عام ۴۶۵۶) نبذة من مناقب عبد القادر الجيلانى(۱/۱۰۵. ۲/۱۱۰،عام ۱۳۶۷) ظاهرية، مناقب عبد القادر الجيلانى ۷۴تاريخ، ظاهرية،بهجة الاسرار ومعدن الانوار، عام ۳۹۷۲، ظاهرية، ابن رجب: ذيل طبقات الحنابلة۲۱۷، ۲۱۹، أبو الليث الزيلى :كنوز الاولياء ۳۴،۳۵، على القارى :مناقب الشيخ عبد القادر الجيلانى (ط) ابن كثير :البداية ۲۵۲/۱۲، اليافعى :مرآة الجنان ۳۴۷/۳،۳۶۶ ، محمد رشيد الرافعى :الكواكب الدرية فى المناقب القادرية، حسن الكوهن: جامع الكرامات(هامش ص۳۰۷)وفى رواية ۴۷۱هـ(معجم المؤلفين تراجم مصنفى الكتب العربية،تأليف :عمر رضا كحالة، ج۵ص۳۰۷)

اگر گیارہویں کی رسم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی نظر میں کوئی شرعی حکم ہوتا، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر ہوتا، اور اگر تاریخِ وفات کے حوالہ سے اس رسم کی آپ کی وفات کے شروع سے ہی کوئی بنیاد ہوتی، تو آپ کی تاریخِ وفات میں اختلاف نہ ہوتا۔

رہا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کا معاملہ تو وہ شرعی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر کسی بھی وقت میں، مہینہ، تاریخ اور دن کی تعیین کے بغیر جب چاہیں کر سکتے ہیں، جس میں نہ کوئی اختلاف کی گنجائش ہے، اور نہ کسی اشکال کی بات۔

(۲)......گیارہویں اور قرآن وسنت

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اسلام کی پہلی پانچ صدیوں میں گیارہویں کی مروّجہ رسم کا وجود نہیں تھا، کیونکہ یہ رسم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کی نسبت سے انجام دی جاتی ہے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا۔

اور اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ قرآن وسنت میں اس رسم کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہ تھے۔

اور اسی وجہ سے فقہاء واہلِ علم حضرات نے اس رسم کو بدعت قرار دیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّىۡ قَدۡ تَرَكۡتُ فِيۡكُمۡ مَا إِنِ اعۡتَصَمۡتُمۡ بِهٖ فَلَنۡ تَضِلُّوۡا أَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ كُلَّ مُسۡلِمٍ أَخُ مُسۡلِمٍ، الۡمُسۡلِمُوۡنَ إِخۡوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِامۡرِءٍ مِّنۡ مَالِ أَخِيۡهِ إِلَّا مَا أَعۡطَاهُ

عَنْ طِيبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوْا، وَلَا تَرْجِعُوْا مِنْ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (مستدرک حاکم) ؂

ترجمہ: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک کتابُ اللہ اور دوسرے سنتِ نبیُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلا شبہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، اور کسی آدمی کے لئے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں، جب تک کہ وہ اپنی خوشدلی سے نہ دے، اور تم میرے بعد کافروں کے طریقے پر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو (یعنی ایک دوسرے کو قتل کرو) (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ

؂ رقم الحديث ۳۱۸، ج ۱ ص ۱۷۱، كتاب العلم، دارالكتب العلمية، بيروت ،واللفظ لهٗ، دلائل النبوة للبيهقي رقم الحديث ۲۱۸۴، سنن البيهقي رقم الحديث ۲۰۸۳۳.

قال الحاكم: وَقَدِ احْتَجَّ الْبُخَارِيُّ بِأَحَادِيثِ عِكْرِمَةَ وَاحْتَجَّ مُسْلِمٌ بِأَبِي أُوَيْسٍ، وَسَائِرُ رُوَاتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمْ، وَهَذَا الْحَدِيثُ لِخُطْبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَى إِخْرَاجِهِ فِي الصَّحِيحِ " :يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ كِتَابَ اللَّهِ، وَأَنْتُمْ مَسْئُولُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ ؟ "وَذِكْرُ الِاعْتِصَامِ بِالسُّنَّةِ فِي هَذِهِ الْخُطْبَةِ غَرِيبٌ وَيَحْتَاجُ إِلَيْهَا . "وَقَدْ وَجَدْتُ لَهُ شَاهِدًا مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ (حواله بالا)

قلت: ذكر الاعتصام بالسنة في هذه الخطبة لهٗ شاهد من حديث عروة.رواه البيهقي.

عن عروة بن الزبير ، فذكر قصة حجة الوداع ، قال :ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم على الراحلة ، وجمع الناس وقد أراهم مناسكهم ، فقال : يا أيها الناس اسمعوا ما أقول لكم ، فإني لا أدري لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا في هذا الموقف ، ثم ذكر خطبته ، وقال في آخرها : اسمعوا أيها الناس قولي ؛ فإني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به لن تضلوا أبدا أمرين بينين :كتاب الله وسنة نبيكم وكذلك ذكره أيضا موسى بن عقبة بمعناه أخبرنا أبو الحسين بن الفضل ، أنبأنا أبو بكر بن عتاب ، حدثنا القاسم الجوهري ، حدثنا ابن أبي أويس ، حدثنا إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة ، عن عمه موسى بن عقبة ، فذكره إلا أنه قال : لن تضلوا بعده أبدا أمرا بينا :كتاب الله ، وسنة نبيه (دلائل النبوة للبيهقي،رقم الحديث ۲۱۸۲)

لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا : كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ، وَلَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جن (پر عمل کرنے) کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے میری سنت، اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز بھی جدا نہیں ہونگیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن میرے او پر حوضِ کوثر پر دونوں آئیں گی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کو پکڑنا گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہے، اور گمراہی سے بچنے کے لئے سب مسلمانوں کو اسی پر متفق ہونا چاہئے، اور اپنی طرف سے گیارہویں جیسی نئی باتیں پیدا کرکے اختلاف نہیں ڈالنا چاہئے۔

(۳)......گیارہویں اور خلفائے راشدین وصحابہ ٔ کرام

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ ٔ کرام بالخصوص خلفائے راشدین سے گیارہویں کی مروّجہ رسم کا ثبوت ہوتا، تب بھی اس کو تسلیم کیا جا سکتا تھا۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ ساتھ درجہ بدرجہ اپنے صحابہ ٔ کرام کی پیروی کا بھی حکم فرمایا ہے، بالخصوص خلفائے راشدین کے عمل کو سنت سے تعبیر فرمایا ہے، اور اس کے مقابلہ میں دین میں نئی باتیں پیدا کرنے کو بدعت وگمراہی قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا،فَإِنَّهٗ

---

[1] رقم الحديث ۳۱۹، ج ۱ ص ۱۷۲، كتاب العلم، دار الكتب العلمية، بيروت، واللفظ لهٗ،دارقطنی رقم الحديث ۴۶۶۵، سنن البيهقي رقم الحديث ۲۰۸۳۴، مؤطا امام مالک،رقم الحديث ۶۷۸.

مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِىْ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسند احمد) ۱

ترجمہ: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ (تمہارا امیر) حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں، تم اس (میرے اور میرے خلفائے راشدین کی) سنت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِىْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِى النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِىَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِىْ (ترمذی) ۲

---

۱ رقم الحديث ۱۷۱۴۴، مؤسسة الرسالة، بيروت.
فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح، سلف الكلام عليه برقم (۱۷۱۴۲) ورجاله ثقات.

۲ رقم الحديث ۲۶۴۱، كتاب الايمان، باب ما جاء فى افتراق هذه الأمة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر، واللفظ لهٗ، مستدرك حاكم رقم الحديث ۴۰۸، الابانة الكبرىٰ لابن بطة رقم الحديث ۲۷۴.
قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مُفَسَّرٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هَذَا إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.
قلت: ولهٗ شاهد كما سيأتى.

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کے بہتّر (۷۲) فرقے ہوگئے، اور میری امت کے تہتّر (۷۳) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرقہ ہے کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :تَفْتَرِقُ ھٰذِہِ الْأُمَّۃُ ثَلَاثَۃً وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھَا فِی النَّارِ إِلَّا وَاحِدَۃً .قَالُوْا :وَمَا تِلْکَ الْفِرْقَۃُ؟ قَالَ :مَنْ کَانَ عَلٰی مَا أَنَا عَلَیْہِ الْیَوْمَ وَأَصْحَابِیْ(المعجم الاوسط للطبرانی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس امت کے تہتّر (۷۳) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہے کہ جو اس طریقہ پر ہو، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا چاہئے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت حق طریقہ کی معیار اور پہچان ہے۔

---

[۱] رقم الحدیث ۷۸۴۰، ج۸ص ۲۲، دار الحرمین -القاھرۃ، المعجم الصغیر للطبرانی رقم الحدیث ۷۲۴.

قال الھیثمی:

رواہ الطبرانی فی الصغیر وفیہ عبداللہ بن سفیان قال العقیلی لا یتابع علی حدیثہ ھذا وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۹)

قلت:ولہ شاھد من حدیث عبداللہ بن عمرو کما مر.

اور گزشتہ تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہو چکی کہ حضراتِ خلفائے راشدین وصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی اس رسم کا کوئی وجود نہ تھا، کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین وصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت اور طریقہ کا درجہ دیا جائے۔

کیونکہ گیارہویں کی رسم اسلام کی ابتدائی پانچ صدیاں گزرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے وصال کی نسبت سے شروع کی گئی ہے۔

(۴)......گیارہویں اور مفسرین ومحدثینِ کرام

اور اگر کوئی قرآن وسنت کی کسی بات کو گھما پھرا کر گیارہویں کی مروَّجہ رسم کی دلیل پکڑے، تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ محقق ومستند مفسرینِ کرام ومحدثینِ عظام نے بھی اپنی تفسیر وحدیث کی کتابوں میں اس رسم کا کوئی ذکر نہیں کیا، اور نہ کسی آیت یا حدیث سے گیارہویں کی مروجہ رسم کے عبادت وثواب ہونے کی کوئی دلیل پکڑی۔

کسی مستند حدیث کی کتاب میں گیارہویں کی رسم سے متعلق کوئی باب قائم نہیں کیا گیا۔ [۱]

---

[۱] مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ قرآن وسنت میں دور دراز کی تاویلات کر کے گیارہویں کی مروجہ رسم کو عبادت یا جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک صاحب نے گیارہویں کی مروجہ رسم کو ثابت کرنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کی مندرجہ ذیل آیت سے دلیل پکڑی ہے:

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ (سورة يوسف، آيت ۴)

ترجمہ: جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے والد میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں کو، اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں (ترجمہ ختم)

اس واقعہ میں گیارہ ستاروں کا ذکر ہے، جس سے ان صاحب نے یہ قرار دیا کہ گیارہ کے عدد سے گیارہویں کی رسم ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ یہ واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے متعلق ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے احکام حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت سے بہت بعد کے ہیں، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں گیارہویں کی مروجہ رسم کا کوئی نام ونشان نہ تھا، کیونکہ اس کی نسبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۵)......گیارہویں اور فقہائے کرام

پھر فقہائے کرام کی مستند جماعت پر اگر نظر ڈالی جائے، جنہوں نے دین کے احکامات کو تفصیل کے ساتھ مرتب اور منضبط فرمایا ہے، اور دین کے احکامات کو درجہ بدرجہ مدوّن فرمایا ہے، انہوں نے بھی گیارہویں کی اس رسم کو کوئی درجہ نہیں دیا، بلکہ گیارہویں کی مروجہ رسم میں پائے جانے والے نظریات وحرکات کی تردید بیان فرمائی ہے، جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

اس لئے گیارہوں کی مروَّجہ رسم مستند فقہائے کرام سے بھی ثابت نہیں۔

(۶)......گیارہویں اور اہلُ السنۃ والجماعۃ

مگر افسوس ہے کہ ایک ایسا عمل جس کا شرعی دلائل سے کوئی ثبوت نہ ہو، آج اسے بعض لوگوں کی طرف سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کی پہچان شمار کیا جانے لگا ہے، اور اگر کوئی گیارہویں کی رسم نہ کرے یا اِس سے منع کرے تو اسے اہلُ السنۃ والجماعۃ سے خارج شمار کیا جاتا ہے۔

حالانکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ ان حضرات کو کہا جاتا ہے، جو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کے طریقہ کو اختیار فرمائیں۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اَلْمُرَادُ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ، فَلَا شَكَّ وَلَا رَيْبَ أَنَّهُمْ هُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قرآن مجید کی کسی آیت سے اس طرح دلیل پکڑنا سخت خطرناک طرزِ عمل ہے، جو قرآن مجید کی باطل تاویل بلکہ تحریف میں داخل ہے۔

اور اس طرح کی دلیلوں کی حیثیت اس واقعہ سے زیادہ نہیں، جیسا کہ ایک بھوکے سے کسی نے معلوم کیا تھا کہ ''دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟'' اس نے جواب میں کہا تھا کہ ''چار روٹیاں ہوتی ہیں'' پس جس طرح اس بھوکے کو چار کے عدد میں چار روٹیاں معلوم ہوئیں، اسی طرح بعض لوگ گیارہ کا عدد لے کر اس سے گیارہویں کی رسم کو مراد لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس طرزِ عمل سے حفاظت فرمائیں۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح) [1]

ترجمہ: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی) مراد یہ ہے کہ ہدایت یافتہ وہ حضرات ہیں، جو میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت وطریقہ کو لازم پکڑیں، پس اس بات میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے والے) حضرات اہلُ السنۃ والجماعۃ ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَهُمُ الَّذِيْنَ طَرِيْقَتُهُمْ كَطَرِيْقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، دُوْنَ أَهْلِ الْبِدَعِ

(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح) [2]

ترجمہ: اہلُ السنۃ والجماعۃ وہ افراد ہیں کہ جن کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مطابق ہے، اہلِ بدعت مراد نہیں ہیں (ترجمہ ختم)

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ گیارہویں کی مروَّجہ رسم کا آغاز خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت بعد بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی بھی وفات کے بعد میں ہوا۔

اس لئے اس کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف منسوب کرنا بھی درست نہیں۔

پس گیارہویں کی مروجہ رسم کو اہلُ السنۃ والجماعۃ کی طرف منسوب کرنا بلکہ اس سے بڑھ کر اہلُ السنۃ والجماعۃ کی پہچان قرار دینا سینہ زوری ہے۔

---

[1] ج ۱ ص ۲۵۹، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالسنة، دارالفكر، بيروت.

[2] ج ۹ ص ۴۰۴۴، كتاب المناقب والفضائل، باب ثواب هذه الأمة، دارالفكر، بيروت.

(۷)......گیارہویں اور نماز روزہ

گیارہویں کی مروّجہ رسم کے بارے میں اکثر لوگوں کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ اس رسم کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں، مگر اس کے مقابلہ میں دین کے دوسرے ضروری احکام مثلاً نماز، روزہ، زکاۃ، قربانی، حج وغیرہ میں کوتاہی کرتے ہیں، بلکہ خود گیارہویں کی مروَّجہ رسم کی خاطر بدعت وشرک جیسے کئی حرام اور گناہوں کے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ گیارہویں کی مروجہ رسم کو بے جا تاویلات کے ذریعہ سے بھی یہ لوگ زیادہ سے زیادہ جائز یا مستحب قرار دے سکتے ہیں۔

اب آپ ہی بنظرِ انصاف غور فرمایئے کہ ایک ایسی چیز کہ جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہ ہو، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبعِ تابعین، محدثینِ عظام اور فقہائے کرام سے اس کا ثبوت نہ ہو بلکہ اسلام کی ابتدائی چھ صدیاں اس عمل سے خالی ہوں، جب اس عمل کا التزام، اہتمام، اور اس کا درجہ فرائض سے بھی بڑھا دیا جائے، اور اس کے ساتھ فرائض اور واجبات جیسا برتاؤ وسلوک کیا جائے، اور اس کے مقابلہ میں بڑے بڑے اہم فرائض اور واجبات کی کوئی پرواہ نہ کی جائے، تو اس کے ناجائز اور گناہ ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

کیونکہ کسی سنت و مستحب عمل کو بھی فرض یا واجب کا درجہ دینا جائز نہیں، پھر جس کام کا سنت و مستحب ہونا بھی ثابت نہ ہو، اس کو فرض یا واجب کا درجہ دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

يَنۡبَغِيۡ لِلۡمُؤۡمِنِ أَنۡ يَّشۡتَغِلَ أَوَّلًا بِالۡفَرَائِضِ، فَإِذَا فَرَغَ مِنۡهَا اِشۡتَغَلَ بِالسُّنَنِ، ثُمَّ يَشۡتَغِلُ بِالنَّوَافِلِ وَالۡفَضَائِلِ، فَمَا لَمۡ يَفۡرَغۡ مِنَ الۡفَرَائِضِ فَالۡاِشۡتِغَالُ بِالسُّنَنِ حُمُقٌ وَرَعُوۡنَةٌ، فَإِنِ اشۡتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبۡلَ

الْفَرَائِضِ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ وَأُهِينُ، فَمَثَلُهُ مَثَلُ رَجُلٍ يَدْعُوهُ الْمَلِكُ إِلٰى خِدْمَتِهٖ فَلَا يَأْتِىْ إِلَيْهِ وَيَقِفُ فِىْ خِدْمَةِ الْأَمِيرِ الَّذِىْ هُوَ غُلَامُ الْمَلِكِ وَخَادِمِهٖ وَتَحْتَ يَدِهٖ وَوِلَايَتِهٖ......فَمِنَ الْفَرَائِضِ تَرْكُ الْحَرَامِ وَالشِّرْكِ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِىْ خَلْقِهٖ، وَالْاِعْتِرَاضِ عَلَيْهِ فِىْ قَدْرِهٖ وَقَضَائِهٖ وَإِجَابَةِ الْخَلْقِ وَطَاعَتِهِمْ، وَالْإِعْرَاضِ عَنْ أَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَطَاعَتِهٖ، قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِىْ مَعْصِيَةِ خَالِقٍ(فتوح الغيب) [1]

ترجمہ: مومن کے لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ پہلے فرائض میں مشغول ہو، پھر جب فرائض سے فارغ ہوجائے، تو سنتوں میں مشغول ہو، پھراس کے بعد نوافل اورفضائل میں مشغول ہو، پس جب تک فرائض سے فارغ نہیں ہوگا، تو سنتوں کے ساتھ مشغول ہونا حماقت اور کم عقلی ہے، اور اگر فرائض سے پہلے سنتوں اور نفلوں میں مشغول ہوگا، تو اس سے یہ قبول نہیں کی جائیں گی، اوراس کو ذلیل کیا جائے گا، اوراس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس کو بادشاہ اپنی خدمت کی طرف بلائے، اور وہ اس کی خدمت کے لئے نہ آئے، اوراس کے بجائے اس امیر کی خدمت کے لئے ٹھہر جائے، جو بادشاہ کا غلام اوراس کا خادم اوراس کا ماتحت اور زیرِ اثر ہے...... پھر فرائض میں سے حرام کو چھوڑنا بھی ہے (کہ حرام کو چھوڑنا اوراس سے بچنا فرض ہے) اور اللہ عزوجل کے ساتھ اس کی مخلوق میں شرک کو چھوڑنا بھی ہے (کہ شرک کو چھوڑنا اوراس سے بچنا فرض ہے) اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ پر اعتراض کو چھوڑنا بھی ہے، اور مخلوق کی رضامندی اور اس کی اطاعت کو چھوڑنا بھی ہے، اوراللہ عزوجل کے حکم اوراس کی اطاعت سے

[1] ص ۷۰، ۷۱، المقالة الثامنة والأربعون فی ما ینبغی للمؤمن أن یشتغل به.

اعراض کرنے کو چھوڑنا بھی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مخلوق کے لئے اطاعت کرنے میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں (ترجمہ ختم)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ فرائض اور واجبات کو نظر انداز کر کے گیارہویں جیسی رسم کو اختیار کرنا درست نہیں۔

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد تھے، اور فقہ حنبلی میں شرک وبدعات کے خلاف بہت زیادہ سختی والا ردِ عمل پایا جاتا ہے، جیسا کہ آج بھی سعودی عرب کے حنبلی علماء کے حالات سے واضح ہے (جن کی اقتداء میں آج کے بعض غالی اہلِ بدعت نماز پڑھنے کو بھی جائز نہیں سمجھتے)

اب اگر کوئی شخص گیارہویں چھوڑنے کے بارے میں اتنا سخت فتویٰ حضرت شیخ کے حوالے سے دکھلا دے تو ہم اس کے ممنون ہونگے، بصورتِ دیگر گیارہویں اور اس میں مبتلا ہونے والے گناہ اور شرک والی باتوں کو چھوڑ کر توحید اور سنت اور نماز وغیرہ جیسے احکام کا اہتمام لازم ہوگا، ورنہ قیامت کے دن گیارہویں کا کرنا اور اس کے مقابلہ میں دوسرے فرض احکام کا چھوڑنا فائدہ مند نہیں ہوگا۔

(۸)......گیارہویں اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا تعیُّن

بعض لوگوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ گیارہویں دراصل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ثواب پہنچانے کا ایک طریقہ ہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء علیہم السلام کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے افضل نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے، پھر صحابہ ٔ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا درجہ بدرجہ رتبہ ہے، اور امت کے اولیائے کرام اور بزرگانِ دین جو شرفِ صحابیت سے سرفراز نہیں ہیں وہ صحابہ ٔ کرام

سے افضل نہیں ہیں، بلکہ کسی صحابی کے برابر درجہ بھی نہیں رکھتے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ (بخاری) ۱؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابۂ کرام کو برا بھلامت کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کردے، تو (اس کا ثواب) میرے صحابہ میں سے کسی کے ایک مُد (تقریباً چوتھائی صاع) اور نصف مُد کے برابر نہیں پہنچ سکتا (ترجمہ ختم)

ایک مُد تقریباً چوتھائی صاع کے برابر ہوتا ہے، جس کا وزن ایک سیر سے بھی کم بنتا ہے۔ صحابۂ کرام کے اتنی کم چیز کے صدقہ خیرات کرنے کا ثواب دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر صدقہ خیرات سے بھی زیادہ ہونے کی وجہ صحابۂ کرام کا بلند مقام اور مرتبہ اور صحابۂ کرام کی نیتوں میں اخلاص کا زیادہ ہونا ہے۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهٗ (سنن ابنِ ماجة) ۲؎

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کو برا بھلامت کہو، کیونکہ ان میں سے کسی

۱؎ رقم الحديث ۳۶۷۳، كتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذا خليلا، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم رقم الحديث، مسند احمد رقم الحديث ۱۸۲۵۳.

۲؎ رقم الحديث ۱۶۲، كتاب المقدمة، باب فضل اهل البدر.

قال البوصيری: رواه مسدد موقوفا بسند صحيح (اتحاف الخيرة المهرة، ج۷ص۳۳۶، كتاب علامات النبوة، باب ما جاء فيمن صحب النبی ﷺ)

وقال الكنانی: هذا إسناد صحيح رجاله ثقات والطريق الأول رواه مسدد فی مسنده عن يحيى القطان عن سفيان عن نسير فذكره بإسناده ومتنه (مصباح الزجاجة للكنانی، كتاب اتباع السنة، باب فضل الانصار)

کا ایک لمحہ کے لئے قیام کرنا تم میں سے کسی کے پوری عمر عمل کرنے سے زیادہ بہتر ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وَاللّٰـهِ لَمَشْهَدٌ شَهِدَهٗ رَجُلٌ يُغَبَّرُ فِيْهِ وَجْهُهٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّـمَ، أَفْـضَـلُ مِـنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ. وَلَوْ عُمِّرَ عُمَرُ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اللہ کی قسم! کسی آدمی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونا، جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوجائے، یہ تم میں سے ہر کسی کے عمل سے افضل ہے، اگرچہ اس کو نوح علیہ السلام جیسی عمر کیوں نہ عطا کردی جائے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم بن سعید جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَـأَلْـتُ أَبَـا أُسَـامَةَ أَيُّـمَا كَانَ أَفْضَلَ مُعَاوِيَةُ أَوْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ؟ فَقَالَ :لَا نَـعْـدِلُ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا (جامع بیان العلم وفضله لابن عبدالبر) [2]

ترجمہ: میں نے ابواسامہ سے سوال کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (جو کہ صحابی

---

[1] رقم الحديث ۱۶۲۹ ، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ،سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۴۶۵۰.
فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح .يحيى بن سعيد :هو القطان .وأخرجه أبو نعيم فى "الحلية ۱/۹۵،۹۶ "من طريق أحمد بن حنبل، بهذا الإسناد .وأخرجه بنحوه ابن أبى عاصم فى "السنة "(۱۴۳۳)والنسائى فى "الكبرى(۸۱۹۳) "من طريق يحيى بن سعيد، به.وأخرجه ابن أبى شيبة ۱۲/۱۲،۱۳ و۴۲،وأبو داود(۴۶۵۰)وابن ماجه(۱۳۳)وابن أبى عاصم (۱۴۳۴)و(۱۴۳۵)وعبدُ الله بن الإمام أحمد فى "زوائد الفضائل(۹۰) "و(۹۱) والنسائى فى "الكبرى(۸۲۱۹)"والشاشى (۲۱۶)من طريق صدقة بن المثنى، به .وبعضهم يزيد فيه على بعض .وأخرجه ابنُ أبى عاصم (۱۴۳۶)عن يعقوب بنِ يحيى، عن صدقة، عن رياح، عن جدّه، عن سعيد بنِ زيد، به.

[2] رقم الرواية۲۳۱۹ ،باب الحض على لزوم السنة والاقتصار عليها ،دار ابن الجوزى، المملكة العربية السعودية.

ہیں) یا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (جو کہ تابعی ہیں) میں سے کون افضل ہے؟ تو حضرت ابواسامہ نے فرمایا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے برابر کسی کو بھی نہیں سمجھتے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَیْرُکُمْ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا بہترین زمانہ، میرا زمانہ ہے (جس میں، میں اور میرے صحابۂ کرام ہیں) اور پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تابعین کا زمانہ) اور پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تبعِ تابعین کا زمانہ) (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (بخاری) [2]

ترجمہ: لوگوں کا بہترین زمانہ، میرا زمانہ ہے، اور پھر اُن لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تابعین) اور پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے، جو اُن سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تبع تابعین) (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے صحابۂ کرام اور آپ کے بعد تابعین، اور ان کے بعد اتباعِ تابعین کی درجہ بدرجہ فضیلت معلوم ہوئی۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۵۱، کتاب الشهادات، باب: لا یشهد علی شهادة جور إذا أشهد، دار طوق النجاة، بیروت.

[2] رقم الحدیث ۲۶۵۲، کتاب الشهادات، باب: لا یشهد علی شهادة جور إذا أشهد.

[3] (خیر أمتی قرنی) ، أی الذین أدرکونی وآمنوا بی وهم أصحابی، (ثم الذین یلونهم) ، أی یقربونهم فی الرتبة أو یتبعونهم فی الإیمان والإیقان وهم التابعون (ثم الذین یلونهم) ، وهم أتباع التابعین، والمعنى أن الصحابة والتابعین وتبعهم هؤلاء القرون الثلاثة المرتبة فی الفضیلة (مرقاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَأْتِي زَمَانٌ يَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ، فَيُقَالُ: فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ، فَيُقَالُ: فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ، ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ: فِيْكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيُقَالُ: نَعَمْ، فَيُفْتَحُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد وقتال کرے گی، اور کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی نبی صلی اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المفاتیح، ج۹ ص۳۸۷۸، کتاب المناقب والفضائل ، باب مناقب الصحابة رضی الله عنهم اجمعین)

قوله ثم الذين يلونهم أى القرن الذى بعدهم وهم التابعون ثم الذين يلونهم وهم أتباع التابعين واقتضى هذا الحديث أن تكون الصحابة أفضل من التابعين والتابعون أفضل من أتباع التابعين لكن هل هذه الأفضلية بالنسبة إلى المجموع أو الأفراد محل بحث وإلى الثانى نحا الجمهور والأول قول بن عبد البر والذى يظهر أن من قاتل مع النبى صلى الله عليه وسلم أو فى زمانه بأمره أو أنفق شيئا من ماله بسببه لا يعدله فى الفضل أحد بعده كائنا من كان وأما من لم يقع له ذلك فهو محل البحث والأصل فى ذلك قوله تعالى لا يستوى منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين أنفقوا من بعد وقاتلوا الآية واحتج بن عبد البر بحديث مثل أمتى مثل المطر لايدرى أوله خير أم آخره وهو حديث حسن له طرق قد يرتقى بها إلى الصحة وأغرب النووى فعزاه فى فتاويه إلى مسند أبى يعلى من حديث أنس بإسناد ضعيف مع أنه عند الترمذى بإسناد أقوى منه من حديث أنس وصححه بن حبان من حديث عمار وأجاب عنه النووى بما حاصله أن المراد من يشتبه عليه الحال فى ذلك من أهل الزمان الذين يدركون عيسى بن مريم عليه السلام ويرون فى زمانه من الخير والبركة وانتظام كلمة الإسلام ودحض كلمة الكفر فيشتبه الحال على من شاهد ذلك أى الزمانين خير وهذا الاشتباه مندفع بصريح قوله صلى الله عليه وسلم خير القرون قرنى والله اعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج۷ص۶، قوله باب فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم)

[1] رقم الحديث ۲۸۹۷،كتاب الجهاد والسير،باب من استعان بالضعفاء والصالحين فى الحرب، دارطوق النجاة، بيروت.

علیہ وسلم کا صحابی ہے؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ بے شک ہے، تو (اس کی برکت سے) اُس جماعت کو فتح حاصل ہوگی، پھر اس کے بعد وہ زمانہ آئے گا کہ جس میں کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی صحبت اٹھائی ہو؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ بے شک ہے، تو (اس کی برکت سے) اُس جماعت کو فتح حاصل ہوگی، پھر اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ جس میں کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی صحبت اٹھانے والے کی صحبت اٹھائی ہو؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ بے شک ہے، تو (اس کی برکت سے) اُس جماعت کو فتح حاصل ہوگی (ترجمہ ختم)

اب یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ گیارہویں اور اس طرح اہتمام کے ساتھ ایصالِ ثواب کے لئے صحابۂ کرام و تابعین اور تبعِ تابعین کو چھوڑ کر صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟

کیا اتنے اہتمام کے ساتھ ایصال ثواب کی کسی اور کو ضرورت نہیں؟ جبکہ بہت سے صحابہ وصحابیات اور تابعین و تبع تابعین کا انتقال بھی اسی مہینہ میں واقع ہوا۔ [1]

اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب رحمہ اللہ سے کم یا ان کے برابر و مساوی یا ان سے زیادہ افضل امت میں کوئی اور بزرگ نہیں گزرا؟

آخر ان کے لئے اس طرح اہتمام کے ساتھ ایصالِ ثواب کیوں نہیں کیا جاتا اور یہ بڑی گیارہویں کا ایصالِ ثواب صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی صاحب رحمہ اللہ سے ہی کیوں مختص کر دیا گیا ہے؟

پھر یہ بات بھی نہایت قابلِ غور ہے کہ عوام الناس اپنے ماں باپ اور دیگر لواحقین کو گیارہویں

[1] چنانچہ ماہِ ربیع الآخر کے مہینہ میں کئی صحابۂ کرام مثلاً حضرت ابنِ عباس، حضرت ابوالدرداء، حضرت کعب بن مالک، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم وغیرہ کا وصال ہوا۔

کی شکل میں ایصالِ ثواب کیوں نہیں کرتے، جن میں سے کسی کی نمازیں، کسی کے روزے اور کسی کی دیگر نیکیاں چھوٹ گئی ہوں گی، اور غالب گمان یہ ہے کہ بہت سے گناہ بھی کیئے ہوں گے، عجیب بات ہے کہ محتاجوں کو تو اہتمام کے ساتھ ایصال ثواب نہ کیا جائے جو دریا میں ڈوبے ہوئے شخص کی طرح اپنے وارثوں کے صدقات وخیرات اور دعاؤں کے منتظر رہتے ہوں اور اس بزرگ کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا جائے جو بفضلہٖ تعالیٰ نیکیوں سے مالا مال ہو؟

اس بات کی گہرائی تک اگر پہنچا جائے تو یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے کہ گیارہویں کو ایصالِ ثواب کی مد میں رکھنا بھی کسی طرح خدشہ سے خالی نہیں ہے۔

(۹)......گیارہویں اور ایصالِ ثواب

اگر کہا جائے کہ گیارہویں کی مروجہ رسم سے اصل مقصود ان بزرگوں کی روح کو ایصالِ ثواب ہے، تو تجربہ گواہ ہے کہ یہ خیال درست نہیں ہے، کیونکہ اگر ایصالِ ثواب ہی مقصود ہے تو ایصالِ ثواب کے لئے شریعت کی طرف سے گیارہویں یا بارہویں یا کسی کے فوت ہونے کی تاریخ کی کوئی تعیین نہیں کی گئی، بلکہ ایصالِ ثواب شرعی اصولوں کے مطابق کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

دوسرے خاص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہی کی کیا تخصیص ہے کبھی ایصالِ ثواب اُن کو کیا جاتا اور کبھی دوسرے بزرگوں کو جو اِن کے بھی بڑے ہیں۔

ظاہر ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جس شان اور جس درجہ کے کامل ولی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے تھے صحابۂ کرام ان سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، لیکن یہ لوگ اس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے گیارہویں یا بارہویں نہیں کرتے۔

تیسرے اکثر لوگ صرف رسمًا رسمی اور دیکھا دیکھی گیارہویں کی مروجہ رسم کو شریعت کا حکم سمجھ کر

کرتے ہیں، اور اس رسم کو کرتے وقت ان کے ذہن میں ایصالِ ثواب کا تصور بھی نہیں ہوتا۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک رسم پڑ گئی ہے جس کی لوگ ناواقفی کی بنیاد پر اتباع وپیروی کرتے ہیں، اور اس سے درحقیقت ایصالِ ثواب پیشِ نظر نہیں ہوتا، اور اگر کسی کے پیشِ نظر ایصالِ ثواب ہی ہو، تب بھی ایصالِ ثواب شرعی اصول وقواعد کو ملحوظ رکھنے سے ہوا کرتا ہے، منکرات ومفاسد کے ہوتے ہوئے ایصالِ ثواب کے بجائے خود اس طرح عمل کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے (کذافی: امداد المفتیین ص ۱۷۱ و ۱۷۲، کتاب السنۃ والبدعۃ)

(۱۰)......گیارہویں اور غریبوں کا تعاوُن

یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اگر کھانے کو صدقہ کرنے کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب مقصود ہو تو ثواب صرف اتنے کھانے کا ملے گا جو صحیح غریبوں اور مستحق مسکینوں کو کھلایا جائے۔
مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ گیارہویں کا کھانا پکا کر زیادہ تر لوگ دعوت کا سماں بنا کر خود ہی کھا پی لیتے ہیں، اور زیادہ کچھ کیا تو اپنے عزیز واقارب اور دوستوں کو کھلا دیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ کھانے والے صدقہ کے مستحق ہیں یا نہیں؟ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صحیح غریب اور مسکین محروم رہتے ہیں، مگر اس کے باوجود یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جتنا کھانا پکایا اور کھایا گیا اس پورے کے صدقہ کا ثواب حضرت شیخ رحمہ اللہ کو پہنچ جاتا ہے۔
یہ بات بھی شرعی ایصالِ ثواب کے اصولوں کے خلاف ہے۔
چنانچہ علامہ ابنِ ہُمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ،رَوَى الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهُ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ (فتح

القدیر، ج ۲ ص ۱۴۲، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، فصل فی الدفن، دار الفکر، بیروت)

ترجمہ: اور میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانے کی ضیافت کا انتظام کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے، نہ کہ غمی کے موقع پر، اور یہ بدترین بدعت ہے، امام احمد اور ابنِ ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

ہم میت کے گھر میں جمع ہونے کو اور ان کے کھانا بنانے کو (جسے آج کل بعض علاقوں میں کڑوی روٹی کہا جاتا ہے) نوحے میں (جو کہ حرام ہے) شمار کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُّسْتَقْبَحَةٌ،رَوَى الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ اهـ.

وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ :وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ، وَبَعْدَالْاُسْبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ، وَاِتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَآءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقَرَاءَةِ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ اَوِ الْاِخْلَاصِ، وَالْحَاصِلُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ لِاَجْلِ الْاَكْلِ يُكْرَهُ، وَفِيْهَا مِنْ كِتَابِ الْاِسْتِحْسَانِ :وَاِنْ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اهـ .

وَاَطَالَ فِيْ ذٰلِكَ الْمِعْرَاجُ، وَقَالَ:وَهٰذِهِ الْاَفْعَالُ كُلُّهَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّيَآءِ فَيُحْتَرَزُ عَنْهَا لِاَنَّهُمْ لَايُرِيْدُوْنَ بِهَا وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى

اھ (ردالمحتار) [1]

ترجمہ: اور میت کے گھر والوں کی طرف سے کھانے کی ضیافت کا انتظام کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے، نہ کہ غمی کے موقع پر، اور یہ بدترین بدعت ہے، امام احمد اور ابنِ ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

ہم میت کے گھر میں جمع ہونے کو اور ان کے کھانا بنانے کو (جسے آج کل بعض علاقوں میں کڑوی روٹی کہا جاتا ہے) نوحے میں (جو کہ حرام ہے) شمار کیا کرتے تھے، اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ فوتگی کے پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتے کے بعد (یا اسی طرح کسی اور مخصوص دن میں) کھانا بنانا اور کھانے کو مخصوص دنوں میں قبر پر لے جانا، اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء اور قرّاء کا ختم کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا، یا سورہ انعام کی یا سورہ اخلاص وغیرہ کی قرائت کے لئے جمع ہونا (بھی مکروہ ہے) اور خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی قرائت (وختم) کے وقت کھانے کے لئے طعام کا انتظام کرنا مکروہ ہے، اور فتاویٰ بزازیہ ہی کی کتابُ الاستحسان میں ہے کہ اگر (بغیر کسی دن کی پابندی کے) غریبوں کے لئے کھانا بنایا جائے، تو اچھا ہے، اور معراج نامی کتاب میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور فرمایا کہ یہ تمام کام نام ونمود اور ریاکاری کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے بچنا چاہئے، کیونکہ لوگوں کا ان کاموں سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں ہوتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

ایک قصبہ میں ایک شخص کے یہاں گیارہویں تھی دس آدمیوں کی دعوت کی اور اس

---

[1] ج۲ص ۲۴۰، ۲۴۱، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی الثواب علی المعصیۃ، دارالفکر، بیروت.

میں بلائے گئے کون؟ ڈپٹی، تحصیلدار، نائب تحصیلدار وغیرہ، جب کھانا کھا کر نکلے تو ایک شخص نے کہا کہ جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں وہ ان کو دیکھ لے (امثالِ

عبرت ص ۳۲۹، مرتبہ: حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری رحمہ اللہ، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، مطبوعہ: ۱۴۱۴ھ)

اور فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

مُردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے، کمافی فتح القدیر و مجمع البرکات (احکامِ شریعت حصہ ۲ ص ۱۷۳، عنوان:

مُردہ کی طرف سے کھانا، مطبوعہ: شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور، سنِ اشاعت ۱۹۸۴ء)

(۱۱)......گیارہویں اور تاریخ کا تعیُّن

اگر گیارہویں دینے سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو بلاشبہ یہ مقصد بہت ہی مبارک ہے۔

لیکن شرعی نقطۂ نظر سے ثواب تو جب بھی پہنچایا جائے، پہنچ جاتا ہے، شریعت نے اس کے لئے کوئی دن اور وقت مقرر نہیں فرمایا، مگر یہ حضرات اس عمل کے لئے گیارہویں تاریخ کی پابندی کو کچھ ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ گویا یہ شریعت کا لازمی حکم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس تاریخ میں پورے ملک میں اجتماعی سطح پر گیارہویں کا جو اہتمام ہوتا ہے وہ دوسری تاریخوں میں نہیں ہوتا۔

ان کے اس طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایصالِ ثواب مقصود نہیں، بلکہ ان کے نزدیک یہ ایک ایسی عبادت ہے جو صرف اسی تاریخ کو ادا کی جاسکتی ہے۔

جبکہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ صرف اس تاریخ میں ہی غریبوں کو کھانے کی ضرورت پیش آتی ہو، یا ہمیشہ اس تاریخ میں لوگ ایک دن کے لئے غریب ہو جاتے ہوں۔

پھر یہ سوچنے کی بھی ضرورت ہے کہ کیا گیارہ تاریخ کے علاوہ اور تاریخوں میں حضرت شیخ کو ایصالِ ثواب کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہے؟ اور کیا دوسری تاریخوں میں حضرت شیخ کو ثواب

کی ضرورت نہیں ہوتی؟

الغرض ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں تاریخ کا التزام کرنا ایک ایسی حرکت ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اوراس کو ضروری سمجھ لینا، گناہ کی بات ہے۔

اور عام طور پر گیارہویں تاریخ کو اس لئے متعین کیا جاتا ہے کہ مشہور ہے کہ یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی وفات کا دن ہے۔

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی تاریخ وفات ہی میں اختلاف پایا جاتا ہے، دوسرے کسی ہستی کا یومِ وفات منانا اسلام میں جائز نہیں رکھا گیا۔

سوچئے کہ انبیاء اور صحابہ جیسی مقدس ہستیوں کے ''ایامِ وفات'' منانے کی شریعت نے کوئی تاکید واہمیت بیان نہیں کی، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ''یومِ وفات'' منانے کا کیا مطلب؟

پھر دن منانا ہر ایک کے لئے ممکن بھی نہیں۔

کیونکہ مراتب ودرجات کا لحاظ کر کے سب سے پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین اور تبعِ تابعین اور دوسرے بزرگوں کی باری آتی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور سال کے کل ایام تین سو چون یا تین سو ساٹھ ہیں تو تمام حضرات کے ایامِ وفات منانے کے لئے اور دن کہاں سے لائیں گے؟

اور انبیاء وصحابہ کو چھوڑ کر اور نظر انداز کر کے ان سے کم اور نیچے کے درجہ والے بزرگوں کے دن منائے جائیں تو یہ انبیاء اور صحابہ کے مراتب میں رخنہ اندازی کے مترادف ہے۔

اس موقع پر گیارہویں کو جائز قرار دینے والے حضرات کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ولادت یا وفات میں ایصالِ ثواب کیا جائے تو اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

لیکن یہ دعویٰ اور عقیدہ بے اصل اور بے بنیاد ہے، کسی قرآنی آیت یا مستند حدیث یا معتبر فقہ

کی عبارت سے ثابت نہیں ، اگر یہ بات ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، تمام صحابۂ کرام، اولیائے کرام وغیرہ کے یومِ ولادت اور یومِ وفات اس غرض کے لئے خصوصیت کے ساتھ محفوظ رکھے جاتے اوران میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، اوران سب حضرات کے لئے بھی ایصالِ ثواب کے لئے ان دنوں کو متعین کیا جاتا، اور ظاہر ہے کہ یہ بات ثابت نہیں۔

بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں جہاں کہیں گیارہ کا لفظ آ جائے ، فوراً اس سے گیارہویں کی رسم ثابت کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہیں۔

حالانکہ گیارہویں کی مروَّجہ رسم اور گیارہ کا عدد دونوں علٰیحدہ علٰیحدہ چیزیں ہیں، گیارہ کا عدد دنیا کی بے شمار چیزوں پر بولا جاسکتا ہے، لیکن گیارہویں کی رسم ہر ایک دنیا کے گیارہ عدد والی چیز کو قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پھر یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ اگر گیارہویں کی رسم کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کی جائے تو ان تمام حضرات کو جو اس رسم کے ایجاد ہونے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے، قرآن وحدیث پر عمل پیرا یا قرآن وحدیث کی صحیح فہم والا ہونے سے انکار کرنا پڑے گا، جس میں تمام صحابہ، محدثین اور فقہاء اور امت کے بڑے بڑے اولیاء شامل ہیں ، اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت مفسرین ، محدثین اور فقہائے کرام پر نعوذ باللہ یہ الزام عائد ہوگا کہ وہ قرآن وحدیث کو نہ خود سمجھ سکے اور نہ دوسروں کو سمجھا سکے، کیونکہ انہوں نے ان گیارہ کے اعداد سے گیارہویں کی مروجہ رسم کو ثابت نہیں کیا۔

اسی طرح بعض حضرات گیارہویں کی رسم کو ثابت کرنے کے لئے یہ حیلہ اختیار کرتے ہیں کہ بہت سے موٴرخین نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات گیارہ لکھی ہے۔

حالانکہ گیارہ تاریخ اور گیارہویں کی رسم دونوں جدا جدا چیزیں ہیں ، گیارہ تاریخ سے گیارہویں کی رسم ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

آج کل بعض لوگ اس رسم کو انجام دینے کے لئے گیارہویں کے بجائے بارہویں تاریخ

کا انتخاب کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے گیارہویں نہیں کی۔

حالانکہ صرف تاریخ بدلنے سے حکم نہیں بدل جاتا، بلکہ دوسری خرابیوں کے ہوتے ہوئے تاریخ بدل کر بھی اس رسم کا حکم وہی رہتا ہے، کیونکہ وہاں گیارہ کے بجائے بارہ تاریخ ہو جاتی ہے لیکن باقی تمام چیزیں اپنے حال پر برقرار رہتی ہیں۔

(۱۲)......گیارہویں اور کھانے کا تعیُّن

گیارہویں کی اس رسم میں کھانے پکانے اور بعض جگہ کھیر یا حلیم پکانے کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ اگر اس کے بجائے کسی اور طرح یا کسی اور چیز سے ایصالِ ثواب کرنے کو کہا جائے تو اس کے لئے تیار وآمادہ نہیں ہوتے۔

چنانچہ اگر کسی کو بتلایا جائے کہ آپ اس مرتبہ گیارہویں خاموشی کے ساتھ صرف تلاوت یا ذکر یا نوافل پڑھ کر کر دیں (جبکہ اس عمل میں غریبوں کے لئے بھی آسانی ہے کہ وہ مال خرچ کئے بغیر اس طرح ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں) تو اول تو کوئی اس کے لئے تیار نہ ہو، اور اگر تیار بھی ہو جائے تو اس کو گیارہویں قرار دینے پر آمادہ نہ ہو۔

اسی طرح اگر کسی کو بتلایا جائے کہ گیارہویں کے کھانے، کھیر، حلیم وغیرہ کے بجائے کسی دوسری طرح خاموشی کے ساتھ مالی عبادت انجام دے کر ایصالِ ثواب کر دیں، مثلاً کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی اور دینی یا رفاہی کام میں اتنی ہی رقم لگا دیں جو کہ نہ صرف صدقہ ہوگی بلکہ اس سے بڑھ کر صدقۂ جاریہ ہوگی اور اس صدقۂ جاریہ کا ثواب یقیناً اس کھانے پینے سے زیادہ ہوگا جو کھا پی کر کچھ دیر بعد ٹھکانے لگ جاتا ہے۔

یا اس کے بجائے خاموشی کے ساتھ غریبوں کا اس طرح تعاون کیا جائے کہ جس میں ان کی ضروریات کا لحاظ کیا جائے، مثلاً اگر کسی غریب کو لباس کی ضرورت ہے تو اس کو لباس فراہم کیا جائے، اگر کسی ضرورت مند کو دوا کی ضرورت ہے تو دوا فراہم کی جائے، اگر کسی غریب کو علاج

معالجہ کی سہولت درکار ہے تو اس کے لئے اس کا انتظام کیا جائے، اگر کسی مسافر کو کرایہ کی ضرورت ہے تو اس کی یہ ضرورت پوری کی جائے، یا اس کے بجائے غریبوں کو رقم فراہم کردی جائے، جس سے غریب اور ضرورت مند اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے اور ایک کے بجائے کئی ضروریات پوری کرسکتا ہے اور آج کے بجائے کل پیش آنے والی ضروریات کے لئے بھی اس کو محفوظ رکھ سکتا ہے، اور اپنی ضروریات کے علاوہ اپنے بیوی، بچوں کی ضروریات میں بھی اس رقم کو خرچ کرسکتا ہے، اور اس میں اخلاص کی رعایت بھی زیادہ ہے۔

تو اس طرح ایصالِ ثواب یا گیارہویں کرنے کے لئے بھی کوئی آمادہ نہ ہوگا، اور اگر آمادہ ہو بھی جائے گا، تو اس کو ہرگز گیارہویں یا اس کا بہتر متبادل قرار نہ دے گا، جبکہ ان طریقوں کے ذریعہ ثواب رسمی گیارہویں کے طریقہ سے کئی اعتبار سے زیادہ ہے، مثلاً:

(۱)......رسمی گیارہویں میں سب کو کھانے کا پابند کردیا جاتا ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں اس طرح کی پابندی نہیں ہوتی۔

(۲)......رسمی گیارہویں میں غریب اپنی مختلف ضروریات پوری نہیں کرسکتا۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں یہ تنگی نہیں پائی جاتی۔

(۳)...... رسمی گیارہویں میں غریب اپنی آئندہ کی ضروریات پوری نہیں کرسکتا، کیونکہ غریب کے لئے کھانے کو محفوظ رکھنا مشکل ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں رقم محفوظ رکھ کر بآسانی یہ ضروریات پوری کرسکتا ہے۔

(۴)......رسمی گیارہویں میں غریبوں کو مال کا مالک نہیں بنایا جاتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ وہیں رہتے ہوئے اسی وقت کھانے کا پابند کیا جاتا ہے۔

اور مندرجہ بالا طریقوں میں غریبوں کو مالک بنا کر ہر جگہ اور ہر وقت اپنی ضرورت پوری کرنے کا اختیار دے دیا جاتا ہے۔

(۵)......رسمی گیارہویں میں غریب کو خود کھانے کا پابند کیا جاتا ہے۔

اورمندرجہ بالا طریقوں میں غریب اپنے بجائے اپنے بیوی بچوں کی ضروریات بھی پوری کرسکتا ہے۔

(۶)......رسمی گیارہویں میں صدقۂ جاریہ کی صورت نہیں پائی جاتی۔

اورمندرجہ بالاطریقوں میں اس نعمت سے بآسانی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۷)......رسمی گیارہویں میں صرف پیسے والے لوگ شریک ہوسکتے ہیں۔

اورمندرجہ بالاطریقوں میں امیر وغریب ہر شخص کسی بھی طرح کا نیک عمل کرکے خود فائدہ اٹھا سکتا ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو ثواب پہنچا سکتا ہے۔

(۸)......رسمی گیارہویں میں عموماً اخلاص کے بجائے ایک طرح سے رسم پوری کرنا اور اپنا نام اونچا کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔

اورمندرجہ بالاطریقوں میں رسم کے بجائے حقیقت اور دکھلاوے کے بجائے اخلاص کا لحاظ ہوتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے جس طرح کسی تاریخ کو متعین نہیں کیا، اسی طرح کھانے یا اس کی کسی خاص قسم کو بھی متعین یا لازم نہیں کیا، بلکہ شریعت نے ایصالِ ثواب میں بہت سہولت اور آسانی رکھ دی ہے، چنانچہ ایصالِ ثواب کے لئے مالی عبادت (صدقہ، خیرات وغیرہ) کو لازم نہیں کیا، بلکہ مالی عبادت کے علاوہ جانی عبادت (تلاوت، ذکر، تسبیحات، نوافل وغیرہ) کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کی بھی اجازت دی ہے۔

اور جب اس بارے میں اتنی سہولت ہے تو گیارہویں کے عمل کو مالی عبادت کے ساتھ خاص کرنا بذاتِ خود دین پر زیادتی اور دین میں تنگی پیدا کرنا ہے، اور پھر اوپر سے مالی عبادت کو بھی کھانے تک اور اس سے آگے بڑھ کر کھیر یا حلیم تک محدود کردینا یہ دین میں زیادتی در زیادتی اور تنگی در تنگی پیدا کرنا ہے، جو شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

(۱۳)......گیارہویں اور اہلِ ہنود کے ساتھ تشبُّہ

کئی محققین کے نزدیک گیارہویں کی مروجہ رسم اہلِ ہنود (یعنی ہندوؤں) سے لی گئی ہے، اور اسی وجہ سے گیارہویں کی مروجہ رسم زیادہ تر انہی علاقوں میں رائج ہے، جہاں ہندوؤں کی معاشرت رہی ہے، اور بعض دوسرے علاقوں میں بھی یہیں سے منتقل ہوئی ہے۔

چنانچہ مولانا عبید اللہ نومسلم نے، جو پہلے ہندوؤں کے پنڈت تھے، اور ان کا سابقہ نام "اننت رام" تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نورِ ایمان نصیب فرمایا، انہوں نے "تحفۃُ الہند" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اور اس میں ایصالِ ثواب کے بیان میں ہندوانہ ایصالِ ثواب کے طریقوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

> اگر مرنے والا برہمن ہے تو مرنے کے بعد گیارہویں دن، کھتری ہے تو تیرہویں دن ،اگر ویش (بنیہ) ہے تو پندرہویں /سولہویں دن ، اگر شودر (Untoouchable) ہے تو تیسواں یا اکتیسویں دن کریا کرم ہوتا ہے، کریا کرم کے چھ ماہ بعد چھ ماہی ہوتی ہے، اور سال بھر بعد برسی کے دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں، مرنے کے چار سال بعد سدھ کی رسم ہوتی ہے، عام طور پر اسوج کے مہینہ میں جس تاریخ کو کوئی مرا ہو، اس تاریخ پر مردے کے لئے ثواب پہنچانا لازمی سمجھا جاتا ہے، کھانے کے ثواب کا نام سرادھ ہے، سرادھ کا کھانا تیار ہو جاتا ہے تو اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں، جو پنڈت بید پڑھتا ہے، اس کو ابھشر من کہتے ہیں، اسی طرح اور دن بھی مقرر ہیں۔
>
> لیکن جب اپنے معبودوں کی روح کے واسطے کچھ کرتے ہیں تو وہاں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں بلکہ ان سے ڈر کر یا کچھ نفع کی امید رکھ کر یا بطور نذر منت کے ان کے بھینٹ دیتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بھی دن مقرر ہیں،

بعض معبودوں کے واسطے بعض کھانے بھی مخصوص ہیں (تحفۃ الہند ص۱۸۴، بعنوان ”ہندوؤں کے یہاں ایصال ثواب کا طریقہ“)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ:

اس موقع پر شاید ہندو یہ اعتراض کریں کہ ثواب سے متعلق تو مسلمانوں میں بھی ہندوؤں جیسی رسومات موجود ہیں، مثلاً مسلمانوں نے بھی دن مقرر کرے، جیسے مردہ کے لئے سوئم کو جسے قل کہا جاتا ہے، اسی طرح چالیسویں کو پلنگ بچھا کر طرح طرح کے کھانے رکھ کر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہاں مردے کی روح آتی ہے، جب کہ بعض کا خیال ہے کہ گھر سے روح نکلتی ہی اسی دن ہے، چھ ماہی اور برسی کی رسومات بھی کرتے ہیں، حضرت پیرانِ پیر کی فاتحہ سوائے گیارہویں اور ستر ہویں کے اور کسی تاریخ کو نہیں کرتے، امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا ختم شبِ برأت کو ہی کرتے ہیں، اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ختم محرم کے عشرہ میں کرتے ہیں، دیگر بزرگوں کی فاتحہ ان کے مرنے کے ہی دن کرتے ہیں، جبکہ بعض بزرگوں کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر کر رکھے ہیں......

بعض مسلمان، بزرگوں کی نیاز اس امید پر دیتے ہیں کہ وہ بزرگ، ان کی اولاد اور ان کے رزق میں ترقی دیں گے، یا ان کی کوئی مراد پوری کریں گے، اور ان کو یہ خوف رہتا ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کو کچھ نقصان ہو جائے گا، جب کہ بعض کے خیال میں ایسا کرنا یعنی نیاز دلانا فرض ہے، اور اگر کوئی گیارہویں نہیں کرتا، تو اس کو طعنہ دیا جاتا ہے، بعض مسلمان نیاز کے لئے نئے برتن نکالتے ہیں، اور جس طرح ہندو سرادھ کے دن کھانے پر ابھشر من سے منتر پڑھواتے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی مُلّا کو بلا کر ختم دلاتے ہیں، اور جب تک مُلّا اس پر کچھ پڑھ نہیں لیتا، اس کھانے میں کسی کو ذرہ برابر ذرا سا بھی کھانے کو نہیں دیتے......

اس قسم کی بہت سی روایات مسلمانوں میں رواج پارہی ہیں، جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔

ہندوؤں کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ یہ رسومات دینِ اسلام کی کتابوں سے ثابت نہیں، بلکہ کچھ ناسمجھ آدمیوں نے شاید ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ایسا کرنا شروع کردیا ہے، یہی نہیں دینِ اسلام میں تو دوسرے دین والوں کی رِیس (نقل) کرنا سخت منع ہے، حتیٰ کے ہولی، دیوالی اور دسہرہ وغیرہ جو ہندوؤں کے تہوار ہیں، ان میں سیر کی عرض سے شامل ہونا بھی حرام ہے، جیسا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ تَشَبَّـهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' یعنی جس نے کسی دوسری قوم کی نقل کی، وہ ان ہی میں سے ہے۔

لہٰذا ان رسومِ باطلہ کی دینِ اسلام میں کوئی حیثیت نہیں، ان رسومات کو بدعات اور ہنود کی مشابہت کہا جاتا ہے، ان میں بعض رسومات قطعی حرام ہیں، اور بعض مکروہ اور بعض قطعاً شرک ہیں، لہٰذا جو بات دینِ اسلام کی کتابوں سے ثابت نہ ہو، اس سے متعلق اعتراض قابلِ توجہ نہیں ہوتا، کیونکہ رِیس ان باتوں میں منع ہے، جس کا اصل دینِ اسلام میں کچھ نہ ہو، اور وہ ہندوؤں کی یا اور دین والوں کی خصوصیات میں سے ہو، یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض مُلاَّ دیوالی وغیرہ کے تہواروں پر عیدی لکھ دیتے ہیں، اس کام کی بھی دینِ اسلام میں کوئی اصل نہیں، لہٰذا جو ایسا کرتے ہیں، وہ گناہ گار ہوتے ہیں (تحفۃ الہند ص ۱۸۶ تا ۱۸۹، ملخصاً، بعنوان ''ہندوؤں کے اعتراضات'')

اور جب گزشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ گیارھویں کی مروّجہ رسم میں ہندوؤں کے ساتھ تشبہ ومشابہت پائی جاتی ہے، تو اب اس سلسلہ میں غیروں کے ساتھ تشبہ ومشابہت اختیار کرنے پر شریعت کی بیان کردہ وعید بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ(ابوداوٗد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّہَ بِغَیْرِنَا(ترمذی) [2]

ترجمہ: جس نے غیروں کے ساتھ مشابہت کی وہ ہم میں سے نہیں (ترجمہ ختم)

(۱۴)......گیارہویں کے کھانے پر ختم پڑھوانا

گیارہویں کے کھانے پر دیکھا گیا ہے کہ اس کو کھانے اور کھلانے سے پہلے اس پر کچھ پڑھوایا

---

[1] رقم الحديث ۴۰۳۱، كتاب اللباس، باب فى لبس الشهرة، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد رقم الحديث ۵۱۱۵.

قلت أخرجه أبو داوٗد بسند حسن(فتح البارى شرح صحيح البخارى،ج۱۰ ص ۲۷۱،كتاب اللباس، باب لبس جبة الصوف)

وقد روى عن النبى ﷺ فى المسند والسنن أنه قال " :من تشبه بقوم فهو منهم (جامع الرسائل لابنِ تيميه، الجزء الثانى، الفرق بين السفر الطويل والقصير،ومجموع الفتاوىٰ ج۲۵ ص ۳۳۱)

وأيضا مما هو صريح فى الدلالة ما روى أبو داود فى سننه حدثنا عثمان بن أبى شيبة حدثنا أبو النضر يعنى هاشم بن القاسم حدثنا عبد الرحمن بن ثابت حدثنا حسان بن عطية عن أبى منيب الجرشى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من تشبه بقوم فهو منهم وهذا إسناد جيد فإن ابن أبى شيبة وأبا النضر وحسان بن عطية ثقات مشاهير أجلاء من رجال الصحيحين وهم أجل من أن يحتاجوا إلى أن يقال هم من رجال الصحيحين(اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم لابنِ تيميه، ج ۱ ص ۸۲)

[2] رقم الحديث ۲۶۹۵، كتاب الاستئذان والآداب،باب ما جاء فى كراهية إشارة اليد بالسلام،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

جاتا ہے، اوراس کو بعض لوگ ''فاتحہ شریف'' اور بعض ''ختم شریف'' کہتے ہیں۔
اگرچہ بظاہر یہ عمل اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن شرعاً اس میں بھی کئی برائیاں موجود ہیں۔
جن کا مختصر حال ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)...... ایصالِ ثواب کے لئے کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ بغیر پڑھے صدقہ کردینے سے ثواب پہنچ جاتا ہے۔ فاتحہ وغیرہ پڑھنے کو ایصالِ ثواب کی شرط سمجھنا ایک ایسی بات ہے کہ جو قرآن وسنت سے کہیں ثابت نہیں۔
اور ظاہر ہے کہ ایسی چیز شریعت کی نظر میں بدعت کے زمرہ میں آتی ہے۔
چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ، فَهُوَ رَدٌّ (بخاری) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے دینی کاموں میں کوئی ایسی بات پیدا کرے، جو اس میں نہیں تھی، تو وہ مردود (اور نا قابلِ قبول) ہے (ترجمہ ختم)

پس جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین بھی ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے، بلکہ ہم سے زیادہ اور اچھے طریقہ پر کیا کرتے تھے، مگر ان سے ایصالِ ثواب کے لئے اس طرح کا رواج ثابت نہیں، تو یہ طریقہ محدث وبدعت ہوگا۔

(۲)...... عام لوگوں کا خیال ہے کہ جب تک اس طرح ختم نہ پڑھا جائے، اس وقت تک اس چیز کا ثواب نہیں پہنچتا، بہت سے لوگوں سے آپ نے یہ فقرہ سنا ہوگا کہ ''مرگیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود''

یہ خیال ایک سنگین غلطی ہی نہیں، بلکہ اللہ اور رسول کے مقابلے میں اپنی بات لانا ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کا یہ طریقہ نہیں بتایا، اور نہ سلفِ صالحین

---

[۱] رقم الحديث ۲۶۹۷، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ۱۷۱۸)

نے اس پر عمل کیا۔

اب دیکھئے کہ جو حضرات اس رسم کے نہ کرنے پر یہ فقرہ دہراتے ہیں کہ ''مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود'' اس کا پہلا نشانہ کون بنتا ہے......؟

پس یہ کیسی دینداری ہے کہ ایک نئی بدعت گھڑ کر ایسے فقرے چست کئے جائیں جن کی زد میں صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین آجاتے ہوں؟

(۳)......کہا جاتا ہے کہ اگر ایصالِ ثواب کے کھانے پر سورتیں پڑھ لی جائیں تو کیا حرج ہے؟ حالانکہ اس سے بڑھ کر حرج کیا ہوگا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ، آپ کی سنت اور شریعت کے خلاف ہے۔

(۴)...... پڑھنے والوں کو بلا کر جو ختم پڑھایا جاتا ہے اس میں خرابی یہ ہے کہ پڑھنے والا ختم کے بدلے میں کھا پی لیتا ہے اور ختم پڑھوانے والے کھانے کے بدلے میں ختم پڑھوا لیتے ہیں، اور اگر ختم پڑھنے والا ختم نہ پڑھے تو وہ کھانے سے محروم رہتا ہے اور اگر گھر والے ختم پر پڑھنے والوں کو ان کے اس عمل پر کھانا نہ دیں تو کوئی بھی ختم پڑھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا، گویا کہ ختم پڑھنے والے اور گھر والوں کے کھانے کا باہمی تبادلہ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کا معاوضہ بن جاتی ہیں۔

اور آپ جانتے ہیں کہ ایصالِ ثواب کی غرض سے قرآن مجید معاوضہ لے کر پڑھا جائے تو ثواب پڑھنے والے کو بھی نہیں ملتا، اسی طرح جو کھانا معاوضے کے طور پر کھلایا جائے وہ بھی ثواب سے محروم رہتا ہے، ختم پڑھایا تو اس لئے گیا تھا کہ دوہرا ثواب ملے گا، مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکہرا ثواب بھی جاتا رہا۔ [1]

---

[1] وَفِی الْبَزَّازِیَّةِ :وَیُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ، وَبَعْدَالْاُسْبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَی الْقَبْرِ فِی الْمَوَاسِمِ، وَاِتِّخَاذُ الدَّعْوَۃِ لِقِرَاءَ ۃِ الْقُرْآنِ وَجَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرَاءَ ۃِ سُوْرَۃِ الْاَنْعَامِ اَوِ الْاِخْلَاصِ، وَالْحَاصِلُ اَنَّ اِتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَ قِرَاءَ ۃِ الْقُرْآنِ لِاَجْلِ الْاَکْلِ یُکْرَہُ، وَفِیْهَا مِنْ کِتَابِ الْاِسْتِحْسَانِ :وَاِنْ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ کَانَ حَسَنًا اھ .وَاَطَالَ فِیْ ذٰلِکَ الْمِعْرَاجُ، وَقَالَ:وَهٰذِهِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۵)......بعض جگہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب تک کھانے پر ختم نہ دلایا جائے کسی کو کھانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

بعض اوقات اگر ختم پڑھنے میں کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو بچوں تک کو کھانے سے محروم رکھا جاتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بلبلاتے رہیں۔

حالانکہ صدقہ کے ذریعہ سے تو ثواب اس کھانے کا ملے گا جو کسی غریب محتاج کو اللہ کے لئے دیا گیا ہو (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) پھر آخر اس پابندی کی کیا وجہ ہے کہ جب تک ختم نہ پڑھوالیا جائے کھانا بچوں تک کے لئے ممنوع قرار پائے؟

(۶)......اس طرح کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنے میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے، کہ ان کے یہاں اس طرح کھانا سامنے رکھ کر پڑھا جاتا ہے، جیسا کہ مولانا عبید اللہ کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے۔

اور مشہور بریلوی مولوی محمد صالح صاحب کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اَلْاَفْعَالُ کُلُّھَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّیَاءِ فَیُحْتَرَزُ عَنْھَالِاَنَّھُمْ لَایُرِیْدُوْنَ بِھَا وَجْهَ اللہِ تَعَالٰی اھ (ردالمحتار ج۲ص ۲۴۰، ۲۴۱، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی الثواب علی المعصیة، دارالفکر، بیروت)

ولا شک أن التلاوۃ المجردۃ عن التعلیم من أعظم الطاعات التی یطلب بها الثواب فلا یصح الاستئجار علیها؛ لأن الاستئجار بیع المنافع ولیس للتالی منفعة سوی الثواب ولا یصح بیع الثواب ولأن الأجرۃ لا تستحق إلا بعد حصول المنفعة للمستأجر والثواب غیر معلوم فمن استأجر رجلا لیختم له ختمة ویهدی ثوابها إلی روحه أو روح أحد من أمواته لم یعلم حصول الثواب له حتی یلزمه دفع الأجرۃ ولو علم حصوله للتالی لم یصح بیعه بالأجرۃ فکیف وهو غیر معلوم بل الظاهر العلم بعدم حصوله؛ لأن شرط الثواب الإخلاص لله تعالی فی العمل والقارء بالأجرۃ إنما یقرأ لأجل الدنیا لا لوجه الله تعالی بدلیل أنه لو علم أن المستأجر لا یدفع له شیئا لا یقرأ له حرفا واحدا خصوصا من جعل ذلک حرفته ولذا قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة إن قارء القرآن بالأجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقارء.

وقال العینی فی شرح الهدایة معزیا للواقعات ویمنع القارء للدنیا والآخذ والمعطی آثمان وقال فی الاختیار ومجمع الفتاوی وأخذ شیء للقرآن لا یجوز؛ لأنه کالأجرۃ (العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، ج۲ص۱۲۷، کتاب الاجارۃ)

یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی ملک میں رائج نہیں (تحفۃ الاحباب ص ۱۲۲)

(۷)...... کھانے پر اس طرح کا ختم پڑھنا عقل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہ ختم پڑھنے، پڑھانے کا سلسلہ عموماً کھانے کے ساتھ مخصوص کیا ہوا ہے، جبکہ اگر یہ ختم ایصالِ ثواب کے لئے ہے تو ایصالِ ثواب تو کھانے کے علاوہ دوسری چیزوں (مثلاً نقدی، لباس، وغیرہ) کو صدقہ کر کے بھی کیا جا سکتا ہے، اور کیا جاتا ہے، لیکن ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ کھانے کے علاوہ دوسری چیز کے ذریعے سے ایصالِ ثواب کرتے وقت بھی اس طرح کا ختم دیتا ہو۔

پس اگر کھانے کے اوپر ختم کی ضرورت ہے تو دوسری چیزوں مثلاً روپے پیسے اور کپڑے وغیرہ میں بھی اس کی ضرورت ہے، بلکہ جو چیز ایصالِ ثواب کے بجائے ویسے ہی اللہ کے نام پر صدقہ کی جائے، اُس پر بھی اس طرح کی فاتحہ اور ختم پڑھنے کی ضرورت ہے، اسی طرح ختم پڑھوانے کا یہ عمل کھانے کے تھوڑے سے حصہ پر کیا جاتا ہے، یہ بھی عقل کے خلاف ہے

(مستفاد از اشرف الجواب ص ۲۴۵، ۲۴۶)

بعض لوگ اس موقع پر مروَّجہ ختم کو ثابت کرنے کے لئے وہ احادیث پیش کیا کرتے ہیں کہ جن میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر بسم اللہ پڑھی، اور برکت اور دعا کے طور پر کھانے کی مختلف چیزوں پر قرأت کی، اور چیزوں میں برکت و اضافہ کے لئے اشیاء کو سامنے رکھ کر ان پر دعائیں پڑھیں۔

لیکن ان احادیث اور واقعات پر مروَّجہ کھانے پر ختم کو قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں، اور ان احادیث میں خود اس کا جواب موجود ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کے بجائے کھانے میں برکت کے طور پر ایسا کیا ہے اور یہ بات غیر اختلافی ہے۔

اصل گفتگو اس میں ہے کہ ایصالِ ثواب کے طور پر جو کھانا دیا جاتا ہے اس پر مروَّجہ طریقے پر جو فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور ختم دلایا جاتا ہے یہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایصالِ ثواب کرتے ہوئے ایسا کیا ہے

یا نہیں؟ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ ان حضرات سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ بدعت ہے (جیسا کہ تفصیل سے ذکر کیا جا چکا)

یہی وجہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کے عمل سے یہ ثابت ہوتا، تو اس کو بدعت نہ کہا جاتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کی تشریح کرتے ہوئے محدثین بھی ضرور اس کا تذکرہ کرتے، اور فقہائے کرام بھی اس کے سنت یا مستحب ہونے کے درجہ کو ایصالِ ثواب کے باب میں ضرور ذکر کرتے، کیونکہ جو احادیث آج پیش کی جارہی ہیں وہ محدثین کے واسطے سے اور ان کے معانی ومطالب اور مفہوم فقہائے کرام کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں، کیا ان کے سامنے یہ احادیث اور ان کا مطلب نہیں تھا؟ یا نعوذ باللہ تعالیٰ ان کو تو یہ بات سمجھ نہ آئی، اور آج اس عمل کو جائز بلکہ سنت بلکہ ضروری اور لازم قرار دینے والوں کو یہ بات سمجھ آرہی ہے؟

(۱۵)......گیارہویں کا کھانا اور تبرُّک

بہت سے لوگ گیارہویں کے کھانے کو تبرک سمجھتے ہیں، اور اسی نظریہ سے انتہائی شوق وتعظیم اور رغبت کے ساتھ بلا امتیاز امیر وغریب سب استعمال کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ کھانا اگر ایصالِ ثواب کے لئے ہے تو یہ کھانا صدقے کا حکم رکھتا ہے، اس لئے صاحبِ نصاب کے لئے اس کا اپنے استعمال میں لانا اصل مقصد کو باطل کر دیتا ہے (کفایت المفتی ج۱ص۲۱۷)

اور پھر اس پر بھی غور فرمایئے کہ ایصالِ ثواب کے لئے اگر غلہ یا کپڑا دیا جائے کیا اس کو بھی اس طرح کا ''تبرک'' سمجھا جاتا ہے؟ تو آخر گیارہویں تاریخ کو دیا گیا کھانا کس شرعی اصول سے تبرک بن جاتا ہے؟

یہاں اس چیز کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا کہ تبرک اور برکت کے مفہوم کو بگاڑ کر بعض عوام نے اتنا

عام کردیا ہے کہ جس چیز سے چاہیں برکت حاصل کرلیں، اور جس چیز کو چاہیں برکت کی قرار دے دیں، خواہ وہ گناہ ہی کی چیز کیوں نہ ہو، چنانچہ بعض لوگ مختلف بزرگوں کی (خیالی یا واقعی) تصاویر کو برکت حاصل کرنے کے لئے اپنے گھروں اور دوکانوں وغیرہ میں آویزاں کرتے ہیں، بھلا تصویر جیسے گناہ کی چیز سے کیسے برکت حاصل ہوسکتی ہے؟

کیونکہ جاندار کی تصویر تو ایسی گناہ کی چیز ہے کہ جہاں وہ ہوتی ہے وہاں رحمت کے فرشتے بھی داخل نہیں ہوتے۔ [1]

پھر وہاں برکت داخل ہونے، بلکہ اس کی وجہ سے برکت پیدا ہونے کے کیا معنٰی۔

(۱۶)......گیارہویں اور عقیدہ میں بگاڑ

پھر ایک اہم بات یہ ہے کہ گیارہویں کی مروّجہ رسم کے عمل میں بہت سے لوگوں کا عقیدہ ونظریہ بھی فاسد ہوتا ہے، مثلاً یہ عقیدہ ونظریہ ہوتا ہے کہ ہم ان کی گیارہویں کریں گے تو اس سے ہمارے دنیا کے کام نکلیں گے، اور اگر گیارہویں نہ کریں گے تو بلا نازل ہوگی، بڑے پیر صاحب ناخوش ہوجائیں گے۔

حالانکہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے میں کئی خرابیاں ہیں، مثلاً:

(۱)......اوّل: تو مخلوق کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھنا ہی فاسد اور غلط ہے، جس کی تفصیل مستقل عنوان ''شرکیہ نظریات وحرکات'' کے ضمن میں آگے آرہی ہے۔

(۲)......دوسرے: دنیا کے کام نکالنے کی نیت کرنے کی مثال تو ایسی ہے کہ آپ کسی شخص کے پاس ہدیہ میں مٹھائی لے جائیں اور پیش کرنے کے بعد اس شخص سے کہیں کہ آپ

---

[1] عَنْ أَبِى طَلْحَةَ، رَضِىَ اللّٰهُ عَنهُمْ قَالَ :قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لاَ تَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلاَ تَصَاوِيرُ(بخارى، رقم الحديث ۵۹۴۹، كتاب اللباس، باب التصاوير)

إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۷۷۲، عن اسامة بن زيد)

میرے مقدمہ میں گواہی دے دیں، اندازہ کیجئے یہ شخص کس قدر کبیدہ ورنجیدہ ہوگا اور اس سے اس کو کیسی تکلیف ہوگی۔ پس جب اہلِ دنیا کو تکلیف ہوتی ہے تو اہلُ اللہ کو تو اس سے زیادہ ہوگی۔

غرضیکہ اس میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ دنیا کے لئے تعلق رکھنا ہوا، یہ کیسی بے حیائی ہے کہ جس مُردار دنیا کو وہ چھوڑ کر الگ ہوئے تھے، اسی کے لئے ان سے تعلق کیا جائے۔

صاحبو! ہم کو حضرت شیخ رحمہ اللہ سے جو محبت ہے وہ دنیا کی خاطر نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ ان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے ہم کو ہدایت کا راستہ بتلایا، اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان کی تعلیمات کو دل سے قبول کیا جائے اور اپنی عملی زندگی میں ان کو راہِ ہدایت بنایا جائے، اور ہم ان کو بغیر کسی رسم ورواج کے اخلاص کے ساتھ کچھ ثواب بخش دیں تو ان کے درجات بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوں گے۔

یادرکھیں! کہ اگر ان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہماری بداعمالیوں سے پہنچتی ہے، نہ کہ گیارہویں نہ کرنے سے، یہ عجیب فلسفہ ہوگا کہ ان کی تعلیمات کے خلاف چلنے، نماز، روزہ چھوڑنے اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلاء ہونے سے تو حضرت شیخ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اذیت اور تکلیف کا خوف نہ ہو اور دنیا کے تھوڑے سے کھانے کو اس سے بھی آگے بڑھا دیا جائے۔

(۳)...... تیسرے: گویا نعوذ باللہ تعالیٰ، ان حضرات کے نظریہ کے مطابق، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ مخلوق کو تکلیف دیتے پھرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عام مسلمان کی یہ خوبی اور صفت بیان فرمائی ہے کہ:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِن لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری) [1]

ترجمہ: مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (ترجمہ ختم)

[1] رقم الحديث ١٠، كتاب الايمان، باب :المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، دارطوق النجاة، بيروت.

جب عام مسلمان کے لئے یہ خوبی لازم ہے تو ایک بڑے بزرگ اور ولی کے حق میں یہ کیوں کر باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ مثلاً ایک گیارہویں کے نہ کرنے سے لوگوں کے کام بگاڑیں گے یا نقصان پہنچائیں گے (مستفاد از اشرف الجواب ص ۸۷ و ۸۳ بتغیر واضافہ)

معلوم ہوا کہ گیارہویں کی مروجہ رسم کو انجام دینے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف غلط عقیدہ و نظریہ کی نسبت لازم آتی ہے۔

(۱۷)......شرکیہ نظریات وحرکات

بعض غالی قسم کے لوگ گیارہویں کی رسم اس عقیدہ کے ساتھ کرتے ہیں کہ اس عمل سے حضرت بڑے پیر صاحب ہم سے راضی اور خوش ہوں گے، اور ہمیں ان کا تقرب حاصل ہوگا، اور پھر وہ ہماری حاجات وضروریات پوری کریں گے، اگر کسی کی اولاد نہیں تو اسے اولاد حاصل ہوگی، اگر بے روزگار ہے تو روزگار ملے گا، اگر بیمار ہے تو تندرست ہوجائے گا، اور اگر گیارہویں نہیں دی تو وہ ہم سے ناراض ہونگے، اور ہمیں نقصان پہنچائیں گے، مثلاً کسی کی اولاد یا بھینس مرجائے گی، وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے بے شمار واقعات موجود ہیں، ایک عورت کا بچہ فوت ہوگیا تو وہ کہنے لگی کہ دوتین دفعہ گیارہویں نہیں دے سکی، اس لئے پیر صاحب نے جھپٹا مارا ہے، اور اس قسم کے کئی جاہلانہ واقعات بارہا سننے میں آتے رہتے ہیں۔

اسی وجہ سے اس کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (بالفاظ دیگر غوثِ پاک، یا غوثِ اعظم) کے نام کی نذر و نیاز کا نام دیتے ہیں، اور اپنے کام ہونے کے لئے غوثِ پاک کے نام کی منت اور نذر مانتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ سب سے خطرناک بلکہ ایمان شکن عقیدہ و نظریہ ہے۔

گیارہویں کی مروّجہ رسم کو غلط عقائد کے ساتھ انجام دینے کے بارے میں غالی اہلِ بدعت کی

چند عبارات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) دیا کر پیر دی یارھویں پکا کے ۔۔۔ حل کرے مشکلاں گھڑی وچہ آ کے

(یعنی: دیا کر پیر کی گیارہویں پکا کر ۔۔۔ مشکل گھڑی میں فوراً آ کر مدد کرے گا)

جدوں وی پکاریں گا توں شہ بغدادنوں ۔۔۔ آون گے ضرور آقا تیری امدادنوں

(یعنی: جس وقت بھی شاہِ بغداد کو تو پکارے گا ۔۔۔ وہ آقا ضرور تیری امداد کو آئیں گے)

(گیارہویں شریف ص۴۵ مرتبہ: ابوالحسن محمد علی رضوی)

(۲) ہماری لاج کس کے ہاتھ ہے بغداد والے کے ۔۔۔ بلائیں ٹال دینا کام کس کا غوثِ اعظم کا

فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ سے ہوا ظاہر ۔۔۔ تصرف انس وجن سب پر ہے آقا غوثِ اعظم کا

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مئی ۱۹۷۳ء)

(۳) ان کا حکم جہاں میں نافذ ۔۔۔ قبضہ کل رکھاتے یہ ہیں

قادرِ کل کے نائب اکبر ۔۔۔ کُـــــــنْ کا رنگ دکھاتے یہ ہیں

(حدائق بخشش حصہ ۳ ص ۵۲)

(۴) ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے ۔۔۔ کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

ملاحظہ فرمایئے!

نمبر۱: میں گیارہویں کے متعلق عقیدہ واضح ہے، کسی شرح کا محتاج نہیں۔

نمبر۲: میں عربی جملہ کا مطلب یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت شیخ کا حکم ہر حال میں نافذ ہے، کوئی اس میں رکاوٹ ڈالنے والا نہیں۔

نمبر۳: میں اللہ کی کُن کی صفت کو (نعوذ باللہ) حضرت شیخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

نمبر۴: میں حضرت شیخ کو متصرف، مختار، عالم کا مدبر سب کچھ کہہ دیا گیا (نعوذ باللہ تعالیٰ)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غالی اہلِ بدعت کا یہ طرزِ عمل گیارہویں کی رسم کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق ان نظریات کے ساتھ اور بھی کئی

چیزیں جمع ہیں۔

بعض لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں، اور حضرت کے نام کے مختلف وظیفے گھڑ رکھے ہیں، اور اسی طرح کی دوسری حرکات وخرافات بعض جاہل وغالی لوگوں میں رائج ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

ایک بڑھیا ایک شخص کے پاس آئی کہ بڑے پیر صاحب کی نیاز دیدو، انہوں نے کہا بڑی بی! نیاز تو اللہ میاں کی دیئے دیتا ہوں اور ثواب بڑے پیر کو پہنچائے دیتا ہوں، اس نے جواب دیا کہ نہیں اللہ میاں کی نیاز تو میں دلا چکی ہوں، اس پر بڑے پیر ہی کی نیاز دیدو، اس سے صاف ظاہر ہوا کہ (ایسے) عوام بزرگوں کو صاحبِ اختیار بالاستقلال (یعنی بزرگوں کو مستقل اختیار کا مالک) سمجھتے ہیں (اشرف الجواب ص ۹۱)

نذر و نیاز وغیرہ کی طرح کی چیزیں عبادت کے زمرے میں آتی ہیں اور عبادت اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

دین اور شریعت کی خاص زبان (یعنی اصطلاح) میں ایسے تعبدی اور تعظیمی کاموں کو عبادت کہا جاتا ہے کہ جو کسی ہستی کو غیبی طور پر نفع ونقصان کا مختار اور حاجت روا سمجھ کر اسے خوش اور راضی کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے انجام دیئے جائیں، جیسے سجدہ کرنا، طواف کرنا، نذر و منت ماننا، قربانی کرنا، کسی کے نام کی وظیفہ خوانی پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ [1]

---

[1] واضح رہے کہ اصل عربی زبان میں عبادت کے ایک معنیٰ اطاعت وفرمانبرداری کے بھی ہیں، اور ان دونوں معنوں میں ایک کھلا ہوا اور عام فہم فرق یہ ہے کہ اصطلاحی عبادت اللہ کے سوا کسی کی بھی جائز نہیں بلکہ شرک ہے، لیکن اطاعت مخلوق کی بھی جائز ہے بلکہ بعض اطاعتوں کا خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حکم ہے مثلاً رسول کی اطاعت کا حکم ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے، اسی طرح اولاد کو ماں باپ کی اور بیوی کو شوہر کی خدمت واطاعت کا حکم ہے پس جو لوگ اصطلاحی عبادت اور عبادت بمعنی اطاعت کے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے اور دونوں کو گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ وہ دین کی تشریح میں بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات قرآن وسنت کی رشنی میں واضح ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

فقہائے کرام نے اولیائے کرام اور اصحابِ قبور کے لئے اس طرح کے افعال کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب ''درِمختار'' میں ہے کہ:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَکْثَرِ الْعَوَّامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاھِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِھَا إِلٰی ضَرَائِحِ الْأَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَیْھِمْ فَھُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ مَا لَمْ یَقْصِدُوْا صَرْفَھَا لِفُقَرَاءِ الْأَنَامِ وَقَدْ اُبْتُلِیَ النَّاسُ بِذٰلِکَ،وَلَا سِیَّمَا فِیْ ھٰذِہِ الْأَعْصَارِ

(الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار) [۲]

ترجمہ: یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ جو نذر ومنت اکثر عوام کی طرف سے مُردوں کے لئے مانی جایا کرتی ہے، اور جو روپے پیسے، اور چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں کے لئے اُن کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے لیا جاتا ہے، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہے، اِلّا یہ کہ مقصد غریب عوام پر خرچ کرنا ہو، اور لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں، خاص طور سے اس زمانے میں (ترجمہ ختم)

اور درِمختار کی شرح ردُّ المحتار میں ہے کہ:

(قَوْلُہٗ تَقَرُّبًا إِلَیْھِمْ) کَأَنْ یَّقُوْلَ یَا سَیِّدِیْ فُلَانٌ إِنْ رُدَّ غَائِبِیْ أَوْ عُوْفِیَ مَرِیْضِیْ أَوْ قُضِیَتْ حَاجَتِیْ فَلَکَ مِنَ الذَّھَبِ أَوِ الْفِضَّۃِ أَوْ مِنَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العبادة هى الطاعة والانقياد والخضوع (روح المعانى، ج۱۳ ص۲۱۵، سورة محمد)
وحقيقة العبادة الطاعة بغاية الخضوع ولا يستحقها أحد سوى المالک المعبود(تفسير القرطبى، ج۱۱ ص۱۳۰، سورة مريم)

[۲] ج۲ ص۴۳۹،۴۴۰، کتاب الصوم ، دارالفکر،بيروت.

الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا بَحْرٌ (قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهُ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ. وَمِنْهُ أَنَّهُ إِنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ (رد المحتار على الدر المختار)[1]

ترجمہ: بزرگوں کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے، جیسا کہ یہ کہے کہ اے میرے فلاں بزرگ! اگر میرا فلاں بھاگا ہوا شخص واپس آ جائے، یا میرے مریض کو تندرستی حاصل ہو جائے، یا میری حاجت پوری ہو جائے، تو آپ کے لئے اس طرح سونے چاندی (روپیہ پیسہ) یا کھانے یا چراغ یا تیل وغیرہ پیش کروں گا، بحر کتاب میں اسی طرح ہے۔

اور یہ باطل اور حرام ہے، جس کی کئی وجہ ہیں، ایک یہ کہ اس نے مخلوق کے لئے نذر ومنت مانی ہے، اور مخلوق کے لئے نذر ومنت جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے، اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے منت مانی گئی ہے، وہ میت ہے، اور میت مالک نہیں ہوتی، اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر اس کا نظریہ یہ ہے کہ میت اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں معاملات میں تصرف کرتی ہے، تو ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے (ترجمہ ختم)

اور عمدۃ الرعایہ، حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ:

وَتُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ النُّذُورِ وَوُجُوبِ وَفَائِهِ شُرُوطٌ بَسَطَهَا صَاحِبُ الْبَدَائِعِ وَالْبَحْرِ وَالنَّهْرِ وَغَيْرِهَا مِنْهَا أَنْ يَكُونَ النَّذْرُ تَقَرُّبًا إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَإِنَّ النَّذْرَ لِغَيْرِ اللّٰهِ حَرَامٌ وَلَا يَجِبُ الْوَفَاءُ بِهِ بَلْ يَحْرُمُ أَكْلُ

---

[1] ج۲ ص ۴۳۹، ۴۴۰، کتاب الصوم، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من أکثر العوام من شمع أو زیت أو نحوہ، دارالفکر، بیروت۔

الْمَنْذُوْرِ لِغَیْرِہٖ (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، كتاب الأيمان)

ترجمہ: اور منتوں کے صحیح ہونے کے لئے اور ان کو پورا کرنے کے واجب ہونے کے لئے چند شرائط ہیں، جن کی تفصیل صاحبِ بدائع، اور صاحبِ بحر، اور صاحبِ نہر وغیرہ نے بیان کی ہے، ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نذر و منت اللہ تعالیٰ کی رضا و تقرب حاصل کرنے کے لئے ہو، کیونکہ غیرُ اللہ کے لئے نذر حرام ہے، اور اس کو پورا کرنا واجب نہیں، بلکہ غیرُ اللہ کی نذر مانی ہوئی چیز کو کھانا بھی حرام ہے (ترجمہ ختم)

پس یہ بات خوب سمجھ لینا ضروری ہے کہ نفع ونقصان کا اختیار، حاجتوں کا پورا کرنا، موت وزندگی، تندرستی و بیماری، امیری، غریبی، عزت وذلت وغیرہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

اوراس قسم کے مضامین قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہیں۔

چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْ ءٍ (سورة يٰسين ،آيت ۸۳)

ترجمہ: ہر چیز کا اختیار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے (ترجمہ ختم)

اور سورہ شوریٰ میں ارشاد ہے کہ:

لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورة شورىٰ ،آيت ۱۲)

ترجمہ: زمین وآسمان کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں (ترجمہ ختم)

اور سورہ فاطر میں ارشاد ہے کہ:

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ م بَعْدِہٖ (سورة فاطر، آيت ۲)

ترجمہ: اللہ لوگوں کے لئے جس رحمت کا دروازہ کھولے، کوئی نہیں ہے اسے روک

سکنے والا اور جو وہ روکے تو کوئی نہیں ہے، اس کے بعد اس کو دے سکنے والا (ترجمہ ختم)

اور سورہ حدید میں ارشاد ہے کہ:

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَعَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُوَالظَّاهِرُوَالْبَاطِنُ وَهُوَبِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورة حدید آیت ۲، ۳)

ترجمہ: اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، وہی زندگی دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے (ترجمہ ختم)

اور سورہ روم میں ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورة روم آیت ۴۰)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا، پھر تم کو موت دیتا ہے، پھر تم کو (قیامت میں) زندہ کرے گا (اب یہ بتلاؤ) کیا تمہارے شریکوں میں سے بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے، وہ (ذات) ان لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے (ترجمہ ختم)

اور سورہ ذاریات میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَالرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (سورة ذاريات آیت ۵۸)

ترجمہ: اللہ ہی سب کو رزق پہنچانے والا، قوت والا، نہایت قوت والا ہے (ترجمہ ختم)

اور سورہ نحل میں ارشاد ہے کہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَايَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًامِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًاوَّلَايَسْتَطِيْعُوْنَ (سورة نحل آيت ۷۳)

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، جو اُن کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زمین میں سے اور نہ (اختیار حاصل کرنے کی) قدرت رکھتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور سورہ عنکبوت میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَايَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْالَهٗ (سورة عنكبوت آيت ۱۷)

ترجمہ: تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کر رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم لوگ رزق، اللہ کے پاس سے تلاش کرو، اور اسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر کرو (ترجمہ ختم)

اور سورہ شعراء میں ارشاد ہے کہ:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَيَشْفِيْنِ (سورة شعرآء، آيت ۸۰)

ترجمہ: اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں، تو وہی مجھ کو شفاء دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اور سورہ احزاب میں ارشاد ہے کہ:

قُلْ مَنْ ذَاالَّذِىْ يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَبِكُمْ سُوْٓءً اَوْاَرَادَبِكُمْ رَحْمَةً وَلَايَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّاوَّلَانَصِيْرًا (سورة احزاب، آيت ۱۷)

ترجمہ: اے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے! کہ بتاؤ وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکے اگر وہ کسی بری حالت میں تمہیں مبتلا کرنا چاہے یا تمہارے ساتھ کچھ مہربانی کا ارادہ کرے، اور نہیں پا سکتے وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور مددگار (ترجمہ ختم)

اور سورہ انعام میں ارشاد ہے کہ:

قُلْ اَرَءَ يْتُمْ اِنْ اَخَذَاللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَنْ اِلٰـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ (سورۃ انعام، آیت ۴۶)

ترجمہ: اے نبی ! آپ ان سے کہئے بتلاؤ اگر اللہ تمہارے سننے کی طاقت اورتمہاری بینائیاں چھین لے اور تمہیں اندھا بہرا بنادے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے (یعنی فکروفہم کی صلاحیت سلب کرلے اور تمہاری عقلیں مسخ کردے) تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں دے سکے (ترجمہ ختم)

اورسورہ مُلک میں ارشاد ہے کہ:

اَمَّنْ هٰذَاالَّذِىْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ (سورۃ ملک ،آیت ۲۱)

ترجمہ: اگراللہ اپنا رزق روک لے اور بند کردے، تو وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے سکے (ترجمہ ختم)

اورسورہ مُلک ہی میں ارشاد ہے کہ:

قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآئُكُمْ غَوْرًافَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (سورۃ ملک ، آیت ۳۰)

ترجمہ: آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگرتمہارا پانی نیچے کو غائب (اور خشک) ہی ہوجاوے، پھرکون ہے جو تمہارے پاس نتھرا (صاف وستھرا) پانی لائے؟ (ترجمہ ختم)

اورسورہ اعراف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (سورۃ اعراف، آیت ۱۹۴)

ترجمہ: جن ہستیوں کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو وہ تمہاری ہی طرح (اللہ کے مملوک) بندے ہیں (ترجمہ ختم)

اورسورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے کہ:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا . اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (سورة بنی اسرائیل ،آیت ۵۶،۵۷)

ترجمہ: آپ (ان لوگوں سے) فرمادیجئے کہ جن کوتم اللہ کے سوا (معبود) قراردے رہے ہو، ذراان کو (اپنی تکلیف دور کرنے کے لئے) پکاروتو سہی سووہ نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا (مثلاً تکلیف کو بالکل دور نہ کرسکیں کچھ ہلکا ہی کر دیں) یہ لوگ کہ جن کو مشرکین (اپنی حاجت روائی یا مشکل کشائی کے لئے) پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف (پہونچنے کا) ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے (یعنی وہ خود ہی اطاعت وعبات میں مشغول ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب میسر ہوجائے اور چاہتے ہیں کہ تقرب کا درجہ اور بڑھ جائے) اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے (نافرمانی کی صورت میں) ڈرتے ہیں (اور) واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کی چیز (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ جب وہ خود عابد ہیں تو معبود کیسے ہوسکتے ہیں اور جب وہ خود ہی اپنی ضروریات میں اور تکلیف کے دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو وہ دوسروں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیا کرسکتے ہیں۔

شرک سے یقیناً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بری تھے، اور قیامت کے روز آپ کے نام پر شرکیہ حرکات انجام دینے والوں سے آپ برائت کا خود ہی اعلان فرمادیں گے۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارے میں اس قسم کی برائت کا اعلان فرمائیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْقَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ .قَالَ سُبْحٰنَکَ .مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ. اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ. تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَآاَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ .اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(سورۃ مائدہ،آیت ۱۱۶)

ترجمہ: اور (وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے) جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی اللہ کے علاوہ معبود قرار دے لو (عیسیٰ علیہ السلام) عرض کرینگے کہ (توبہ توبہ) میں تو آپ کو (شرک سے) منزّہ (وپاک) سمجھتا ہوں، مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں، اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو (یقیناً) اس کا علم ہوگا آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں، اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا، تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہی ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (جن کے نام کی گیارھویں کی جاتی ہے) فرماتے ہیں کہ:

لَیْسَ لِأَحَدٍ ضَرٌّ وَّنَفْعٌ وَلَا جَلْبٌ وَّلَا دَفْعٌ وَلَا عِزٌّ وَلَا ذِلٌّ وَلَا رَفْعٌ وَلَا خَفْضٌ وَلَا فَقْرٌ وَلَا غِنًی وَلَا تَحْرِیْکٌ وَلَا تَسْکِیْنٌ اَلْأَشْیَاءُ کُلُّھَا خَلْقُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَبِیَدِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ(فتوح الغیب) [1]

ترجمہ: کسی کو نقصان اور نفع اور کوئی فائدہ پہنچانے اور کوئی چیز دور کرنے، اور عزت اور ذلت اور اونچا اور نیچا کرنے، اور فقر اور غنا اور حرکت اور سکون کا اختیار نہیں، تمام اشیاء اللہ عزوجل کی مخلوق اور اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں ہیں (ترجمہ ختم)

---

[1] ص ۲۶، المقالة الثامنة عشرة فی النهی عن الشکوی.

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

ان امور میں بعضے تو بالکل شرک ہیں، جیسے تعبداً (عبادت کے طور پر غیراللہ کو) سجدہ کرنا اور منتیں ماننا اور طواف کرنا اور یا شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ یا شیخ سلیمان رحمہ اللہ کا وظیفہ پڑھنا، جیسا عوام کا عقیدہ ہے، ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اور مشرک بن جاتا ہے، ''اَمَرَاَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ'' اور بعضے امور بدعت وحرام ہیں، ان کے کرنے سے بدعتی وفاسق ہوگا۔ ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ'' البتہ اگر ان کو مستحسن (یعنی اچھا) وحلال سمجھے گا تو خوف کفر کا ہے، کیونکہ استحلال معصیت کا (یعنی قطعی گناہ کو حلال سمجھنے کا عقیدہ) کفر ہے

(امداد الفتاویٰ ج۵ص ۲۵۴، کتاب البدعات)

مگر چونکہ اس قسم کے افعال کرنے والوں کے افعال واقوال میں تاویلیں ہوسکتی ہیں، اس لئے ان سب کو (علی الاطلاق اور علی العموم) صریح کافر نہ کہا جاوے گا، مگر اس میں شک نہیں کہ خوف اندیشۂ کفر کا ہے (امداد المفتین، ص۱۷۹، کتاب السنۃ والبدعۃ) [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

''حاصل اس اعتقاد تاثیر وعدمِ اعتقاد تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اُس کا مقرب ہے، کچھ قدرتِ مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اُس کا اپنے معتقد ومخالف کو نفع وضرر پہنچانا مشیتِ جزئیہ پر موقوف نہیں، گو اگر روکنا چاہے پھر قدرت حق ہی غالب ہے جیسے سلاطین اپنے نائبین وحکام کو خاص اختیارات اس طرح دیدیتے ہیں کہ اُن کا اجرا اُس وقت سلطانِ اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا سو یہ عقیدہ تو اعتقادِ تاثیر ہے اور مشرکینِ عرب کا اپنے الٰہۂ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرتِ مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں مگر بعض مخلوقات کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کے لئے سفارش کرتے ہیں پھر اُس سفارش کے بعد قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور اس سفارش کی تحصیل کے لئے اس کے ساتھ بلاواسطہ یا بواسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں یہ عقیدہ اعتقادِ تاثیر نہیں ہے لیکن بلا دلیلِ شرعی بلکہ خلافِ دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکھنا معصیت اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیت عملیہ ہے، اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقاتِ شرعیہ میں اس کو مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ ھذا ما سنح لی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ مشرکین کے پتھر کے بت اصل معبود نہیں تھے بلکہ مشرکین کا یہ مشرکانہ عقیدہ اور مشرکانہ عمل ان بزرگ روحوں اور ان روحانی ہستیوں کے ساتھ تھا، جن سے یہ پتھر کے بت منسوب تھے، قرآن مجید کی سورہ نوح میں قومِ نوح کے کئی بتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، مثلاً ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر۔

اوران بتوں کے متعلق روایات میں ہے کہ دراصل یہ نام چند بزرگوں کے ہیں، جو واقعی بزرگ اور اہلُ اللہ تھے، جب وہ انتقال کر گئے، تو کچھ زمانے کے بعد اُن کے عقیدت مندوں نے ان کی یاد کے لئے نشانی کے طور پر اُن کے مجسمے بنائے اور ان کی تعظیم کرنے لگے، بعد کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واللہ اعلم‘‘ (حاشیہ بوادرُ النوادر صفحہ ۷۰۷، درذیل رسالہ’’ الادراک والتوسل الی حقیقۃ الاشراک والتوسل‘‘)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

’’شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرکِ اصغر، دوسری شرکِ اکبر، ان دونوں میں فرق ہے، بس یہ سمجھ لیجئے کہ شرکِ اصغر مزیلِ ایمان نہیں، البتہ مزیلِ واجباتِ ایمان ہے، ہمارے اور نجدیوں کے درمیان یہی تو فرق ہے وہ یہ دو درجے نہیں نکالتے، ان کے یہاں بس ایک ہی حقیقت ہے یعنی شرکِ اصغر کوئی نہیں..................شرک کے ان دونوں درجوں میں ایک باریک فرق ہے..................(بزرگوں کو معین و مددگار سمجھنے میں) استقلال کے اعتقاد کو جو شرک کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو ایسا متصرف مانا جاوے کہ گو قوت تصرف کی حق تعالیٰ سے ہی عطا ہوئی ہو مگر بعد عطا پھر صرف اس کا ارادہ اس تصرف کے لئے کافی ہو جاوے، حق تعالیٰ کے ارادۂ جزئیہ کی حاجت نہ ہو، گو اس قوت کا سلب کر لینا بھی حق تعالیٰ کے اختیار میں ہو مگر جب تک سلب نہ فرماویں اس وقت تک صرف اس کا ارادہ کافی سمجھا جاوے، حق تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف نہ مانا جاوے......

......اگر بزرگوں کے متعلق بھی کسی کا یہی عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دے دیا ہے کہ جب یہ چاہیں اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں، حق تعالیٰ کی مشیتِ جزئیہ کی حاجت نہیں رہتی بلکہ بلا مشیتِ جزئیہ کے بھی ان کا چاہنا پورا ہو سکتا ہے تو بلاشک ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے اور یہ شرکِ اکبر ہے............اور شریعت میں کافر و مشرک ایسے ہی مشرک کو کہتے ہیں اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیتِ ایزدی کے محتاج تو ہیں اور اذنِ جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیتِ ایزدی ہو ہی جاتی ہے تو گو یہ شرک و کفر نہیں مگر کذب فی الاعتقاد و معصیت و شرکِ اصغر ہے اور پہلا درجہ شرکِ اکبر ہے ....واعظ لوگ سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں...........ہمارے اور نجدیوں کے درمیان یہی فرق ہے کہ ہم شرکِ اصغر کے مرتکب کو مشرک اور کافر نہیں سمجھتے بلکہ فاسق و بدعتی سمجھتے ہیں اور نجدی ایسے شخص کو بھی کافر و مشرک سمجھتے ہیں‘‘ (القول الجلیل حصہ اوّل صفحہ ۸ تا ۱۱ ملخصاً)

نسلوں کو شیطان نے ان کی عبادت کے راستہ پر لگا دیا، اسی طرح مشرکینِ عرب جن بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ بت بھی کچھ روحانی ہستیوں کی نشانی یا یادگار سمجھے جاتے تھے اور دراصل عبادت ان روحانی ہستیوں کی کی جاتی تھی اور انہیں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جاتا تھا۔

جس طرح ہندوؤں میں مثلاً کرشن جیؔ یا رام چندر جیؔ کی مورتی (مجسمے) کی پوجا کی جاتی ہے، تو عبادت اور پوجا اس مورتی کی مقصود نہیں ہوتی بلکہ کرشن جیؔ اور رام چندر جیؔ کی شخصیت کی عبادت مقصود ہوتی ہے اور اس مورتی کو ان کے دھیان اور ان کی پوجا کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور اسی نسبت سے اس کا احترام کیا جاتا ہے۔

بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کا صحیح احترام اور اکرام یہ ہے کہ ان کی تعلیمات وہدایات کی اتباع کی جائے، نبی کی پیروی اور اتباع کرنے والا بزرگ ''ولی'' کہلاتا ہے، لہٰذا ولی کوئی بات شریعت کے خلاف نہیں کہتا بلکہ وہ تو شریعت کا راستہ بتاتا ہے۔ [1]

(۱۸)......گیارہویں کا چندہ

آج کل گیارہویں کی رسم انجام دینے کے لئے بہت سی جگہ چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اور بعض جگہ مزاروں کے مجاوِر، ملنگ، اور چرسی، مختلف حلیے بنا کر ڈھول، باجوں،

---

[1] جناب پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہر طرح کی حمد وثنا کے لائق تو صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اس کے برعکس انسانی تعریف وستائش کا دائرہ بہرحال محدود ہے، جو صفات شانِ الوہیت کے ساتھ مختص ہیں، کسی بھی انسان کو ان کا مستقل طور پر مالک اور متصرف سمجھنا یقیناً شرک ہے اعاذنا اللہ منہ (''فیضِ نسبت'' مجموعۂ مناقب، پیش لفظ۔ مطبوعہ مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف)

مزید لکھتے ہیں کہ:

ہم اہل سنت انبیاء واولیاء کو منزل نہیں، بلکہ نشانِ منزل سمجھتے ہیں، منزلِ مقصود صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور یہی انبیاء واولیاء کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ ہم ان ذواتِ مقدسہ کا احترام ضرور کرتے ہیں، مگر ایک متعین حد تک۔ احترام بھی اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب حاصل ہے، اور ان کی عزت کا واحد سبب اللہ تعالیٰ سے ان کی لازوال نسبتِ عبدیت ہے (ایضاً)

جھنڈوں کے ساتھ چادریں پھیلا پھیلا کر گیارہویں کے نام سے چندہ جمع کرتے ہیں، گلی گلی، اوردوکانوں میں جا کراس کی ترغیب دی جاتی ہے۔

حالانکہ شرعاً یہ چندے کا لینادینا جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔

کیونکہ اوّل تو مروّجہ گیارہویں کی رسم ہی گناہ ہے، بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، اور چندہ دینے والے اس رسم میں تعاون کرنے والے شمار ہوتے ہیں، اور گناہ کا تعاون کرنا بھی گناہ ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورة المائدة آيت ۲)

ترجمہ: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو (ترجمہ ختم)

دوسرے بلاضرورت کسی سے مانگنا اور سوال کرنا شرعاً جائز نہیں۔

احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اور بلاسخت ضرورت کے سوال کرنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کے چہرے میں گوشت کا کوئی حصہ نہیں ہوگا (ترجمہ ختم)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَأَنْ يَّغْدُوَ أَحَدُكُمْ فَيَحْطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَتَصَدَّقَ بِهٖ وَيَسْتَغْنِيَ بِهٖ مِنَ النَّاسِ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ رَجُلًا أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهٗ ذٰلِكَ فَإِنَّ الْيَدَ

---

[1] رقم الحديث ۱۰۴۰ "۱۰۴"، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، دار إحياء التراث العربى -بيروت، واللفظ لهٗ، بخارى رقم الحديث ۱۳۸۱، عن ابنِ عمر.

اَلْعُلْیَا أَفْضَلُ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (مسلم) [1]

ترجمہ: تم میں سے کوئی صبح کو نکل جائے، پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کی گٹھری لاد کر لائے، پھر اس کو صدقہ کردے، اور اس کی وجہ سے لوگوں سے مستغنی ہوجائے (یعنی اس کو فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کرلے، اور لوگوں سے سوال نہ کرنا پڑے) یہ بہتر ہے، اس سے کہ وہ کسی آدمی سے سوال کرے، جو اس کو دے دے یا اسے منع کردے، پس بے شک اوپر والا (یعنی سوال نہ کرنے بلکہ دینے والا) ہاتھ نیچے والے (یعنی سوال کرنے والے) ہاتھ سے افضل ہے (ترجمہ ختم)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ مروّجہ گیارہویں کی رسم شرعاً ضروری نہیں بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، اس لئے اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔

تیسرے اس طرح لوگوں کے دَر پر جا جا کر اور راستوں میں روک روک کر چندہ کرنے میں چندہ دینے والوں کی خوشدلی بھی عموماً ملحوظ نہیں ہوتی، اور مسلمان کی خوشدلی کے بغیر اس کا مال حاصل کرنا حلال نہیں۔

چنانچہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ یَّأْخُذَ عَصَا أَخِیْهِ بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسِهٖ وَذٰلِکَ لِشِدَّةِ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ (مسند أحمد) [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۴۲ ۲ "۱۰۶"، کتاب الزکاۃ، باب کراهة المسألة للناس، دار إحیاء التراث العربی -بیروت، واللفظ لهٗ، ترمذی رقم الحدیث ۶۱۲ عن ابی هریرة.

[2] رقم الحدیث ۲۳۶۰۵، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ، صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۵۹۷۸.

قال الهیثمی:

رواه أحمد والبزار ورجال الجمیع رجال الصحیح. (مجمع الزوائد، ج۴ص ۱۷۱، باب الغصب وحرمة مال المسلم، مکتبة القدسی، قاهرة)

وقال شعیب الأرنؤوط :إسناده صحیح (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی بھی بغیر اس کی خوشدلی کے لے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے مال کے احترام کو سختی کے ساتھ لازم کردیا ہے (ترجمہ ختم)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لاَ يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسِهٖ (دارقطنی) [1]

ترجمہ: کسی مسلمان کا مال اس کی خوشدلی کے بغیر حلال نہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جوخطبہ دیا، اس میں یہ بھی ارشادفرمایا کہ:

لاَ يَحِلُّ لاِمْرِءٍ مِّنْ مَالِ أَخِيْهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ مِنْ طِيْبِ نَفْسٍ (السنن الکبری للبیهقی) [2]

ترجمہ: کسی شخص کے لئے اس کے مسلمان بھائی کا کوئی بھی مال حلال نہیں، سوائے اس کے کہ اس نے خوشدلی سے دیا ہو (ترجمہ ختم)

اورحضرت عمرو بن یثربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَلَا وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ مِّنْ مَالِ أَخِيْهِ شَيْءٌ، إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ (مسند احمد) [3]

---

[1] رقم الحديث، ٢٨٨٥، كتاب البيوع، مؤسسة الرسالة، بيروت - لبنان.

[2] رقم الحديث ١١٥٢٤، كتاب الغصب، باب لا يملك أحد بالجناية شيئا جنى عليه إلا أن يشاء هو والمالك، دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان.

[3] رقم الحديث ٢١٠٨٢، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان، واللفظ لهٗ، سنن دارقطني، رقم الحديث ٢٩٢٢.

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ خبردار کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کا کوئی مال حلال نہیں ہے سوائے اس مال کے جو اس نے خوشدلی سے دیا ہو (ترجمہ ختم)

پس شرم وحیاء دِلا کر اور کسی طرح کا دوسرے کے دل پر دباؤ ڈال کر چندہ کرنا جائز نہیں۔

پھر اس چندہ کی رقم کا نہ کوئی حساب ہوتا ہے نہ کتاب اور نہ ہی کسی اصول کا کوئی پابند ہوتا ہے کہ یہ چندہ کہاں خرچ کرنا ہے اور کہاں نہیں؟ یا تو چندہ جمع کرنے والے ہی آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، اور برائے نام کچھ رسمی چیزوں میں خرچ کر دیتے ہیں، یا پھر نشے وغیرہ میں اس کو خرچ کر کے نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح اس رسم کے لئے چندہ جمع کرنے والے گناہ گار ہوتے ہیں، اس طرح دینے والے بھی اس رسم اور اس کی خاطر انجام دیئے جانے والے گناہوں میں اپنے مال سے تعاون کر کے گناہ گار ہوتے ہیں۔

کیونکہ گناہ کا تعاون کرنا بھی گناہ ہے، لقولہٖ تعالیٰ:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورة المائدة، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اور بُرائی اور زیادتی پر تعاون نہ کرو (ترجمہ ختم)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

گیارہویں کی رسم میں شرکت اور کھانے کا شرعی حکم

کیونکہ گیارہویں کی رسم کرنے والوں میں سے بعض کا عقیدہ تو شرک کی حدوں کو چھونے لگتا ہے اور بعض کا عقیدہ اس درجہ کا بگڑا ہوا تو نہیں ہوتا، لیکن بہرحال گیارہویں کی مروّجہ رسم موجودہ وقت میں کئی گناہوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔

پس مروجہ گیارہویں کا کھانا اگر غیرُ اللہ کو نفع نقصان کا مالک سمجھ کر نہ پکایا جائے، تو یہ کھانا یا چیز بذاتِ خود تو حرام نہیں ہے، لیکن اس کے قبول کرنے میں ایک بدعت کے گناہ کی تائید لازم آتی ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور ایسی چیز کے استعمال کرنے سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے۔

اور اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا کھانا تیار کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر ومنت مان کر کسی شخص کو کوئی ایسا کھانا وغیرہ پیش کرے، تو بعض حضرات نے اس طرح کے کھانے کو ''ما اُہِل لغیر اللہ بہٖ'' میں داخل کر کے مُردار کی طرح حرام قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سوئم، دہم، چہلم وغیرہ (مثلاً گیارہویں) سب بدعت ہیں اور کافر اہلِ ہنود سے لی گئی ہیں، اور کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا بھی اہلِ ہنود کا طریقہ ہے، ان رسموں کا چھوڑنا واجب ہے، کیونکہ حدیث میں ہے ''مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُم'' (یعنی جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہیں میں سے ہے) (ابوداؤد فی اللباس، ومسند احمد) اور جو کھانا اس قسم کی بدعات پر مشتمل ہو وہ کھانا نہ کھایا جائے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ''دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ'' (مشکوٰۃ) (یعنی شک والی چیز کو چھوڑ دو اور جس چیز میں شک نہ ہو اس پہلو کو اختیار کرو) اور وہ کھانا اور شیرینی کہ جس پر بزرگوں کے نام کی نیاز دی جاتی ہے، یہی حکم اس کا بھی ہے بعضے جاہل ان بزرگوں کے تقرب (یعنی ان کا قرب حاصل کرنے) کی نیت سے اور ان سے مرادیں طلب کرنے کے لئے اس قسم کی نیاز کرتے ہیں، یہ شرک ہے اور ایسا کھانا یا شیرینی کا کھانا حرام ہے، بوجہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہم نے بھی پہلے اس کے مطابق ہی حکم تحریر کیا تھا۔

لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے حضرات کے نزدیک ایسا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ''وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ'' (الاٰية) کے۔ اور بعض لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے یہ عمل کرتے ہیں اور یہ نیت رکھتے ہیں کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ فلاں بزرگ کی روح کو پہنچادے، یہ جائز ہے اور ایسا کھانا اور شیرینی حلال ہے (بشرطیکہ دن وغیرہ کی تعیین نہ ہو اور کوئی دوسری بدعت یا غیروں کے ساتھ تشبہ وغیرہ شامل نہ ہو، جیسا کہ پہلے گزرا) (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۶۰ و ۲۶۱ ترجمہ، از فارسی)

۱؎ وَإِذَا نَذَرَ طَعَامًا مِّنَ الْخُبْزِ أَوْ غَيْرِهٖ لِلْحِيْتَانِ الَّتِيْ فِيْ تِلْكَ الْعَيْنِ، أَوِ الْبِئْرِ وَكَذٰلِكَ إِذَا نَذَرَ مَالًا مِّنَ النَّقْدِ أَوْ غَيْرِهٖ لِلسَّدَنَةِ، أَوِ الْمُجَاوِرِيْنَ الْعَاكِفِيْنَ بِتِلْكَ الْبُقْعَةِ، فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ السَّدَنَةَ فِيْهِمْ شِبْهٌ مِّنَ السَّدَنَةِ الَّتِيْ كَانَتْ لِلَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةَ، يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَالْمُجَاوِرُوْنَ هُنَاكَ فِيْهِمْ شِبْهٌ مِّنَ الْعَاكِفِيْنَ الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيْمُ الْخَلِيْلُ إِمَامُ الْحُنَفَاءِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ) وَقَالَ (أَفَرَأَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ، أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُوْنَ، فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ) وَالَّذِيْنَ أَتٰى عَلَيْهِمْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَوْمُهٗ كَمَا قَالَ تَعَالٰى (وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ) فَالنَّذْرُ لِأُولٰئِكَ السَّدَنَةِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ فِيْ هٰذِهِ الْبِقَاعِ الَّتِيْ لَا فَضْلَ فِي الشَّرِيْعَةِ لِلْمُجَاوِرِ بِهَا، نَذْرُ مَعْصِيَةٍ، وَفِيْهِ شِبْهٌ مِّنَ النَّذْرِ لِسَدَنَةِ الصُّلْبَانِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ عِنْدَهَا، أَوْ لِسَدَنَةِ الْأَنْدَادِ الَّتِيْ بِالْهِنْدِ وَالْمُجَاوِرِيْنَ عِنْدَهَا.

ثُمَّ هٰذَا الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ، إِذَا صَرَفَهٗ فِيْ جِنْسِ تِلْكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلُ أَنْ يَّصْرِفَهٗ فِيْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، أَوْ لِلصَّالِحِيْنَ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، الَّذِيْنَ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِالْمَالِ عَلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ كَانَ حَسَنًا (اقتضاء الصراط المستقيم -لابن تيمية، ج۲، ص۱۵۸، الیٰ ص ۱۶۰، فصل فی الانواع الاعياد المكانية)

قال العلامة ظفر احمد العثمانی تحت هذه العبارة :

فَهٰذَا بِظَاهِرِهٖ يُشْعِرُ بِأَنَّ هٰذَا النَّذْرَ لَا يُحَرِّمُ الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ بَلْ هُوَ مَعْصِيَةٌ بِنَفْسِهٖ (''البذر للخیر فی النذر للغیر''، سلسله النور، رمضان صفحه ۲۲، مطبوعه: تهانه بهون)

وَالنَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِأَهْلِ الْقُبُوْرِ كَالنَّذْرِ لِإِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ وَالشَّيْخِ فُلَانٍ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ وَإِنْ تَصَدَّقَ بِمَا نَذَرَهٗ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّهٗ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ كَانَ خَيْرًا لَّهٗ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَنْفَعَ (الإقناع فی فقه الإمام أحمد بن حنبل، لموسى بن أحمد، المقدسی، ج۴، ص۳۵۸، كتاب الأيمان وكفاراتها)

(اَلنَّذْرُ لِلْقُبُوْرِ أَوْ لِأَهْلِ الْقُبُوْرِ كَالنَّذْرِ لِإِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ) عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَالشَّيْخِ فُلَانٍ نَذْرُ مَعْصِيَةٍ لَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ، وَإِنْ تَصَدَّقَ بِهٖ) أَيْ: بِمَا نَذَرَهٗ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّسْتَحِقُّهٗ مِنَ الْفُقَرَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ؛ فَهُوَ (خَيْرٌ لَّهٗ) عِنْدَ اللّٰهِ وَأَنْفَعُ، وَقَالَ: مَنْ نَذَرَ إِسْرَاجَ بِئْرٍ أَوْ جَبَلٍ أَوْ شَجَرَةٍ أَوْ نَذَرَ لَهٗ أَوْ لِسُكَّانِهٖ أَوِ الْمُضَافِيْنَ إِلٰى ذٰلِكَ الْمَكَانِ (وَكَذَا النَّذْرُ لِلْمُقِيْمِ عِنْدَ الْقَبْرِ لِتَنْوِيْرِهٖ وَتَبْخِيْرِهٖ) لَمْ يَجُزْ، وَلَا يَجُوْزُ الْوَفَاءُ بِهٖ إِجْمَاعًا، وَيُصْرَفُ فِي الْمَصَالِحِ مَا لَمْ يُعْرَفْ رَبُّهٗ، وَمِنَ الْحَسَنِ صَرْفُهٗ فِيْ نَظِيْرِهٖ مِنَ الْمَشْرُوْعِ (مطالب أولى النهى فی شرح غاية المنتهى، لمصطفى بن سعد الرحيبانی الحنبلی، ج۶، ص۴۲۴، باب النذر)

جبکہ استعمال کرنے والے کا اپنا عقیدہ درست ہو، مگر اس کے قبول کرنے میں بھی گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور اشیاء کے استعمال کرنے سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہئے، تاآنکہ اس طرح کا کھانا تیار کرنے والا اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کرلے، اور دلائل میں غور کرنے کے بعد اب ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔ [1]

---

[1] هٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ جَعَلَ فِيْهَا شَيْخُ الْإِسْلَامِ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ الْغَزِّيُّ رِسَالَةً حَاصِلُهَا......(وَبَعْدَ اَسْطُرٍ)......ثُمَّ قَالَ وَفِيْ شَرْحِ الدُّرَرِ لِلْعَلَّامَةِ قَاسِمٍ وَ اَمَّا النَّذْرُ الَّذِيْ يَنْذُرُوْنَهٗ اَكْثَرُ الْعَوَامِ كَأَنْ يَّقُوْلَ يَا سَيِّدِيْ فُلَانٌ يَعْنِيْ بِهٖ وَلِيًّا مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ اَوْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اِنْ رُدَّ غَائِبِيْ اَوْ عُوْفِيَ مَرِيْضِيْ اَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِيْ فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ اَوِ الْفِضَّةِ اَوِ الطَّعَامِ اَوِ الشَّرَابِ اَوِ الزَّيْتِ كَذَا فَهٰذَا بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ لِاَنَّهٗ نَذْرٌ لِمَخْلُوْقٍ وَهُوَ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ اَيِ النَّذْرَ عِبَادَةٌ فَلَا تَكُوْنُ لِمَخْلُوْقٍ وَ الْمَنْذُوْرُ لَهٗ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ وَ اِنَّهٗ اِنْ ظَنَّ اَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْاُمُوْرِ كُفْرٌ اِلَّا اَنْ قَالَ يَا اللّٰهُ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ اِنْ فَعَلْتَ مَعِيْ كَذَا اَنْ اُطْعِمَ الْفُقَرَاءَ بِبَابِ السَّيِّدَةِ نَفِيْسَةَ اَوِ الْاِمَامِ الشَّافِعِيِّ وَ نَحْوِهِمَا فَيَجُوْزُ حَيْثُ يَكُوْنُ فِيْهِ نَفْعٌ لِلْفُقَرَاءِ اِذِ النَّذْرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ ذِكْرُ الشَّيْخِ لِمَحَلِّ الصَّرْفِ لِمُسْتَحَقِّيْهِ الْقَاطِنِيْنَ بِرِبَاطِهٖ اَوْ مَسْجِدِهٖ فَيَجُوْزُ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ اِذْ مَصْرَفُ النَّذْرِ الْفُقَرَاءُ وَ قَدْ وُجِدَ وَ الْغَنِيُّ غَيْرُ مُحْتَاجٍ فَلَا يَجُوْزُ الصَّرْفُ عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ ذَا نَسَبٍ بِذٰلِكَ الْوَلِيِّ مَا لَمْ يَكُنْ فَقِيْرًا وَلَمْ يَثْبُتْ فِي الشَّرْعِ جَوَازُ الصَّرْفِ لِلْاَغْنِيَاءِ لِلْاِجْمَاعِ عَلٰى حُرْمَةِ النَّذْرِ لِلْمَخْلُوْقِ وَلَا لِخَادِمِ الشَّيْخِ اِنْ كَانَ غَنِيًّا فَاِذَا عَلِمْتَ هٰذَا فَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَ الشَّمْعِ وَ الزَّيْتِ وَ غَيْرِهَا فَيُنْقَلُ اِلٰى ضَرَائِحِ الْاَوْلِيَاءِ تَقَرُّبًا اِلَيْهِمْ لَا اِلَى اللّٰهِ فَحَرَامٌ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا لَمْ يَقْصُدُوْا الْفُقَرَاءَ الْاَحْيَاءَ قَوْلًا وَّاحِدًا وَ قَدْ عُلِمَ مِمَّا نَقَلْنَاهُ اِنَّ مَا يَنْذُرُهُ الْعَوَامُ لِلشَّيْخِ مَرْوَانَ وَ عَلِيِّ بْنِ عَلِيْلٍ وَ رُوْبَيْلَ لَا يَصِحُّ وَلَا يَلْزَمُ وَ لَيْسَ لِلْخَادِمِ اَخْذُهٗ عَلٰى اَنَّهٗ نَذْرٌ صَحِيْحٌ اِلَّا اِذَا اَخَذَهٗ عَلٰى وَجْهِ الصَّدَقَةِ الْمُبْتَدَأَةِ وَ كَانَ فَقِيْرًا وَعُلِمَ اَيْضًا اَنَّ غَيْرَ الْخَادِمِ لَوْ اَخَذَهٗ عَلٰى اَنَّهٗ صَدَقَةٌ لَّهٗ ذٰلِكَ وَ لَيْسَ لِلْخَادِمِ نَزْعُهٗ مِنْهُ لِاَنَّهٗ لَمْ يَمْلِكْهُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاذِرُ عَيَّنَهٗ فِيْ نَذْرِهٖ وَ كَانَ فَقِيْرًا، خُلَاصَةُ كَلَامِ الشَّيْخِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْغُزِّيِّ التَّمُرْتَاشِيِّ الْحَنَفِيِّ بِتَارِيْخِ ذِي الْقَعْدَةِ الْحَرَامِ مِنْ شُهُوْرِ سَنَةِ ثَمَانِيَةٍ وَّسَبْعِيْنَ وَ تِسْعَمِائَةٍ. (اَقُوْلُ) قَدْ اِسْتَبَاحَ هٰذَا الْمُحَرَّمَ الْمُجْمَعَ عَلٰى حُرْمَتِهٖ جَمَاعَةٌ يَزْعَمُوْنَ اَنَّهُمْ مُّتَصَوِّفَةٌ يُقَالُ فِيْ حَقِّهِمْ قُدْوَةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ مُرَبِّي الْمُرِيْدِيْنَ وَيُبَالِغُوْنَ فِيْ اَخْذِهٖ وَيُطَالِبُوْنَ النَّاذِرَ بِهٖ فَاِنِ امْتَنَعَ قَدَّمُوْهُ اِلٰى قُضَاةِ هٰذَا الزَّمَنِ فَيَحْكُمُوْنَ بِهٖ وَرُبَمَا اِسْتَعَانُوْا بِالشُّرْطَةِ وَ حُكَّامِ السِّيَاسِيَّةِ بَلْ يَفْعَلُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ ذٰلِكَ وَهُوَ اَنَّهُمْ يَسُوْمُ مِنْهُمُ الْمُتَصَدُّوْنَ لِجَمْعِ النَّوَاحِي الَّتِيْ تَقَعُ فِيْهَا هٰذِهِ النُّذُوْرُ فَيُقَاطِعُوْنَهُمْ وَ يَضْرِبُوْنَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ نَاحِيَةً بِمَبْلَغٍ مِّنَ الْمَالِ فِي الذِّمَّةِ يُؤْخَذُ مِنْهُمْ اِذَا اِنْتَهَى الْاَجَلُ الْمَضْرُوْبُ فَيُدْفَعُ مَا هُوَ مَضْرُوْبٌ عَلَيْهِ وَ يَاْكُلُ مَا بَقِيَ وَ يَعُدُّ الْفَاضِلَ رِبْحًا حَصَلَ لَهٗ بِبَرْكَةِ الشَّيْخِ وَ يَرٰى اَنَّ مَنْ مَنَعَ ذٰلِكَ هَلَكَ وَاِنَّ سَبَبَ قَضَاءِ حَاجَتِهٖ هٰذَا النَّذْرُ وَ اِنَّ الشَّيْخَ رَدَّ غَائِبَهٗ اَوْ عَافٰى مَرِيْضَهٗ اَوْ قَضٰى حَاجَتَهٗ وَ يَزْعَمُوْنَ اَنَّهٗ لَا يُبَاحُ تَنَاوُلُهٗ لِغَيْرِهِمْ قَائِلِيْنَ هُوَ نَذْرُ جَدِّنَا فُلَانٍ وَهُمْ اَغْنِيَاءٌ مُتَمَوِّلُوْنَ وَ مَنْ تَنَاوَلَ شَيْئًا مِنْهُ عَاقَبُوْهُ وَ اَدَلُّوْا بِهٖ اِلَى الْحُكَّامِ مُعْتَقِدِيْنَ اَنَّهٗ اِرْتَكَبَ كَبِيْرَةً فِيْ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کوئی اس عقیدہ کے ساتھ جانور ذبح کرے، تو اس کے ''ما اُھِلَّ لغیر اللہ بہٖ'' میں داخل ہو کر حرام ہونے میں شبہ نہیں۔ [1]

(تفصیل و دلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم'')

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الدِّيْنِ وَ بَاشَرَ شَنِيْعَةً بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ رُبَمَا حَكَمَ لَهُمْ بِهٖ قُضَاةُ الْعَهْدِ وَ قَدْ صَرَّحَ فِي الْبَحْرِ اَنَّهٗ لَوْ رَفَعَ اِلَى الْقَاضِيْ لَا يَجْبُرُهُ الْقَاضِيْ عَلٰى وَفَائِهٖ وَلَنَا تَتِمَّةٌ عَلٰى رِسَالَةِ الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ فِيْهَا مَا يَشْفِي الْغَلِيْلَ وَالْاَمْرُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الْجَلِيْلِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ (الفتاوى الخيرية لنفع البرية، ص۱۷۱ و۱۸۱، كتاب الصوم، فصل فى النذر، قبيل كتاب الحج، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، آرام باغ، كراچى)

[1] فَصَرَّحَ صَاحِبُ الْبَحْرِ بِحُرْمَةِ هٰذَا النَّذْرِ لِلْوُجُوْهِ الثَّلٰثَةِ :اَوَّلًا ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهَا كَرَاهَةَ اَخْذِ الْمَنْذُوْرِ مِثْلَهٗ وَكَرَاهَةَ اَكْلِهٖ وَالتَّصَرُّفَ فِيْهِ اِلَّا لِلْفُقَرَاءِ الْمُضْطَرِّيْنَ ،ثَانِيًا وَهَلْ كَرَاهَةُ اَخْذِهٖ لِكَوْنِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ دَاخِلًا فِيْمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اَمْ لِوَجْهٍ آخَرَ، وَعِنْدِيْ اَنَّ عِلَّةَ الْكَرَاهَةِ لَيْسَ كَوْنُهٗ مِمَّا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ لِمَا عَرَفْتَ اَنَّ مَعْنَاهُ مَاذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَبِاسْمِ غَيْرِ اللّٰهِ فَغَيْرُ الْمَذْبُوْحِ خَارِجٌ عَنْهُ سَوَاءٌ كَانَ غَيْرَ حَيْوَانٍ اَوْحَيْوَانًا قُرِبَ بِهٖ اِلٰى قَبْرِ صَالِحٍ لَايَقْصِدُ الذَّبْحَ، وَاَيْضًا فَلَوْكَانَتِ الْعِلَّةُ هٰذِهٖ لَمْ يَجُزْ اَخْذُهٗ لِلْفَقِيْرِ الْعَاجِزِ عَنِ الْكَسْبِ الْمُضْطَرِّ اَيْضًا مَالَمْ يَشْرِفْ عَلَى الْهَلَاكِ وَلَمْ يَجُزْ اَخْذُهٗ لِلْمُشْرِفِ عَلَى الْهَلَاكِ اَيْضًا اِلَّا بِقَدْرِ مَايَسُدُّ رَمَقَهٗ، وَكَلَامُ الْبَحْرِ مُطْلَقٌ عَنْهُ لَاسِيَّمَا وَالْفُقَرَاءُ الْقَاطِنُوْنَ بِاَمْثَالِ هٰذِهِ الضَّرَائِحِ لَايَكُوْنُوْنَ بِمَثَابَةِ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الْمَيْتَةُ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ وَاَيْضًا لَوْكَانَتِ الْعِلَّةُ هٰذِهٖ لَصَرَّحَ صَاحِبُ الْبَحْرِ بِحُرْمَةِ الْاَخْذِ وَلَمْ يَقْتَصِرْ عَلَى الْكَرَاهَةِ، بَلِ الْعِلَّةُ فِيْ ذٰلِكَ عِنْدِيْ عَدَمُ خُرُوْجِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ عَنْ مِلْكِ النَّاذِرِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَنْذُرْهُ لِلْفُقَرَاءِ بَلْ لِلْمَيِّتِ وَالْمَيِّتُ لَايَمْلِكُ شَيْئًا فَكَانَ كَالسَّائِبَةِ الَّتِيْ اَطْلَقَهَا مَالِكُهَا لَايَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَخْذُهٗ لِكَوْنِهَا مَمْلُوْكَةً لِلْمُسَيِّبِ فَيَكُوْنُ اٰخِذُهَا غَاصِبًا وَمَعَ ذٰلِكَ لَوْاَخَذَهَا اَحَدٌ وَاَكَلَهَا اَوْذَبَحَهَا اِنْ كَانَتْ دَابَّةً لَايَكُوْنُ آكِلًا لِلْحَرَامِ بِعَيْنِهٖ وَلَا تَكُوْنُ بَعْدَ الذَّبْحِ بِاسْمِ اللّٰهِ مَيْتَةً بَلْ يَكُوْنُ اٰكِلًا لِلْمَغْصُوْبِ وَذَابِحًا لِمِلْكِ الْغَيْرِ وَاِنَّمَا جَازَ لِلْفَقِيْرِ الْمُضْطَرِّ اَكْلُهٗ وَالتَّصَرُّفُ فِيْهِ لِاَنَّ النَّاذِرَ وَاِنْ لَّمْ يَنْذُرْهُ لِلْفُقَرَاءِ بَلْ لِلْمَيِّتِ وَلٰكِنَّهٗ اَبَاحَهَا لَهُمْ بِحَيْثُ لَوْ عَلِمَ اَنَّ الْفُقَرَاءَ اَكَلُوْهُ لَايُنْكِرُ عَلَيْهِمْ وَلَايُؤَاخِذُهُمْ بِشَيْئٍ فَكَانَ النَّذْرُ لِلْمَيِّتِ مُتَضَمِّنًا لِاِبَاحَتِهٖ لِلْفُقَرَاءِ وَلٰكِنْ فَسَادَ الْمُتَضَمِّنِ يَسْتَلْزِمُ فَسَادَ الْمُتَضَمَّنِ فَلَمْ يَجُزْ اَخْذُهٗ لِلْفُقَرَاءِ مَالَمْ يَكُوْنُوْا عَاجِزِيْنَ مُضْطَرِّيْنَ اِلَيْهِ لَاكَاضْطِرَارِ مَنْ تَحِلُّ لَهُ الْمَيْتَةُ بَلْ كَاضْطِرَارِ مَنْ لَيْسَ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ وَهُوَ عَاجِزٌ كَمَايُفِيْدُهٗ اِطْلَاقُ كَلَامِ الْبَحْرِ. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. وَيُؤَيِّدُ مَاقُلْنَا اِطْلَاقُ الْبَحْرِ عَلَيْهِ لَفْظَ السُّحْتِ وَالْحَرَامِ دُوْنَ الْمَيْتَةِ وَالنَّجِسِ وَالسُّحْتُ يُطْلَقُ عَلَى الرِّشْوَةِ وَالرِّبَا وَكُلُّ مَالَا يَجُوْزُ كَسْبُهٗ وَعَلَى الْمَغْصُوْبِ وَغَيْرِهٖ وَالْكَلَامُ لَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا الْكَلَامُ فِي الْحُرْمَةِ الَّتِيْ تُلْحِقُ الشَّيْئَ بِمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ حَتّٰى يَكُوْنُ مَيْتَةً بَعْدَ الذَّبْحِ ،فَكَلَامُ الْبَحْرِ لَايَدُلُّ عَلٰى حُدُوْثِ مِثْلِ تِلْكَ الْحُرْمَةِ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَنْذُوْرِ فَلَمْ يَكُنْ مُعَارِضًا لِقَوْلِ اِبْنِ تَيْمِيَّةَ اَنَّ هٰذَا الْمَالَ الْمَنْذُوْرَ، اِذَا صَرَفَهٗ فِيْ جِنْسِ تِلْكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشْرُوْعِ، مِثْلِ اَنْ يَّصْرِفَهٗ فِيْ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، اَوِ الصَّالِحِيْنَ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ حَسَنًا. اھ. فَاِنَّ الْمَالِكَ اَيِ النَّاذِرَ اِذَا صَرَفَهٗ فِيْ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تفصیل سے گیارہویں کی رسم میں شرکت کا حکم بھی واضح ہوگیا، کیونکہ شرکت کے ساتھ اس کے کھانے کا استعمال لازمی بات ہے، اور اگر کوئی کھانے سے پرہیز کرے تب بھی اس تقریب میں شرکت کرنے سے اس رسم کی ایک درجہ میں تائید ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ، وَمَنْ رَضِيَ عَمَلَ قَوْمٍ كَانَ شَرِيْكًا فِيْ عَمَلِهِ (الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي، رقم الحديث ۵۶۲۱) لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

غَيْرِ الْمَنْذُوْرِ كَانَ ذٰلِكَ تَغْيِيْرًا لِنَذْرِهِ الْاَوَّلِ الَّذِيْ هُوَ مَعْصِيَةٌ فَلَا شَكَّ فِيْ كَوْنِ صَرْفِهِ اِلَى الْمَشْرُوْعِ حَسَنًا وَاَمَّا اِذَا لَمْ يَصْرِفْهُ الْمَالِكُ بِنَفْسِهِ وَصَرَفَهُ غَيْرُهُ اِلَى الْمَصْرَفِ الْمَشْرُوْعِ فَلَايَجُوْزُ لِبَقَاءِ الْحُرْمَةِ فِيْهِ لِكَوْنِهِ سَائِبَةً لَايَمْلِكُهَا آخِذُهَا وَمَصْرَفُهَا الْفُقَرَاءُ الْمَضْطَرُّوْنَ الْعَاجِزُوْنَ عَنِ الْكَسْبِ. هٰذَا مَاظَهَرَ لِيْ فِيْ تَحْرِيْرِ الْمَقَامِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ ("البذر للخيرفى النذر للغير"، سلسله النور، رمضان صفحه ۲۲ تاصفحه ۲۴، وذيقعده صفحه ۱۵، مطبوعه: تهانه بهون)

لے رقم الحديث ۲۴۷۳۵ بحواله ديلمي عن ابن مسعود.

قال الحافظ ابن حجر: وَقَالَ أَبُو يَعْلَى حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ نبا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عن عمرو قال أن رجلا دعى عَبْدَ اللَّهِ بن مسعود رَضِيَ الله عَنْه إِلَى وَلِيمَةٍ فَلَمَّا جَاءَ سَمِعَ لَهْوًا فَلَمْ يَدْخُلْ فَقَالَ مَا لَكَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ وَمَنْ رَضِيَ عَمَلَ قَوْمٍ كَانَ شَرِيكًا لِمَنْ عَمِلَهُ. وحديث عمر رَضِيَ الله عَنْه سيأتي إن شاء فِي كِتَابِ الْأَشْرِبَةِ (المطالب العالية لابن حجر، رقم الحديث ۱۶۶۰)

وقد جاء عن بن مسعود مرفوعا هن كثر سواد قوم فهو منهم ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به أخرجه أبو يعلى وفيه قصة لابن مسعود وله شاهد عن أبي ذر في الزهد لابن المبارك غير مرفوع (فتح الباري لابن حجر، ج۱۳ ص۳۷،۳۸، قوله باب من كره أن يكثر بالتشديد سواد الفتن والظلم)

وقال السخاوى: حَدِيث: مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ، أبو يعلى وعلى بن معيد في كتاب الطاعة من طريق أن رجلا دعا ابن مسعود إلى وليمة، فلما جاء ليدخل سمع لهوا، فلم يدخل فقيل له فقال: إني سمعت رسول اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: وذكره، وزاد: ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به، وهكذا هو عند الديلمي بهذه الزيادة، ولابن المبارك في الزهد عن أبي ذر نحوه موقوفا، وشاهده حديث: من تشبه بقوم فهو منهم، وقد مضى (المقاصد الحسنة، تحت رقم الحديث ۱۱۷۰)

وقال العجلوني: من كثر سواد قوم فهو منهم. رواه أبو يعلى وعلى بن معبد في كتاب الطاعة أن رجلا دعا ابن مسعود إلى وليمة فلما جاء ليدخل سمع لهوافلم يدخل فقيل له فقال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول وذكره، وزاد ومن رضى عمل قوم كان شريك من عمل به، وهكذا عند الديلمي بهذه الزيادة، ولابن المبارك في الزهد عن أبي ذر نحوه موقوفا، وشاهده حديث من تشبه بقوم فهو منهم وتقدم (كشف الخفاء، تحت رقم الحديث ۲۵۸۸)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی تعداد اور مجمع کو بڑھایا، تو وہ انہی میں سے ہوگا، اور جو کسی قوم کے عمل سے راضی ہوا تو وہ اس عمل میں شریک ہوگا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَوَّدَ مَعَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (السنة لابن أبی عاصم) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی تعداد کو بڑھایا تو وہ انہی میں سے ہوگا (ترجمہ ختم)

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کے مضمون کے مطابق ہے۔

گیارہویں کی رسم کے ساتھ ''شریف'' کا استعمال

آج کل گیارہویں کی رسم کے ساتھ ''شریف'' کا لفظ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ''گیارہویں شریف''، لیکن جب گیارہویں کی رسم میں شرعاً کئی خرابیاں پائی جاتی ہیں تو اس کے ساتھ شریف کا لفظ ملانے کا کیا مطلب؟ کیونکہ شریف تو اچھی اور نیک چیز کو کہا جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اگر گیارہویں کی رسم کوئی نیک عمل ہوتا تو اس کے ساتھ شریف کا لفظ لگانے کی ضرورت نہیں تھی، جیسا کہ نماز شریف، روزہ شریف اور حج شریف یا زکاۃ شریف نہیں بولا جاتا، کیونکہ یہ اعمال خود ہی نیک اور شریف ہیں، لیکن کیونکہ گیارہویں کی رسم کو یہ مقام حاصل نہیں تھا، اس لئے عام لوگوں کو متأثر کرنے کے لئے اس کے ساتھ شریف کا لفظ لگا دیا گیا، تاکہ عام لوگ نام سن کر ہی اس کو نیک اور اچھا عمل سمجھنے لگیں، اور اس کے خلاف نہ سوچیں، اور اس پر اعتراض کرنے سے ڈریں۔

---

[۱] رقم الحدیث ۱۴۶۴، المکتب الاسلامی، بیروت، واللفظ لہٗ، تاریخِ بغداد ج ۱۰ ص ۴۳.

البتہ جن چیزوں کو شرعی طور پر شرافت والا مقام حاصل ہے اوران کی شرافت وعظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ شریف وغیرہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ ''روضہ شریف'' وغیرہ، تو یہ بالکل علیٰحدہ چیز ہے، کیونکہ ان چیزوں کی عظمت وشرافت شرعی اصولوں سے ثابت ہے، اور اس کے برعکس گیارہویں کی رسم کی عظمت وشرافت شرعی اصولوں سے ثابت نہیں، بلکہ شرعی اصولوں سے اس کے خلاف ثابت ہے۔

لہٰذا مروَّجہ گیارہویں کی رسم کو''گیارہویں شریف'' کا لقب دینا فی نفسہٖ بھی صحیح نہیں، اوراس لفظ سے عام لوگوں کے غلط فہمی میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہے، نیز اس سے ایک غلط رسم کی تائید ہوتی ہے، لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس رسم کے ساتھ شریف کا لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے۔

یہی حکم اس سے ملتی جلتی دوسری مروّجہ رسموں اور منکرات کا بھی ہے، مثلاً ''عُرس شریف'' یا ''عُرس مبارک'' وغیرہ۔

گیارہویں کا متبادل جائز طریقہ

بعض ناواقفوں کی طرف سے گیارہویں کی مروَّجہ رسم کو منع کرنے والوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ گیارہویں کا انکار کرنے والے بزرگوں کو ایصالِ ثواب سے منع کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ اعتراض سراسر غلط ہے، ایصالِ ثواب سے ہرگز منع نہیں کیا جاتا، بلکہ شرکیہ حرکات، منکَرات اور بے جا رسومات اور خرافات سے منع کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ ان مذکورہ خرابیوں سے بچ کر صحیح شرعی طریقوں کی نشاندہی بھی کی جایا کرتی ہے۔

میت کے لیے دعا اور استغفار کرنا اور صدقہ وخیرات دینا اور بغیر اُجرت اور معاوضہ کے قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا، اسی طرح نماز وروزہ اور حج وغیرہ سے میت کو ثواب پہنچانا جائز اور صحیح ہے، اہلِ سنت والجماعت کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ ایصالِ ثواب برحق ہے۔

چنانچہ حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ، مشکاۃ کی شرح، مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ عُلَمَاؤُنَا اَلْاَصْلُ فِی الْحَجِّ عَنِ الْغَیْرِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ مِنَ الْاَمْوَاتِ وَالْاَحْیَاءِ حَجًّا اَوْ صَلَاةً اَوْ صَوْماً اَوْصَدَقَةً اَوْ غَیْرَهَا کَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَالْاَذْکَارِ فَاِذَافَعَلَ شَیْئًا مِّنْ هٰذَا وَجَعَلَ ثَوَابَهٗ لِغَیْرِهٖ جَازَ وَیَصِلُ اِلَیْهِ عَنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ(مرقاة شرح المشکاة، ج۸ص ۲۴۲۴، کتاب الفتن،باب الملاحم،دار الفکر،بیروت)

ترجمہ: اور ہمارے علماء نے فرمایا کہ دوسرے کی طرف سے حج کے جائز ہونے کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے، چاہے وہ عمل حج ہو، یا نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو، یا اس کے علاوہ کوئی اور عمل ہو جیسے قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر واذکار وغیرہ، جب ان اعمال میں سے کوئی عمل کیا جائے، تو اس کا ثواب مُردوں یا زندوں میں سے کسی کو پہنچائے تو یہ جائز ہے اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ ثواب ان کو پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

ایصالِ ثواب میں کیونکہ دوسرے کو نیک عمل کا ثواب پہنچایا جاتا ہے، اور اس عمل پر عامل کے لئے پہلے ثواب مرتب ہونا ضروری ہے، اسی کے بعد وہ کسی دوسرے کو اس کا ثواب پہنچا سکتا ہے۔

اس لئے ایصالِ ثواب ہونے کے لئے چند بنیادی اور اصولی شرطیں ہیں، جب تک وہ موجود نہ ہوں، اس وقت تک ایصالِ ثواب متحقق نہیں ہوتا۔

اور وہ بنیادی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)......ایصال ثواب کرنے والا مؤمن اور مسلمان ہو۔

کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل عبادت نہیں بنتا، اور کسی عمل پر ثواب مرتب نہیں

ہوتا۔ [1]

(۲)......جس کو ایصالِ ثواب کیا جارہا ہے وہ مسلمان ہو اگرچہ گناہ گار کیوں نہ ہو۔ کیونکہ کافر کو کسی عمل کا ثواب نہیں پہنچتا۔ [2]

(۳)......جو عمل کیا جائے، وہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔

اور اس میں نام ونمود وریا کاری اور دکھلاوا، اور مخلوق کی خوشنودی پیشِ نظر نہ ہو۔ کیونکہ اخلاص کے بغیر کسی بھی عمل وعبادت پر ثواب مرتب نہیں ہوتا، اور جب عمل کرنے والے ہی کو ثواب حاصل نہ ہوگا تو وہ دوسرے کو اس کا ایصالِ ثواب کیسے کر سکے گا۔ [3]

---

[1] اَلْقُرْبَةُ مَتٰى حَصَلَتْ وَقَعَتْ عَنِ الْفَاعِلِ لَالِغَيْرِهٖ وَلِهٰذَا تُعْتَبَرُ اَهْلِيَّةُ الْفَاعِلِ وَنِيَّتُهٗ(رسائل ابنِ عابدين ج ا ص۱۵۷،الرسالة السابعة"شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل")

وصولِ ثواب کے لئے اس عمل پر اول عامل کو ثواب ملنا شرط ہے، اور ثواب ملنے کے لئے ایمان شرط ہے، پس غیر مومن کے اس عمل یعنی اعطاء وانفاق کا ثواب تو پہنچ نہیں سکتا (امداد الفتاویٰ ج اص ۵۴۶)

[2] رَجُلٌ تَصَدَّقَ عَلَى الْمَيِّتِ اَوْ دَعَالَهٗ فَاِنَّهٗ يَصِلُ الثَّوَابَ اِلَى الْمَيِّتِ اِذَا جَعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جَازَ كذا فِي السَّرَاجِيَّةِ(الفتاوىٰ الهندية ج۴ص۴۰۸، كتاب الهبة، الباب الثانى عشر فى الصدقة)

زندہ مسلمانوں کی دعا اور خیرات سے مسلمان مُردہ کو نفع پہنچتا ہے، مُردہ کافر کے لئے دعا اور صدقہ ہرگز نفع نہیں دیتا، کیونکہ کافروں کے تمام اعمال حبط ہیں، اور نہ کسی کی دعا وغیرہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے،"لايخفف عنهم العذاب ولاهم ينصرون"(عقائدالاسلام ادریسی حصہ اول ص ۶۰)

[3] ان القراءة فى نفسها عبادة ، وكل عبادة لابد فيها من الاخلاص لله تعالىٰ بلارياء حتى تكون عبادة يرجى بها الثواب وقد عرفوا الرياء بان يراد بالعبادة غير وجه تعالىٰ، فالقارئ بالاجرة ثوابه مااراد القراءة لاجله،وهو المال..........واذا كان لا ثواب له لم تحصل المنفعة المقصودة للمستأجر لانه استأجره لاجل الثواب فلا تصح الاجارة (رسائل ابنِ عابدين ج ا ص۱۶۷،الرسالة السابعة"شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهاليل")

فالحاصل أن ما شاع فى زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال؛ فإذا لم يكن للقارء ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۴)...... ایصالِ ثواب کے لئے جو عمل کیا جائے وہ عمل شریعت کے مطابق ہو، اور اس میں کسی شریعت کے حکم کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو، اور نہ ہی کوئی بدعت وغیرہ اس میں شامل کی گئی ہو۔

کیونکہ شریعت کا حکم توڑ کر کوئی عمل عبادت نہیں رہتا، اور بدعت کے ارتکاب سے بھی نیک عمل عبادت کے زمرے سے نکل کر گناہ کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔[۱]

(تفصیل کی لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'')

اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

پس ایصالِ ثواب اگر اس طور سے کرے جس میں فسادِ عقیدہ کا احتمال نہ ہو تو مضائقہ نہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ نہ دن اور تاریخ کی تخصیص کرے، نہ کسی خاص چیز کی، اور اغنیاء اور گھر والوں کو نہ دے، اور اعلان کر کے نہ دے، اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر کچھ نہ پڑھے، اور یہ عقیدہ نہ کرے کہ حضرت ہماری مدد فرماویں گے، اور یہ نیت نہ رکھے کہ اس عمل کی برکت سے ہمارے مال اور اولاد میں برکت وترقی ہوگی۔ محض یوں سمجھے کہ انہوں نے ہم پر دین کا احسان کیا ہے، کہ سیدھا راستہ کتابوں میں بتلا گئے ہم ان کو نفع پہونچاتے ہیں کہ ثواب سے ان کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ووسيلة إلى جمع الدنيا -إنا لله وإنا إليه راجعون -اهـ.(ردالمحتار، ج٦ ص ٥٦، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، مطلب فى الاستئجار على الطاعات)

وقد قال العلماء ان القارئ اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب له فاى شيئ يهدى الى الميت وانما يصل الى الميت العمل الصالح والاستئجار على مجرد التلاوة لم يقل به احد من الائمة وانما تنازعوا فى الاستئجار وعلى التعليم ولابأس بجواز اخذ الاجرة على الرقية ونص عليه احمد(الفتاوىٰ الكبرىٰ لابنِ تيميه، ج٥، باب الاجارة)

[۱] الأصل فى هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان أو صوما أو صدقة أو غيرها كالحج وقراءة القرآن والأذكار وزيارة قبور الأنبياء -عليهم الصلاة والسلام -والشهداء والأولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع أنواع البر، كذا فى غاية السروجى شرح الهداية (الفتاوىٰ الهندية، ج ١ ص ٢٥٧، كتاب المناسک، الباب الرابع عشر فى الحج عن الغير)

درجات بلند ہوں گے، بس اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۰۱، کتاب البدعات)

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ حضرت غوثِ اعظم رحمہ اللہ کو ایصالِ ثواب اس طرح کرے کہ اس میں بدعات شامل نہ ہوں تو بلا شبہ جائز و مستحسن ہے۔ بدعات شامل نہ ہونے کی بہتر صورت تو یہ ہے کہ روپیہ نقد بالکل خفیہ طور پر غرباء و مساکین میں تقسیم کر کے ثواب پہنچا دے۔ کیونکہ نقد دینے میں زیادہ ثواب ہے اور خفیہ دینے میں بھی بہ نسبت علانیہ کے زیادہ ثواب ہے اور کھانا بھی کھلانا ہو تو بلا التزام تاریخ معیَّن (یعنی کسی خاص تاریخ کو ضروری قرار دیئے اور سمجھے بغیر) جب وسعت ہو کھلا وے، اس میں مضائقہ (حرج) نہیں (کذا فی العالمگیریہ ص ۲۳۸ ج ۴) (امداد المفتیین ص ۱۷۲، کتاب السنۃ والبدعۃ)

اس لیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی روح کو اگر شریعت کے تقاضوں کے مطابق اور صحیح عقیدے کے ساتھ ایصالِ ثواب کیا جائے تو اس کا ہرگز بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ غلطی پر ہے اور اس کی بات شرعاً نا قابلِ اعتبار ہے۔

اور اگر ایصالِ ثواب شرعی اصولوں سے ہٹ کر کرنے سے منع کیا جاتا ہے تو یہ حقیقی ایصالِ ثواب اور اس کے اپنی ذات میں وجود کا انکار نہیں کہلاتا، بلکہ خاص اس طریقہ پر ایصالِ ثواب ہونے کا انکار کہلاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے اصولوں سے ہٹ کر کوئی عمل کرنے سے نہ تو ایصالِ ثواب ہوتا اور نہ ہی یہ طریقہ شرعاً جائز ہوتا، جیسا کہ مکروہ وقت میں نماز پڑھنے سے منع کیا جائے، تو یہ نماز پڑھنے سے منع کرنا نہیں کہلاتا۔

مذکورہ حوالہ جات سے ایصالِ ثواب کو شرعی اصولوں کے مطابق کرنے کا طریقہ معلوم ہو چکا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے، اور اپنے مال، وقت اور سب سے بڑھ کر ایمان کو خراب و ضائع ہونے سے بچانا چاہیئے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق چند گھڑی ہوئی روایات

بہت سے لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف کچھ جھوٹے قصے وحکایات اور غلط باتیں منسوب کردی ہیں، جو مستند نہیں ہیں، ان سے بھی آگاہ رہنا چاہئے۔

جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ :لَيْسَ فِيْ كِبَارِ الْمَشَايِخِ مَنْ لَهُ أَحْوَالٌ وَّكَرَامَاتٌ أَكْثَرُ مِنَ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ، لٰكِنَّ كَثِيْراً مِّنْهَا لَا يَصِحُّ، وَفِيْ بَعْضِ ذٰلِكَ أَشْيَاءٌ مُسْتَحِيْلَةٌ......وَفِي الْجُمْلَةِ:اَلشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ كَبِيْرُ الشَّأْنِ، وَعَلَيْهِ مَآخِذُ فِيْ بَعْضِ أَقْوَالِهِ وَدَعَاوِيْهِ، وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ، وَبَعْضُ ذٰلِكَ مَكْذُوْبٌ عَلَيْهِ(سیر اعلام النبلاء) [1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ بڑے مشائخ میں کسی کے احوال اور کرامات شیخ عبدالقادر سے زیادہ نہیں ہیں، لیکن ان میں سے اکثر احوال وکرامات صحیح نہیں ہیں، اوران میں سے بعض ناممکن چیزیں بھی ہیں ......اور خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالقادر بلند مقام رکھنے والے ہیں، اورآپ کے اقوال اور دعاوی کو مآخذ کی حیثیت حاصل ہے، اور اللہ کی طرف لوٹنا ہے، اور بعض چیزیں آپ کی طرف جھوٹی منسوب ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض نادان لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے متعلق غلو کرتے ہوئے مختلف حکایات وروایات گھڑ کر لوگوں کے سامنے پیش کردی ہیں۔

جن میں سے چند گھڑی ہوئی باتوں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......بعض لوگ ایک روایت نقل کیا کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے۔

---

[1] ج ۲۰ ص ۴۵۰، ۴۵۱ ملخصاً، مؤسسة الرسالة، بيروت.

مگر اولؔ تو یہ روایت ثابت نہیں، اس کا ثبوت دینا چاہئے۔

دوسرےؔ اگر ہو بھی تو کیا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کرتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں چھوڑ کر بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کرتے ہو یہ تو ان کے خلاف ہے کیونکہ اگر بالفرض وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے تو وہ اس کو ہرگز گوارا نہ کر سکتے تھے کہ میرے بعد بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری گیارہویں کی جائے۔

تیسرےؔ اس میں عقیدہ بھی فاسد ہے کہ یہ لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد کرتے ہیں تو بڑے پیر صاحب کی گیارہویں بلکہ بعض جگہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا میلاد بھی ہونے لگا گویا نعوذ باللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہو گئے (اشرف الجواب ص۸۳ وعظ ''رأس الربیعین'' بتغیر)

(۲)......ایک روایت یہ مشہور کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے کندھے پر پاؤں رکھ کر اس جگہ سے آگے تشریف لے گئے تھے۔

حالانکہ یہ خود ساختہ روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے واقعات تفصیل سے احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، لیکن اس واقعہ کا کوئی صحیح ثبوت نہیں۔ اس قصہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی غالی عقیدت مند شخص کے ذہن کا اختراع ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کی کوئی سند بیان نہیں کی جاتی، جو کسی واقعہ کے غلط اور صحیح ہونے کے لئے بنیادی معیار ہے (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۳۲ بتغیر، طباعتِ دوم: صفر ۱۴۰۸ھ، ستمبر ۱۹۸۷)

(۳)......ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبوت ہوتی تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نبی ہوتے۔

یہ بھی خودساختہ اور صاف جھوٹ پر مبنی ہے، احادیث کے ذخیرہ میں کہیں اس کا ذکر نہیں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف غلو کی نسبت کرنے والوں کے وجود سے پہلے اس روایت کا بھی کوئی وجود نہیں تھا۔

اگر یہ پیشینگوئی صحیح ہوتی تو اس سے پہلے کوئی محدث ضرور اس کو ذکر کرتا، کیونکہ احادیث کی کتابیں پہلے سے موجود تھیں (ایضاً)

(۴)......ایک حکایت یہ مشہور کی جاتی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے پاس ایک بڑھیا آئی جس کا لڑکا مر گیا تھا کہ حضرت اس کو زندہ کردو، آپ نے فرمایا کہ اس کی عمر تو ختم ہو چکی اب زندہ نہیں ہوسکتا، وہ رونے اور اصرار کرنے لگی تو آپ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے ، اور عرض کیا کہ اس لڑکے کو زندہ کر دیا جائے وہاں سے خطاب ہوا کہ اس کی تقدیر میں اور زندگی نہیں ہے، اس لئے اب زندہ نہیں ہوسکتا، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حق تعالیٰ سے کہتے ہیں (ذرا ملاحظہ کیجئے! یہ حق تعالیٰ سے باتیں ہو رہی ہیں) کہ حضرت آپ سے کہنے کی تو اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کی تقدیر میں اور حیات نہیں اور اس کی تقدیر میں کچھ اور زندگی ہوتی تو آپ سے کہنے کی کیا ضرورت تھی، پھر تو آپ مجبور ہو کر خود ہی زندہ کرتے (نعوذ باللہ تعالیٰ) وہاں سے حکم ہوا کہ پھر تقدیر کے خلاف تو نہیں ہوسکتا اس پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو جلال آیا، اور آپ نے قوتِ کشفیہ (یعنی کشف کی قوت) سے ملکُ الموت کو ٹٹولا کہ وہ کہاں ہیں؟ آخر نظر آئے تو دیکھا کہ ایک تھیلے میں اس دن کے مُردوں کی روحیں بھر کر لے جا رہے ہیں، ابھی تک ہیڈ کوارٹر نہ پہنچے تھے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ان کو ٹوکا اور کہا کہ بڑھیا کے لڑکے کی روح واپس کردو، تم اس کو نہیں لے جاسکتے، وہ انکار کرنے لگے، آپ نے وہ تھیلا اِن کے ہاتھ سے چھین کر کھول دیا، جتنی

روحیں تھیں سب پھُر پھُر اڑ گئیں، اور اس دن جتنے مُردے مرے تھے سب زندہ ہوگئے، تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے حق تعالیٰ سے کہا کہ کیوں اب راضی ہوگئے، ایک مُردے کے زندہ کرنے پر راضی نہ ہوئے اب بہت جی خوش ہوا ہوگا، جب ہم نے سارے مُردوں کو زندہ کر دیا؟

توبہ توبہ، استغفراللہ! کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح گفتگو کرنے کی کسی کو مجال ہے؟ مگر یہ سب حکایتیں جاہلوں نے گھڑی ہیں اور ان کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ وہ کام کر سکتے ہیں جو اللہ بھی نہیں کر سکتا، بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس کفر کا؟ (وعظ ''فناء النفوس فی رضاء القدوس'' ص ۸، ماخوذ از اشرف الجواب ص ۸۳، ۸۴، والمربیع فی الربیع لحکیم الامت رحمہ اللہ، بتغیر)

خلاصہ یہ کہ یہ واقعہ بھی سراسر جھوٹ ہے، جس طرح دوسرے مذہب کے لوگ اپنے بزرگوں کی طرف جھوٹے قصے منسوب کرتے ہیں تو مسلمانوں نے بھی ایسی ہی صورت اختیار کر لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۲۵)

(۵)......ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا کا خاندان دریا میں غرق ہوگیا تھا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے دعا کی، وہ سب زندہ ہوگئے اور کشتی صحیح سلامت کنارے آ لگی۔

یہ واقعہ من گھڑت اور جھوٹ وغلط ہے، اور اتنے بڑے بزرگ پر جھوٹ بہتان باندھنا تو بہت بڑی بدبختی کی بات ہے، اللہ پاک ہدایت دے (ایضاً)

(۶)......ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ایک مرید کی تقدیر اور قسمت میں کوئی اولاد نہیں تھی، جس پر نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت شیخ نے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے ایک تو کیا سات بیٹے دے کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دیا۔

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی توہین ہے، کیا اسلام میں اس قسم کے واقعہ کا کوئی وجود ہوسکتا ہے؟

(۷)......ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک مرید اللہ اور اُس کے رسول کو نہیں جانتا تھا، لیکن آپ نے اس کو صرف اپنا مرید ہونے کی وجہ سے قبر کے عذاب سے بچالیا اور منکر نکیر کو نعوذ باللہ تعالیٰ ڈرا کر بھگا دیا، اس قسم کے واقعے بعض کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

یہ بھی مہمل اور بے سند بلکہ خلافِ شریعت بات ہے۔

ایسی خلافِ شرع بے سند روایات اور واقعات کا لکھنا پڑھنا، سننا، سنانا سب ناجائز و حرام ہے (والتفصیل فی امداد الفتاویٰ ج۶ ص۶۸ تا ۸۴)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع اور پابند تھے، ان کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ انھوں نے نفس کی خواہشوں کو حدودِ شرع میں رکھا اور ساری زندگی اس کی کوشش کی کہ کوئی کام خلافِ سنت نہ ہونے پائے، ان کو بدعات سے سخت نفرت تھی اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دیں اور اس پر رحمت کی بارش کریں اور ان کے درجات کو زیادہ سے زیادہ بلند فرمائیں اور ان کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یاد رکھئے لغو اور بیہودہ حکایات گھڑ کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنے سے ان کے کمال میں ترقی نہیں ہوتی نہ اسلام نے یہ طریقہ سکھایا ہے بلکہ اس کی ممانعت ہے یہ طریقہ تو غیروں کا ہے، کہ وہ اپنے بڑوں کی طرف ایسی باتیں گھڑ گھڑ کر منسوب کیا کرتے ہیں (فتاویٰ محمودیہ ج۱ ص۵۲۵، باب ما یتعلق بالمعجزۃ والکرامۃ والالہام)

گیارہویں کی رسم شیخ عبدالقادر جیلانی کی ۱۱/ تعلیمات کی روشنی میں

گیارہویں کی مروّجہ رسم کی تفصیلات قرآن وسنت، فقہ اوراکابر فقہاء کے فتاویٰ کی روشنی میں آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ،اب مروّجہ گیارہویں کی رسم کو اس شخصیت کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں ملاحظہ کرنا چاہئے ،جس کے نام سے گیارہویں کی یہ رسم انجام دی جاتی ہے،اس لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی گیارہ تعلیمات کوذکرکیا جارہا ہے،تاکہ گیارہ کے عددکو ذہن میں رکھ کرآج کل کی گیارہویں کی رسم اوراس میں پائی جانے والی خرابیوں کا خوداس ہستی کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔

(۱)......حقیقی توحید یا سچے موحد کی شان بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَيَصِيْرُ مُوْقِنًا مُوَحِّدًا ضَرُوْرَةَ يَقْطَعُ أَنْ لَّا فَاعِلَ فِي الْحَقِيْقَةِ إِلَّا اللّٰهَ لَا مُحَرِّكَ وَلَا مُسَكِّنَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا خَيْرَ وَلَا شَرَّ وَلَا ضَرَّ وَلَا نَفْعَ وَلَا عَطَاءَ وَلَا مَنْعَ،وَلَا فَتْحَ وَلَا غَلْقَ، وَلَا مَوْتَ وَلَا حَيَاةَ، وَلَا عِزَّ وَلَا ذِلَّ إِلَّا بِيَدِ اللّٰهِ (فتوح الغيب، ص ۵، المقالة الثالثة في الابتلاء)

ترجمہ: پس یقین کرنے والا ہوجائے کہ (سب کچھ) کرنے والا فی الحقیقت اللہ ہی ہے اورحرکت وسکون دینے والا بس اللہ ہی ہے اور خیر وشر، نفع وضرر اور دینا نہ دینااورکھولنا بند کرنا اورموت وحیات اورعزت وذلت اورفراخ دستی وتنگدستی صرف اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے (اور کسی کا اس میں کوئی اختیار نہیں)(ترجمہ ختم)

(۲)......اورایک مقام پرحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَيْسَ لِأَحَدٍ ضَرٌّ وَّنَفْعٌ، وَلَا جَلْبٌ وَّلَا دَفْعٌ، وَلَا عِزٌّ وَلَا ذِلٌّ، وَلَا رَفْعٌ وَلَا خَفْضٌ، وَلَا فَقْرٌ وَلَا غِنًى، وَلَا تَحْرِيْكٌ وَلَا تَسْكِيْنٌ، اَلْأَشْيَاءُ

کُلُّهَا خَلُقُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبِيَدِ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ، بِأَمُرِهٖ وَإِذُنِهٖ جَرُيَانُهَا، وَكُلٌّ يَّجُرِىُ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى، وَكُلُّ شَىُءٍ عِنُدَهٗ بِمِقُدَارٍ، لَا مُقَدِّمَ لِمَا أَخَّرَ، وَلَا مُؤَخِّرَ لِمَا قَدَّمَ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجلَّ "وَإِنُ يَّمُسَسُکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ وَإِن يُّرِدُکَ بِخَيُرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضُلِهٖ يُصِيُبُ بِهٖ مَنُ يَّشَاءُ مِنُ عِبَادِهٖ وَهُوَ الُغَفُوُرُ الرَّحِيُمُ (فتوح الغیب) [1]

ترجمہ: اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے ضرر اور نہ نفع اور نہ فائدہ کا حاصل کرنا، اور نہ بلاؤں کا ٹالنا، اور نہ عزت دینا، نہ ذلت دینا، نہ بلند کرنا، نہ پست کرنا، نہ حرکت دینا، نہ سکون دینا، سب چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں۔ اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، اسی کے حکم اور اِذن سے ان کا چلنا ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک ایک اندازہ کے ساتھ ہے وہ جس کو مؤخر کرے اس کو کوئی مقدم کرنے والا نہیں اور جس کو مقدم کرے اس کو کوئی مؤخر کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے فضل وکرم کو رد کرنے والا نہیں، اپنا فضل جس کو بندوں میں سے چاہے، پہنچاتا ہے، اور وہی غفور الرحیم ہے (ترجمہ ختم)

(۳)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَعُ مَا فِىُ أَيُدِى الُخَلُقِ فَلَا تَطُلُبُهُ وَلَا تعَلِقُ قَلُبَکَ بِهٖ، وَلَا تَرُجُو الُخَلُقَ وَلَا تُخَافِهِمُ، وَخُذُ مِنُ فَضُلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ مَا لَا يُرِيُبُکَ، وَلُيَكُنُ لَکَ مَسُؤُوُلٌ وَّاحِدٌ وَّمُعُطٍ وَّاحِدٌ وَمَرُجُوٌّ وَّاحِدٌ وَمُخَوِّفٌ وَّاحِدٌ وَمَوُجُوُدٌ وَّاحِدٌ وَهَمَّةٌ وَّاحِدَةٌ وَهُوَ رَبُّکَ عَزَّ وَجَلَّ الَّذِىُ نَوَاصِىُ الُمُلُوُکِ بِيَدِهٖ وَقُلُوُبُ الُخَلُقِ بِيَدِهٖ الَّذِىُ هِىَ أُمَرَاءُ

---

[1] ص ۲۶،۲۷، المقالة الثامنة عشرة،فى النهى عن الشكوى.

الْأَجْسَادِ، وَأَمْوَالُ الْخَلْقِ لَهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَهُمْ وُكَلاؤُهُ وَأُمَنَاؤُهُ، وَحَرَكَةُ أَيْدِيهِمْ بِالْعَطَاءِ لَكَ بِإِذْنِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَمْرُهُ وَتَحْرِيكُهُ، وَكَفُّهَا عَنْ عَطَائِكَ كَذٰلِكَ، قَالَ عَزَّمَنْ قَائِلُ: وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ ،وَقَالَ تَعَالٰى ،إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقاً فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ وَقَالَ سُبْحَانَهُ: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ،وَقَالَ تَعَالٰى: اُدْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ،وَقَالَ تَعَالٰى: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ،وَقَالَ تَعَالٰى: إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَن يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (فتوح الغیب) [1]

ترجمہ: مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ ہے، تُو اس کو چھوڑ دے، اور اس کو طلب نہ کر، اور اپنے دل کو اللہ ہی کے ساتھ وابستہ رکھ، اور تو مخلوق سے امید اور خوف مت رکھ، اور اللہ عزوجل کے فضل کو حاصل کر، جو تجھے شک میں نہیں ڈالے گا، اور ’’چاہئے کہ تیرا سوال اور امید اور خوف ایک ہی سے ہو، اور تجھے ایک ہی سے خوف ہو، اور تو ایک ہی کامل وجود کا قائل ہو، اور اسی کی طرف ہمت ہو، اور وہ تیرا رب عزوجل ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں بادشاہوں کی پیشانیاں ہیں اور ساری مخلوق کے دل ہیں، اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام امیروں کے جسم ہیں، اور مخلوق کا سب مال اللہ عزوجل کی ملکیت ہے، اور مخلوق صرف اس کی وکیل اور امانت دار ہے، اور مخلوق کی تجھے کچھ دینے کی حرکت اللہ عزوجل کے اِذن اور اس کے حکم سے ہے، اور اس کا حرکت کرنا اور دینے سے ہاتھ روک لینا بھی اسی وجہ سے ہے، اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ تم اللہ سے اس کے فضل کو مانگو، اور فرماتے

[1] ص ۳۰، ۳۱، المقالة العشرون، فی قوله صلى الله عليه و سلم، دع ما يُريبک إلى ما لا يريبک.

ہیں کہ بے شک وہ لوگ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں، پس تم اللہ ہی کے پاس رزق طلب کرو، اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں، تو میں ان کے قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہیں، اور زبردست قوت والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے حساب رزق عطا فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

(۴)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مَا سَأَلَ النَّاسَ مَنْ سَأَلَ إِلَّا لِجَهْلِهٖ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَضُعْفِ إِيْمَانِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَيَقِيْنِهٖ وَقِلَّةِ صَبْرِهٖ، وَمَا تَعَفَّفَ مَنْ تَعَفَّفَ عَنْ ذٰلِكَ إِلَّا لِوُفُوْرِ عِلْمِهٖ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقُوَّةِ إِيْمَانِهٖ وَيَقِيْنِهٖ وَتَزَايُدِ مَعْرِفَتِهٖ بِرَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ (فتوح الغيب) [1]

ترجمہ: جس نے کچھ بھی لوگوں سے مانگا اس نے صرف اللہ عزوجل کے متعلق اپنی جہالت اور ایمان کے ضعف اور معرفت ویقین کی کمزوری اور صبر کی کمی کی وجہ سے مانگا، اور جس نے اس سے پرہیز کیا، اس نے اللہ عزَّ وجلَّ کی پوری معرفت اور اپنے رب عزوجل کی ایمان ویقین کی زبردست قوت کی وجہ سے پرہیز کیا (ترجمہ ختم)

(۵)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] ص ۳۰، ۳۱، المقالة الثالثة والأربعون فی ذم السؤال من غير الله تعالى.

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ، وَقَالَ تَعَالٰی: إِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ أَن یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ، اِتَّقِ الشِّرْکَ جِدًّا وَلَا تَقْرِبْہُ، وَاجْتَنِبْہُ فِیْ حَرَکَاتِکَ وَسَکَنَاتِکَ وَلَیْلِکَ وَنَھَارِکَ، فِیْ خَلْوَتِکَ وَجَلْوَتِکَ (فتوح الغیب، ص۳۳، المقالة الثالثة والعشرون فی الرضا بما قسم الله تعالی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہیں معاف فرمادیں گے۔آپ شرک سے بہت بچو اور اس کے قریب مت جاؤ،اور اپنی حرکات اور سکنات میں اور رات اور دن میں،اور تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے شرک سے بچو (ترجمہ ختم)

(۶)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا وَجَدْتَّ فِیْ قَلْبِکَ بُغْضَ شَخْصٍ أَوْ حُبَّہٗ فَأَعْرِضْ أَعْمَالَہٗ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ،فَإِنْ کَانَتْ فِیْھِمَا مَبْغُوْضَةً فَأَبْشِرْ بِمُوَافَقَتِکَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلَہٗ، وَإِنْ کَانَتْ أَعْمَالُہٗ فِیْھِمَا مَحْبُوْبَةً وَأَنْتَ تُبْغِضُہٗ فَاعْلَمْ بِأَنَّکَ صَاحِبُ ھَوٰی، تُبْغِضُہٗ بِھَوَاکَ ظَالِمًا لَہٗ بِبُغْضِکَ إِیَّاہُ، وَعَاصٍ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُوْلِہٖ مُخَالِفٌ لَھُمَا فَتُبْ إِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بُغْضِکَ وَاسْأَلْہُ عَزَّ وَجَلَّ مَحَبَّةَ ذٰلِکَ الشَّخْصِ وَغَیْرِہٖ مِنْ أَحِبَّائِہٖ وَأَوْلِیَائِہٖ وَأَصْفِیَائِہٖ وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِہٖ، لِتَکُوْنَ مُوَافِقًا لَہٗ عَزَّ وَجَلَّ، وَکَذٰلِکَ اِفْعَلْ فِیْمَنْ تُحِبُّہٗ یَعْنِیْ أَعْرِضْ أَعْمَالَہٗ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَإِنْ کَانَتْ مَحْبُوْبَةً فِیْھِمَا فَأَحِبَّہٗ، وَإِنْ کَانَتْ

مَبْغُوْضَةً فَاَبْغِضْهُ (فتوح الغيب) [1]

ترجمہ: جب آپ اپنے دل میں کسی شخص کے بغض یا محبت کو پائیں تو اس شخص کے اعمال کو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول پر پیش کریں، پس اگر اس کے اعمال کتابُ اللہ اور سنتِ رسول میں مبغوض اور ناپسندیدہ ہوں اور آپ اس شخص کو مبغوض رکھتے ہوں تو آپ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی موافقت سے خوش ہو جائیں (کہ آپ نے کسی کو مبغوض و ناپسند درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے کیا، جو خوشی کی بات ہے) اور اگر اس شخص کے اعمال کتابُ اللہ اور سنتِ رسول میں محبوب اور پسندیدہ ہوں اور آپ اس شخص کو مبغوض رکھتے ہوں تو آپ یہ بات جان لیں کہ آپ خواہش پرست ہیں کہ آپ اس سے اپنی خواہش کی وجہ سے بغض رکھتے ہیں، آپ اس کے لئے اپنے بغض کی وجہ سے ظلم کرنے والے ہیں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے ہیں جو اس کی مخالفت کرتے ہیں پس آپ اللہ عزوجل سے اپنے بغض سے توبہ کریں اور میں (آپ کے مذکورہ طرزِ عمل کے برعکس) اللہ عزوجل سے اس شخص کی محبت کی دعا کرتا ہوں، اور ان لوگوں کی محبت کی بھی جو اللہ کو پسند ہیں اور اس کے ولی ہیں اور اس کے منتخب کردہ ہیں اور اس کے نیک بندے ہیں تاکہ اللہ عزوجل کی موافقت ہو جائے اور یہی عمل میں اس شخص کے بارے میں اختیار کرتا ہوں جس سے تو محبت کرتا ہے یعنی میں اس کے اعمال کو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول پر پیش کرتا ہوں، پس اگر اس کے اعمال کتابُ اللہ اور سنتِ رسول میں محبوب ہیں تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اگر مبغوض ہیں تو میں اس سے بغض رکھتا ہوں (ترجمہ ختم)

(۷)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] ص ۴۶، المقالة الحادية و الثلاثون، فى البغض فى الله.

وَأجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ أَمَامَكَ وَأنْظُرْ فِيهِمَا وَأعْمَلْ بِهِمَا، وَلَا تَغْتَرْ بِالْقَالِ وَالْقِيْلِ وَالْهَوسِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ، وَلَا تُخَالِفُوْهُ فَتَتْرُكُوْا الْعَمَلَ بِمَا جَاءَ بِهٖ وَتَخْتَرِعُوْا لِأَنْفُسِكُمْ عَمَلًا وَعِبَادَةً كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ حَقِّ قَوْمٍ: ضَلُّوْا سَوَآءَ السَّبِيْلِ، وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِ الْاٰيَةِ، ثُمَّ إِنَّهٗ قد زَكّٰى هُوَ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَّهَهٗ عَنِ الْبَاطِلِ وَالزُّوْرِ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ، أَيْ مَا آتَاكُمْ بِهٖ فَهُوَ مِنْ عِنْدِيْ لَا مِنْ هَوَاهُ وَنَفْسِهٖ فَاتَّبِعُوْهُ، ثُمَّ قَالَ تَعَالٰى: قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ، فَبَيَّنَ أَنَّ طَرِيْقَ الْمَحَبَّةِ إِتِّبَاعَهٗ قَوْلًا وَّفِعْلًا (فتوح الغيب) [1]

ترجمہ: اور کتابُ اللہ اور سنتِ رسول کو اپنے سامنے رکھو، اور ان میں غور وفکر اور ان کے مطابق عمل کرو اور قیل وقال اور ہوس کے چکر میں نہ پڑو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو چیز تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرو۔

اور تم رسول کی مخالفت نہ کرو کہ تم اس کی لائی ہوئی چیز کو چھوڑ دو اور اپنے لئے کوئی عمل اور عبادت خود سے گھڑ لو (جس کو بدعت کہا جاتا ہے) جیسا کہ اللہ عز وجل نے اس قوم کے بارے میں فرمایا جو سیدھے راستے سے بھٹک گئی تھی کہ ان کے رھبان (اور بزرگوں) نے ایسی چیزیں گھڑ لی تھیں کہ ہم نے ان پر ان چیزوں کو مقرر نہیں کیا تھا۔

پھر اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باطل اور جھوٹ سے پاک صاف

---

[1] ص۵۷، المقالة السادسة والثلاثون، فی بيان الدنيا و الآخرة و ما ينبغی أن يعمل فيهما.

کردیا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ نبی اپنی شہوت سے بات نہیں کرتا جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ وحی کیا ہوا ہوتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نبی جو چیز تمہیں دیں تو وہ میری طرف سے ہے اپنی شہوت اور اپنی ذات کی طرف سے نہیں ہے، لہٰذا تم اس کی اتباع کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم میری اتباع کرو، تم سے اللہ محبت فرمائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے محبت کا طریقہ نبی کے قول اور فعل میں اتباع کرنے کو بیان فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

(۸)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَالسَّلَامَةُ مَعَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَالْهَلَاكِ مَعَ غَيْرِهِمَا، وَبِهِمَا يَتَرَقّٰى الْعَبْدُ إِلٰى حَالَةِ الْوِلَايَةِ وَالْبَدَلِيَّةِ وَالْغَوْثِيَّةِ(فتوح الغیب) [1]

ترجمہ: پس سلامتی کتابُ اللہ اور سنتِ رسول کے ساتھ ہے اور ان دونوں کے علاوہ دوسری چیزوں کے ساتھ ہلاکت ہے اور ان دونوں چیزوں کے ساتھ ہی بندہ، ولایت، بدلیت اور غوثیت کی حالت کی طرف ترقی کرتا ہے (ترجمہ ختم)

(۹)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَادْخُلْ بِالظُّلْمَةِ فِي الْمِصْبَاحِ وَهُوَ كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا تَخْرُجُ عَنْهُمَا فَإِنْ خَطَرَ خَاطِرٌ أَوْ وَجَدَ إِلْهَامٌ فَاعْرِضْهُ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَإِنْ وَجَدْتَّ فِيْهَا تَحْرِيْمَ ذٰلِكَ مِثْلَ أَنْ تُلْهَمَ بِالزِّنَا وَالرِّيَاءِ وَمُخَالَطَةِ أَهْلِ الْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

---

[1] ص۵۷، المقالة السادسة والثلاثون، في بيان الدنيا و الآخرة و ما ينبغي أن يعمل فيهما.

مِنَ الْـمَعَـاصِـي، فَـادْفَـعْـهُ عَنْکَ وَاهْجُرْهُ وَلَا تَقْبَلْهُ وَلَا تَعْمَلْ بِهٖ، وَاقْطَعْ بِـأَنَّـهٗ مِنَ الشَّيْطَـانِ اللَّعِيْـنِ، وَإِنْ وَجَدْتَّ فِيْهَـا إِبَـاحَةً كَـالشَّهْـوَاتِ الْـمُبَـاحَةِ مِـنَ الْأَكْـلِ أَوِ الشُّرْبِ أَوِ اللُّبْسِ أَوِ النِّكَاحِ فَاهْجُرْهُ أَيْضًا وَلَا تَقْبَلْهُ، وَاعْلَمْ أَنَّـهٗ مِنْ إِلْهَامِ النَّفْسِ وَشَهْوَاتِهَا وَقَدْ أُمِرْتَ بِمُخَالَفَتِهَا وَعَدَاوَتِهَا (فتوح الغیب) [۱]

ترجمہ: آپ ظلمت کو چراغ میں داخل کریں اور چراغ، کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپ ان دونوں سے نہ نکلیں اور اگر کوئی بات کھٹکے یا دل میں کوئی بات پائیں تو آپ اس کو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کریں، پھر اگر آپ ان میں اس کا حرام وناجائز ہونا پائیں، مثلاً آپ کے دل میں زنا یا دکھلاوے یا فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ میل جول اور اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کا تقاضا ہو تو آپ اس کو اپنے سے دور کریں اور اس کو چھوڑ دیں اور اس کو قبول نہ کریں اور اس پر عمل نہ کریں اور اس بات کا یقین کرلیں کہ وہ شیطان لعین کی طرف سے ہے، جس سے ہم اللہ تعالیٰ کے ذریعے سے پناہ مانگتے ہیں (ترجمہ ختم)

(۱۰)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(يَـاغُلَامُ) بَيِّنَتُكَ مُلَازَمَةَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْعَمَلَ بِهِمَا وَالْإِخْلَاصَ فِـى الْـعَـمَـلِ، اَنَّـهٗ اُرٰى عُـلَـمَـاءَ كُـمْ جُهَّـالًا، زُهَّادَكُمْ طَالِبِى الدُّنْيَا وَرَاغِبِيْـنَ فِيْهَـا، مُتَـوَكِّـلِيْنَ عَلَى الْخَلْقِ نَاسِيْنَ لِلْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، اَلثِّقَةُ بِـغَيْـرِ الْـحَـقِّ عَـزَّوَجَلَّ سَبَبُ اللَّعْنَةِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّـهٗ قَالَ: مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ كَانَتْ ثِقَتُهٗ بِمَخْلُوْقٍ مِثْلِهٖ. وَقَالَ

---

[۱] ص ۱۵، المقالة العاشرة فى النفس و أحوالها.

عَلَيۡهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: مَنۡ تَعَزَّزَ بِمَخۡلُوۡقٍ فَقَدۡ ذَلَّ.

(وَيۡحَکَ) اِذَا خَرَجۡتَ مِنَ الۡخَلۡقِ صِرۡتَ مَعَ الۡخَالِقِ يَعۡرِفُکَ مَالَکَ وَمَا عَلَيۡکَ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [1]

ترجمہ: صاحبزادہ! قرآن وسنت کا پابند رہنا اوران پرعمل کرنا اور عمل میں اخلاص پیدا کرنا (تیرا دعویٰ ایمان کا) گواہ ہے، میں تمہارے عالموں کو جاہل اورتمہارے زاہدوں کو دنیا کا طالب، دنیا میں بارغبت، مخلوق پر اعتماد رکھنے والا اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے والا دیکھ رہا ہوں۔ حق تعالیٰ کے علاوہ دوسرے پر بھروسہ کرنا لعنت کا سبب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: ملعون ہے وہ شخص جس کا بھروسہ اپنی جیسی مخلوق پر ہو۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مخلوق سے عزت چاہی، وہ بے شک ذلیل ہوا۔

تجھ پر افسوس! جب تو مخلوق سے باہر ہو جائے گا تب خالق کی معیت حاصل ہوگی کہ وہ (خالق) تجھ کو تیرے نفع نقصان سے آگاہ کر دے گا (ترجمہ ختم)

(۱۱)......اورایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(يَاغُلَامُ) مَتٰى يَصۡفُوۡ قَلۡبُکَ وَيَصۡفُوۡ سِرُّکَ وَاَنۡتَ مُشۡرِکٌ بِالۡخَلۡقِ وَکَيۡفَ تُفۡلِحُ وَاَنۡتَ فِيۡ کُلِّ لَيۡلَةٍ تَعَيَّنَ مَنۡ تَمۡضِيۡ اِلَيۡهِ وَتَشۡکُوۡ اِلَيۡهِ وَتَکۡدِيۡ مِنۡهُ ، کَيۡفَ يَصۡفُوۡ قَلۡبُکَ وَهُوَ فَارِغٌ مِنَ التَّوۡحِيۡدِ مَا فِيۡهِ ذَرَّةٌ مِنۡهُ ،اَلتَّوۡحِيۡدُ نُوۡرٌ وَالشِّرۡکُ بِالۡحَقِّ ظُلۡمَةٌ ، کَيۡفَ تُفۡلِحُ وَقَلۡبُکَ فَارِغٌ مِّنَ التَّقۡوٰى مَا فِيۡهِ ذَرَّةٌ ،اَنۡتَ مَحۡجُوۡبٌ عَنِ الۡخَلۡقِ،مَحۡجُوۡبٌ

---

[1] ص۱۵۷، المجلس الثامن والثلاثون، دارالریان للتراث، بیروت.

بِـالْاَسْبَـابِ عَـنِ الْـمُسَبِّـبِ، مَـحْجُوْبٌ بِالتَّوَكُّلِ عَلَى الْخَلْقِ وَالثِّقَةِ بِهِـمْ، اَنْـتَ دَعْوَى مُجَرَّدَةٌ بَاقَةُ بَقْلٍ مَا تُعْطٰى بِالدَّعْوٰى بِلَا بَيِّنَةٍ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [1]

ترجمہ: صاحب زادہ! تیرا دل کب صاف ہوگا، اور تیرے باطن میں صفائی کس وقت آئے گی، حالانکہ تو اللہ کی مخلوق کو شریک قرار دیے ہوئے ہے، اور تو کامیابی کیونکر پائے گا جبکہ تو ہر وقت مخلوق ہی سے مدد چاہتا ہے، مخلوق ہی کی طرف جاتا ہے، مخلوق ہی سے شکوہ کرتا ہے اور مخلوق ہی سے بھیک مانگتا ہے، جبکہ تیرا دل توحید سے بالکل خالی ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی توحید نہیں، تو وہ صاف کس طرح ہو سکتا ہے؟ توحید نور ہے اور مخلوق کو اللہ کا شریک قرار دینا ظلمت اور اندھیرا ہے، تُو کامیابی کس طرح پا سکتا ہے، حالانکہ تیرا دل تقوے سے ایسا خالی ہے کہ اس میں اس کا ذرہ بھر بھی نہیں، تو مخلوق کی وجہ سے خالق سے رکا ہوا ہے، اسباب کے سبب مسبب سے رکا ہوا ہے، اور مخلوق کا بھروسہ واعتماد رکھنے کی وجہ سے توکل سے رکا ہوا ہے تو صرف دعویٰ ہے اور گواہ کے بغیر دعوے سے ایک مٹھی گھاس بھی تجھ کو نہیں مل سکتی (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بزرگانِ دین کی صحیح تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور بزرگانِ دین کا ایسا احترام جو شریعت کو مطلوب ہے، صحیح طور پر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور ہر قسم کی بدعات اور لغویات سے حفاظت فرمائیں، اور بزرگانِ دین کے نام پر ان کی ہدایات کی خلاف ورزی کرنے کے طرزِ عمل سے بچائیں۔ آمین۔

---

[1] ص ۲۸۳، و ۲۸۴، المجلس الثامن والثلاثون، دار الریان للتراث، بیروت.

عُرس منانے کا شرعی حکم

صوفیائے کرام یا مذہبی پیشواؤں کے مزاروں پر ہر سال یومِ وفات کے موقع پر جو بعض لوگوں کی طرف اجتماع ہوتا ہے، اسے آج کل کے عرف ورواج میں عرس کہا جاتا ہے۔

جس طرح گیارہویں کی رسم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے یومِ وفات کے حوالے سے منائی جاتی ہے، اسی طرح سالانہ عرس بھی بزرگوں کے یومِ وفات کی نسبت سے منائے جاتے ہیں اور بعض لوگ گیارہ تاریخ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا عرس بھی مناتے ہیں، اورعوامُ الناس کے عقائد بھی ان دونوں چیزوں کے متعلق تقریباً ملتے جلتے ہیں، اور قبروں پر کی جانے والی بڑی بدعات میں سے عرس بڑی بدعت ہے، جس کو قبر کی سالانہ عید بھی کہا جاتا ہے، اس لئے گیارہویں کے ساتھ عرس کی رسم پر بھی روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ [1]

اولیائے کرام اور بزرگانِ دین سے حسنِ عقیدت اور اُن سے اللہ کے لئے محبت کرنا جبکہ شریعت کی حدود میں ہو، یہ مقبول ترین اعمال میں داخل ہے، صحیح اولیائے کرام کے نقشِ قدم

---

[1] عرس کے معنیٰ لغت میں شادی کے ہیں اور اس کا حاصل ہے ایک محبوب کا دوسرے سے وصل ہونا اور کیونکہ نیک لوگوں کی موت ان کے لئے وصلِ محبوب ہوتی ہے، نیز ایک روایت میں بھی آیا ہے کہ جب کسی مقبول بندے کی وفات ہوتی ہے تو فرشتے سوال وجواب کے بعد اس سے کہتے ہیں، ’’نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْسِ‘‘ ترجمہ: دلہن کی طرح بے فکر سوجا۔

اس اعتبار سے بزرگانِ دین کے فوت ہونے کا دن ان کے حق میں عرس کا دن ہوا، لیکن اوّل تو یہ دن ان کے حق میں ہے نہ کے کسی اور کے حق میں، دوسرے یہ دن بھی خاص ہے ہر سال آنے والے دن کو یہ مقام حاصل نہیں، تیسرے فوت ہونے کے بعد ان کی قبر پر ان کے نام سے عرس کے طور پر جمع ہونا یہ قبر کی زیارت کے مفہوم کے بالکل خلاف ہے، اب صورتِ حال یہ ہے کہ لوگوں نے اس کے مفہوم ومصداق دونوں کو بالکل خراب کردیا ہے۔ مصداق کی خرابیاں تو ظاہر ہیں کہ تمام شرک وبدعت اس عرس کا جزو ہوگئی ہیں۔ باقی مفہوم کی خرابی یہ ہے کہ اس لفظ کے لغوی معنٰی لے کر شادی کے لوازم بھی وہاں جمع کر دیئے ہیں، چنانچہ اکثر جگہ رسم ہے کہ بزرگوں کی قبر پر مہندی چڑھاتے ہیں، نقارہ رکھتے ہیں مزامیر وغیرہ سب لغو حرکتیں جمع کر رکھی ہیں (ماخوذ از ’’اشرف الجواب‘‘ بتغیر ص ۴۹)

پر چلنا اور ان کی صحیح معنیٰ میں پیروی کرنا باعثِ سعادت ہے، اُن کی وفات کے بعد اُن کے لئے شرعی قواعد کے مطابق ایصالِ ثواب کرنا اور ان کے درجات بلند ہونے کے لئے دعا کرنا ایک پسندیدہ عمل ہے، شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے کسی بزرگ کی قبر پر حاضری دینا اور سنت کے مطابق سلام کہنا، مزارات پر عبرت حاصل کرنے، اور صاحبِ قبر کے لئے دعائے مغفرت کرنے کی غرض سے جانا ہرگز کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

لیکن اگر اس سلسلہ میں شرعی احکام کی خلاف ورزی کی جائے تو یہ نیک عمل گناہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

احادیث میں ان چیزوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ (مسلم) [1]

ترجمہ: تم قبروں کی زیارت کرو، اس لئے کہ یہ موت کو یاد دلاتی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا، فَإِنَّ فِيْهَا عِبْرَةً (مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، پس (اب تم) قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ قبروں کی زیارت کرنے میں عبرت حاصل ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحدیث ٩٧٦"١٠٨"، کتاب الکسوف، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربه عز وجل فی زیارۃ قبر أمه، دار إحیاء التراث العربی -بیروت.

[2] رقم الحدیث ١٣٨٦، کتاب الجنائز، دار الکتب العلمیة، بیروت.

قال الحاکم: " هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه "

اورحضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلَا فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۳۸۷، کتاب الجنائز، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ دنیا میں زُہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) پیدا کرتی ہے، اور آخرت کی یاد دلاتی ہے (ترجمہ ختم)

اورحضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ، كَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس چیز کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبروں کی طرف جائیں، تو کہنے والا یہ کہے کہ اے مومنین اور مسلمین کے گھر والوں، تم پر سلام ہو، اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، ثُمَّ قَالَ: زُوْرُوْهَا، وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا (مصنف ابنِ ابی شيبة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا، پھر فرمایا کہ تم قبروں کی زیارت تو کیا کرو، لیکن کوئی بری بات نہ کہا کرو (ترجمہ ختم)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۱۵۴۷، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیما یقال إذا دخل المقابر.

[2] رقم الحدیث ۱۱۹۲۷، کتاب الجنائز، باب من رخص فی زیارة القبور.

نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ یُّقْعُدَ عَلَیْہِ وَأَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ(مسلم) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْہَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ(ترمذی) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہٖ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ: لَعَنَ اللّٰہُ الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِیَائِہِمْ مَسْجِدًا(بخاری) ۳؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ

۱؎ رقم الحدیث ۹۷۰ ”۹۴“ کتاب الجنائز، باب النہی عن تجصیص القبر والبناء علیہ، دار إحیاء التراث العربی -بیروت، واللفظ لہٗ، ابوداؤد رقم الحدیث ۳۲۲۵، نسائی رقم الحدیث ۲۰۲۷، مسند احمد رقم الحدیث ۱۴۱۴۹، مصنف ابنِ ابی شیبۃ رقم الحدیث ۱۱۸۸۶.

۲؎ رقم الحدیث ۳۲۰، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراہیۃ أن یتخذ علی القبر مسجدا، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی -مصر، واللفظ لہٗ، ابوداؤد رقم الحدیث ۳۲۳۶، نسائی رقم الحدیث ۲۰۴۳، مسند احمد رقم الحدیث ۲۰۳۰.

قال الترمذی: وَفِی الْبَاب عَنْ أَبِی ہُرَیْرَۃَ وَعَائِشَۃَ قَالَ أَبُو عِیسَی حَدِیثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِیثٌ حَسَنٌ وَأَبُو صَالِحٍ ہَذَا ہُوَ مَوْلَی أُمِّ ہَانِءٍ بِنْتِ أَبِی طَالِبٍ وَاسْمُہُ بَاذَانُ وَیُقَالُ بَاذَامُ أَیْضًا(حوالہ بالا)

۳؎ رقم الحدیث ۱۳۳۰، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، دارطوق النجاۃ، بیروت.

(وعبادت گاہ) بنالیا (ترجمہ ختم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو قتل فرمائے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا (ترجمہ ختم)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلاَ وَإِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّیْ أَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ (مسلم) [2]

ترجمہ: خبردار ہوجاؤ، تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا، خبردار ہوجاؤ، تم قبروں کو عبادت گاہ مت بنانا، میں نے تم کو اس سے منع کردیا ہے (ترجمہ ختم)

ابتدائے اسلام میں جبکہ بت پرستی اور قبروں کی عبادت کا دور دورہ تھا، اور فسق وفجور اور بدعات کا شیوع تھا، اور یہود ونصاریٰ وغیرہ نے اپنے نبیوں کی قبروں پر اس طرح کی حرکات اختیار کرلی تھیں، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے اور اس طرح کی حرکات سے منع فرمادیا تھا، تاکہ لوگ کفر وشرک اور گناہوں میں مبتلا نہ ہوں۔

---

[1] رقم الحدیث ۵۳۰ "۲۰" کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد، علی القبور واتخاذ الصور فیھا والنھی عن اتخاذ القبور مساجد، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] رقم الحدیث ۵۳۲ "۲۳" کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد، علی القبور واتخاذ الصور فیھا والنھی عن اتخاذ القبور مساجد، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

پھر جب لوگوں میں توحید اور ایمان کی پختگی پیدا ہوگئی، اور اس قسم کی خرابیوں سے حفاظت پر اطمینان ہوگیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابیوں سے بچتے ہوئے قبروں کی زیارت اور قبرستان میں حاضری کی اجازت دے دی، اور ساتھ ہی قبروں کی زیارت کا مقصد بھی بیان فرمادیا کہ یہ موت کو یاد دلانے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا اس بنیادی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر قبروں پر حاضری دینی چاہئے، اور صاحبِ قبر کے لئے دعا کرنی چاہئے، اور وہاں جا کر کوئی خلافِ شریعت حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا، لَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا، اللہ تعالیٰ اس قوم پر لعنت فرمائے، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد و عبادت گاہ بنالیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَقْرَ فِی الْإِسْلَامِ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: كَانُوْا يَعْقِرُوْنَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقَرَةً أَوْ شَاةً (سنن أبی داود) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں ''عقر'' نہیں ہے، امام عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ لوگ قبر کے قریب گائے یا بکری ذبح کیا کرتے تھے (حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے) (ترجمہ ختم)

---

[1] ومعنى النهی عن زيارة القبور إنما كان فی أول الإسلام عند قربهم بعبادة الأوثان واتخاذ القبور مساجد، فلما استحكم الإسلام وقوى فی قلوب الناس وأمنت عبادة القبور والصلاة إليها نسخ النهی عن زيارتها لأنها تذكر الآخرة وتزهد فی الدنيا (عمدة القارى، ج۸ص ۷۰، باب زيارة القبور)

[2] رقم الحديث ۷۳۵۸، مؤسسة الرسالة، بيروت.

[3] رقم الحديث ۳۲۲۲، كتاب الجنائز، باب كراهية الذبح عند القبر، المكتبة العصرية، بيروت.

اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی یا ولی کی قبر پر ایسی حرکات کرنا، جو بت پرست اپنے بتوں کے لئے کیا کرتے تھے، مثلاً ان کو سجدہ کرنا، اور طواف کرنا، یا ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے کوئی جانور ذبح کرنا یا کوئی دوسری چیز ان کے مزارات پر پیش کرنا اور چڑھانا، یا کسی دوسرے طریقہ سے غیر شرعی تعظیم کرنا حرام اور گناہ ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا، وَلَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا، وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ (مسند احمد) [2]

---

[1] قال أبو عمر: الوثن الصنم وهو الصورة من ذهب كان أو من فضة أو غير ذلک من التمثال وكل ما يعبد من دون الله فهو وثن صنما كان أو غير صنم وكانت العرب تصلى إلى الأصنام وتعبدها فخشى رسول الله صلى الله عليه وسلم على أمته أن تصنع كما صنع بعض من مضى من الأمم كانوا إذا مات لهم نبى عكفوا حول قبره كما يصنع بالصنم فقال صلى الله عليه وسلم " :اللهم لا تجعل قبرى وثنا يصلى إليه ويسجد نحوه ويعبد فقد اشتد غضب الله على من فعل ذلک "، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحذر أصحابه وسائر أمته من سوء صنيع الأمم قبله الذين صلوا إلى قبور أنبيائهم واتخذوها قبلة ومسجدا كما صنعت الوثنية بالأوثان التى كانوا يسجدون إليها ويعظمونها وذلک الشرک الأكبر فكان النبى صلى الله عليه وسلم يخبرهم بما فى ذلک من سخط الله وغضبه وأنه مما لا يرضاه خشية عليهم امتثال طرقهم(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد، ج۵ص۴۵،باب الزاء،الحديث التاسع والعشرون، لزيد بن أسلم)

(لا عقر فى الإسلام) قال ابن الأثير :هذا نفى للعادة الجاهلية وتحذير منها كانوا فى الجاهلية يعقرون الإبل أى ينحرونها على قبور الموتى ويقولون صاحب القبر كان يعقرها للأضياف فى حياته فيكافأ بصنيعه بعد موته .قال المجد ابن تيمية :وكره الإمام أحمد أكل لحمه قال :قال أصحابنا وفى معناه ما يفعله كثير من التصدق عند القبر بنحو خبز اه وأصل العقر ضرب قوائم البعير والشاة بالسيف وهو قائم(د عن أنس) بن مالک سنده رمز المصنف لحسنه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۹۹۰۹)

[2] رقم الحديث ۸۸۰۴، مؤسسة الرسالة، بيروت،واللفظ لهٗ،ابوداوٗد، رقم الحديث ۲۰۴۴،كتاب المناسک باب زيارة القبور، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۱۱۵۹ ،مصنف عبدالرزاق ، رقم الحديث ۴۸۳۹، كتاب الصلاة، باب التطوع فى البيت،شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ۳۸۶۵، باب فضل الحج والعمرة.

فى حاشية مسند احمد:إسناده حسن لأجل عبد الله بن نافع، وقد سلفت ترجمته فى الحديث السابق، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غير سريج،وهو ابن النعمان الجوهرى،فمن رجال البخارى.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان بناؤ (کہ وہاں نماز پڑھنا چھوڑ دو) اور تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے (ترجمہ ختم)

قبر کو عید نہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر کوئی خاص دن مقرر کر کے میلہ نہ لگایا جائے، جیسا کہ آج کل بزرگوں کے مزاروں پر عرس کے موقع پر ہوتا ہے۔

کیونکہ شریعت نے سال بھر میں عید کے دو موقعے مقرر فرمائے ہیں۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَـدِمَ رَسُـوْلُ الـلّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا، فَقَالَ:مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَـقَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا:يَوْمَ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِن دو دنوں کے بدلے میں اِن سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عیدالاضحیٰ کا دن، اور دوسرا عیدالفطر کا دن (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحديث ١١٣٤، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن نسائی، رقم الحديث ١٥٥٦، مسنداحمد، رقم الحديث ١٢٨٢٧.

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين من جهة يزيد بن هارون، وأما متابعه سهل بن يوسف، فمن رجال البخارى وأصحاب السنن.

مگر اس کے برعکس بے شمار لوگ بزرگانِ دین کی قبروں پر عرس کے عنوان سے میلے لگاتے ہیں، اور اس دن کو عید قرار دیتے ہیں۔

یہ بات جان لینے کی ہے کہ عید و تہوار میں یہ تین چیزیں خاص کر ہوا کرتی ہیں:

(۱) تاریخ کو متعین کرنا (۲) اجتماع (۳) خوشیاں منانا۔

لہٰذا احادیث کی رو سے مزاروں پر ایک متعین تاریخ کو اجتماع کرنے اور رواجی خوشیاں منانے کی ممانعت ثابت ہوئی۔

چنانچہ امام مناوی رحمہ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر کو عید بنانے سے ممانعت والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

يُؤخَذُ مِنهُ أَنَّ اِجْتَمَاعَ الْعَامَّةِ فِيْ بَعْضِ أَضْرِحَةِ الْأَوْلِيَاءِ فِيْ يَوْمٍ أَوْ شَهْرٍ مَّخْصُوْصٍ مِّنَ السَّنَةِ وَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا يَوْمُ مَوْلِدِ الشَّيْخِ وَيَأْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ وَرُبَمَا يَرْقُصُوْنَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ شَرْعًا وَعَلٰى وَلِيِّ الشَّرْعِ رَدْعُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ وَإِنْكَارُهُ عَلَيْهِمْ وَإِبْطَالُهُ (فيض القدير للمناوى)[1]

ترجمہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کا بعض اولیائے کرام کی قبروں پر سال کے کسی مخصوص دن یا مخصوص مہینے میں جمع ہونا، جس کے بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کا میلاد ہے، اور کھاتے اور پیتے ہیں، اور بعض اوقات رقص بھی کرتے ہیں، تو یہ شرعاً ممنوع ہے، شریعت دان کے ذمہ اس عمل پر ان کو تنبیہ کرنا اور نکیر کرنا اور اس عمل کو باطل قرار دینا ضروری ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

قَالَ الطِّيْبِيُّ نَهَاهُمْ عَنِ الْاِجْتِمَاعِ لَهَا اِجْتِمَاعَهُمْ لِلْعِيْدِ نُزْهَةً وَزِيْنَةً وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى تَفْعَلُ ذٰلِكَ بِقُبُوْرِ اَنْبِيَآئِهِمْ فَاَوْرَثَهُمُ

[1] تحت حديث رقم ٥٠١٦، حرف الصاد، المكتبة التجارية الكبرى -مصر.

الْغَفْلَةَ وَالْقَسْوَةَ وَمِنْ عَادَةِ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ اَنَّهُمْ لَايَزَالُوْنَ يُعَظِّمُوْنَ اَمْوَاتَهُمْ حَتّٰى اِتَّخَذُوْهَا اَصْنَامًاوَاِلٰى هٰذَا اَشَارَ بِقَوْلِهٖ " اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِىْ وَثْنًا" يُعْبَدُ فَيَكُوْنُ الْمَقْصُوْدُ مِنَ النَّهْىِ كَرَاهَةَ اَنْ يَّتَجَاوَزُوْا فِىْ قَبْرِهٖ غَايَةَ التَّجَاوُزِ وَلِهٰذَا وَرَدَ" اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ"(مرقاة المفاتيح) [1]

ترجمہ: طیبی نے فرمایا کہ قبر پر عید کی طرح اجتماع سے منع کیا گیا ہے، جو فخر اور زینت کے طور پر ہوتا ہے، اور یہود ونصاریٰ اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ ایسا کیا کرتے تھے، جس نے ان کو غفلت اور دل کی سختی میں مبتلا کردیا، اور بت پرستوں کی بھی عادت رہی کہ وہ اپنے مُردوں کی تعظیم کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے قبروں کو بت بنالیا، اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت مت بنانا، جس کی عبادت کی جائے، تو منع کرنے سے مقصود اس چیز کو ناپسند کرنا ہوا کہ وہ قبر کے معاملہ میں حد سے تجاوز کریں، اور اسی وجہ سے حدیث میں یہ وارِد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اس قوم پر سخت ہوگیا، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ إِبَاحَةُ الدُّعَاءِ عَلٰى أَهْلِ الْكُفْرِ وَتَحْرِيْمُ السُّجُوْدِ عَلٰى قُبُوْرِ الْأَنْبِيَاءِ وَفِىْ مَعْنٰى هٰذَا أَنَّهٗ لَا يَحِلُّ السُّجُوْدُ لِغَيْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحْتَمِلُ الْحَدِيْثُ أَنْ لَّا تُجْعَلَ قُبُوْرُ الْأَنْبِيَاءِ قِبْلَةً يُصَلّٰى إِلَيْهَا وَكُلُّ مَا احْتَمَلَهُ الْحَدِيْثُ فِى اللِّسَانِ الْعَرَبِيِّ فَمَمْنُوْعٌ مِنْهُ لِأَنَّهٗ إِنَّمَا

---

[1] ج ۲ ص ۳۴۲، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى وفضلها، دار الفكر، بيروت.

دَعَا عَلَى الْيَهُوْدِ مُحَذِّرًا لِأُمَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ أَنْ يَّفْعَلُوْا فِعْلَهُمْ
(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد) [1]

ترجمہ: اس حدیث میں کافروں پر بددعا کرنے کے جائز ہونے، اور انبیاء کی قبروں پر سجدہ کرنے کے حرام ہونے کا ثبوت ہے، اور اسی معنیٰ میں یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں، اور اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ انبیاء کی قبروں کو قبلہ نہ بناؤ، جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے، اور ہر وہ چیز جس کا حدیث عربی زبان میں احتمال رکھتی ہے، وہ ممنوع ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر بددعاء فرمائی ہے، اپنی امت کو اس طرح کے فعل سے ڈرانے کے لئے (ترجمہ ختم)

اور علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَاتَجْمَعُوْا لِزِيَارَتِهٖ اِجْتِمَاعَكُمْ لِلْعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَوْمُ لَهْوٍوَسُرُوْرٍ وَحَالُ الزِّيَارَةِ بِخِلَافِهٖ وَكَانَ دَأْبَ اَهْلِ الْكِتَابِ فَاَوْرَثَهُمُ الْقَسْوَةَ (مجمع البحار ج ۲ ص ۴۴۵)

ترجمہ: (مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے) کہ قبر کی زیارت کے لئے مثل عید کے جمع نہ ہونا چاہئے کیونکہ عید تو کھیل اور خوشی کا دن ہے اور زیارتِ قبر کی شان اس سے علیٰحدہ ہے۔ قبر پر عید منانے کا رواج اہلِ کتاب کا ہے جس کی وجہ سے ان کے قلوب سخت ہوگئے (اور زیارۃِ قبور کا مقصد جو کہ عبرت حاصل کرنا تھا وہ فوت ہوگیا) (ترجمہ ختم)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَجْعَلُوْا زِيَارَةَ قَبْرِيْ عِيْدًا، أَقُوْلُ: هٰذَا

---

[1] ج٦ ص ٣٨٣، حرف الميم، الحديث العشرون، لابن شهاب.

إِشَارَةٌ إِلٰى سَدِّ مَدْخَلِ التَّحْرِيْفِ كَمَا فَعَلَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى بِقُبُوْرِ أَنْبِيَائِهِمْ، وَجَعَلُوْهَا عِيْدًا وَمَوْسَمًا بِمَنْزِلَةِ الْحَجِّ (حجة الله البالغة)[1]

ترجمہ: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ، میں کہتا ہوں کہ تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ فرما دیا، جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ کیا تھا، اور ان کو عید اور موسم بنا دیا تھا، حج کی طرح (ترجمہ ختم)

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

كُلُّ مَنْ ذَهَبَ اِلٰى بَلَدَةِ اَجْمِيْرَ اَوْ اِلٰى قَبْرِ سَالَارْ مَسْعُوْدٍ اَوْ مَاضَا هَاهَا لِاَجْلِ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ اِثْمًا اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَالزِّنَا (كتاب التفهيمات الالٰهية، ص ۴۵، مدينه برقى پريس، بجنور، يوپى، انڈيا)

ترجمہ: جو شخص بھی اجمیر شہر، یا سالار مسعود کی قبر، یا اسی طرح کی کسی اور بزرگ کی قبر پر کوئی حاجت طلب کرنے کے لئے گیا، تو وہ گناہ گار ہے، اور یہ گناہ قتل اور زنا سے بھی بڑا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لوگ کوئی ایک دن مقرر کر لیتے ہیں اور اس دن لباس ہائے فاخرہ ونفیس پہن کر عید کے مانند بخوشی وخرمی قبروں کے پاس جمع ہوتے ہیں اور رقص ومزامیر ودیگر بدعات کرتے ہیں، مثلاً قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، اور قبروں کا طواف کرتے ہیں، تو یہ طریقہ حرام اور ممنوع ہے، بلکہ بعض لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں اور یہی مراد ہے ان دونوں حدیثوں سے ”وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنا لینا“ اور ” اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِىْ

---

[1] ج۲ ص ۱۲۰، دار الجيل، بيروت -لبنان.

وَثَنًا'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے میرے پروردگار نہ بنادینا میری قبر کو بت کہ اس کی پرستش کی جائے'' یہ دونوں حدیثیں مشکاۃ شریف میں ہیں (فتاویٰ عزیزی ص ۱۷۸، باب التصوف)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نواسے اور شاگردِ خاص حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ جن پر ہندوپاکستان کے بیشتر علماء کی حدیث کی سندوں کا مدار ہے اور جن کے کلام سے بعض اہلِ بدعت مصنف دلیل پکڑتے ہیں اپنی مشہور کتاب ''اربعین'' میں اسی عرس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے (مسائل اربعین ص ۳۸)

اور مجالس الابرار میں ہے کہ:

اور قبروں کو عید بنانے سے منع فرمایا اور حال یہ ہے کہ وہ مخالفت کرتے اور میلہ مناتے ہیں اور اس پر ایسے جمع ہوتے ہیں جیسے عید کے لئے بلکہ اس سے بھی زیادہ (مجالس الابرار ص ۱۱۸، مجلس ۱۷)

اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ اللہ کے خاص خلیفہ، حضرت قاضی ثناء اللہ، حنفی، نقشبندی پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَایَجُوْزُ مَایَفْعَلُہُ الْجُھَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِیَآءِ وَالشُّھَدَآءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَالطَّوَافِ حَوْلَھَا وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالْمَسَاجِدِ عَلَیْھَا وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَالْحَوْلِ کَالْاَعْیَادِ وَیُسَمُّوْنَہُ عُرْسًا (التفسیر المظھری) [1]

ترجمہ: جاہل لوگ حضراتِ اولیاء وشہداء کے مزارات کے ساتھ جو (خلافِ شرع) معاملات کرتے ہیں وہ سب کے سب ناجائز ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا، ان کا طواف کرنا اور ان پر چراغاں کرنا اور ہر سال عیدوں کی طرح ان پر جمع ہونا،

---

[1] ج ۲ ص ۶۵، تحت آیت ۶۴ من سورۃ آلِ عمران، مکتبۃ الرشدیۃ -الباکستان.

جس کا نام انہوں نے عرس رکھا ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا .وَقَدْ حَرَّفَ مُرَادَهٗ بَعْضُ الْجُهَلَاءِ وَفَهِمُوْا أَنَّ مَعْنَاهُ لَا تَجْعَلُوْهُ كَالْعِيْدِ فَتَأْتُوْهُ فِي السَّنَةِ مَرَّةً، وَمَعْنَاهُ لَا تَجْعَلُوْهُ كَالْعِيْدِ حَفْلَةً سَنَوِيَّةً يَعْنِیْ "میلا میری قبر بر نہ لکایا کرو" (فیض الباری شرح البخاری، باب کراهیة الصلاة فی المقابر)

ترجمہ: تم میری قبر کو عید نہ بناؤ، بعض جہلاء نے اس حدیث کی مراد میں تحریف کردی ہے، اور انہوں نے یہ سمجھا ہے کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم قبر کو عید نہ بناؤ، سال میں ایک مرتبہ ہی آؤ، حالانکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم سالانہ عید کی طرح اجتماع نہ کرو، یعنی میری قبر میلا نہ لگایا کرو (ترجمہ ختم)

آج کل کے مروَّجہ عرس کے موقع پر بے شمار عورت اور مرد شرکت کرتے ہیں، مزار پر چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں، قبروں کو بوسہ دیتے اور چومتے ہیں، معتقد لوگ نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور منّتیں مانتے ہیں، نشہ آور اشیاء استعمال کرتے ہیں، نیز محفلِ سماع منعقد ہوتی ہے، جس میں موسیقار یا قوّال، ڈھول تاشوں کے ساتھ اپنا کلام گا گا کر سناتے ہیں۔

بعض جگہ مزار کو عرقِ گلاب سے غسل بھی دیا جاتا ہے، پھر اس گلاب کے عرق کو بعض لوگ بوتلوں میں بھر بھر کر اپنے یہاں لے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ طرح طرح کی حرکات کرتے ہیں، بعض لوگ عرقِ گلاب کی اس دھوون کو اپنے چہرہ اور ڈاڑھیوں پر مَلتے ہیں، بعض لوگ اس موقع پر قبروں کا طواف کرتے ہیں اور طرح طرح کی خرافات ہوتی ہیں، جبکہ نذر و نیاز اور دعا وغیرہ عبادات میں شامل ہیں اور عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہونی چاہئے۔

مزاروں اور قبروں پر جانے کی اجازت اس لئے ہے کہ وہاں جا کر موت کو یاد کیا جائے، لیکن عرس کے موقع پر یہ مقصد سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک دور میں عرس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اگر عرس اسلامی رواج ہوتا تو سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس منایا جاتا ، پھر دیگر انبیاء اور خلفائے راشدین کا منایا جاتا۔

پھر عُرس کے موقع پر عام طور سے آلاتِ موسیقی کے ساتھ سماع اور قوالیاں ہوتی ہیں، جو کہ ناجائز ہیں، اور اوپر سے اس کو نعوذ باللہ تعالیٰ حلال اور اس سے بڑھ کر عبادت سمجھا جانے لگا ہے، جو کہ انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن غنم اشعری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا؛ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ (بخاری) [1]

ترجمہ: یقیناً میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم اور شراب اور آلاتِ موسیقی کو (خوشنما تعبیروں سے، جیسے ثقافت، قوالی وغیرہ) حلال کرلیں گے (ترجمہ ختم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يُمْسَخُ قَوْمٌ مَنْ أُمَّتِيْ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ ، قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَيَشْهَدُوْنَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيَصُوْمُوْنَ؟ قَالَ :نَعَمْ ، قِيْلَ :فَمَا بَالُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ :يَتَّخِذُوْنَ الْمَعَازِفَ وَالْقَيْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ، وَيَشْرَبُوْنَ الْأَشْرِبَةَ، فَبَاتُوْا عَلٰى شُرْبِهِمْ

---

[1] رقم الحديث ۵۵۹۰، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه، دارطوق النجاة، بيروت.

وَلَهُوِهِمْ، فَأَصْبَحُوْا قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ (حلية الأولياء لأبى نعيم الأصبهانى) ۱؎

ترجمہ: آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر کی شکل سے مسخ کر دیا جائے گا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ اللہ کی توحید اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں گے، اور روزے رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں۔

عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اُن کے کیا اعمال ہوں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات اختیار کریں گے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) رکھیں گے، اور ڈھول، اور دَف رکھیں گے، اور شرابیں پییں گے، تو وہ شراب پی کر اور لہو ولعب کی حالت میں رات گزاریں گے، پھر اس حال میں صبح کریں گے کہ ان کو بندر اور خنزیر کی شکلوں میں مسخ کر دیا گیا ہوگا (ترجمہ ختم)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُضْرَبُ عَلٰى رُءُ وْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْقَيْنَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (التاريخ الكبير للبخارى) ۲؎

۱؎ ج۳ص ۱۱۹، ۱۲۰، دارالکتاب العربى، بيروت، واللفظ لهٗ؛ ذم الملاهى، رقم الحديث ۸.
قال ابو نعيم: كذا رواه حسان عن أبى هريرة مرسلاً. ورواه غيره عن الحسن، عن أبى هريرة متصلاً

۲؎ ج ا ص ۳۰۵، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد - الدكن، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجة رقم الحديث ۴۰۱۰، كتاب الفتن، باب العقوبات، شعب الايمان رقم الحديث ۵۲۲۷، مصنف ابنِ ابى شيبة رقم الحديث ۲۴۲۲۷، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۳۳۴۲، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۶۷۵۸.

قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات غير مالك هذا فإنه لا يعرف إلا برواية حاتم عنه فهو مجهول ولذلك قال الحافظ فيه " :مقبول "أى عند المتابعة (تحريم آلات الطرب للألبانى، ص۴۵)

ترجمہ: کچھ لوگ میری امت میں سے شراب پئیں گے، جس کا نام شراب کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات بجائے جائیں گے، اور گانے والی گانے گائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دیں گے، اور ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ بندر اور خنزیر بنا دیں گے (ترجمہ ختم)

معازف عربی زبان میں گانے بجانے کے آلات کو کہا جاتا ہے، جس میں ڈھول، بانسری وغیرہ سب داخل ہیں۔

اس حدیث سے آلاتِ موسیقی کا ناجائز ہونا معلوم ہوا۔ [۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

يُمْسَخُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ قِرَدَةً، وَطَائِفَةٌ خَنَازِيْرَ، وَيُخْسَفُ بِطَائِفَةٍ وَيُرْسَلُ عَلٰى طَائِفَةٍ الرِّيْحُ الْعَقِيْمُ بِأَنَّهُمْ شَرِبُوا الْخَمْرَ، وَلَبِسُوا الْحَرِيْرَ، وَاتَّخَذُوا الْقِيَانَ، وَضَرَبُوْا بِالدُّفُوْفِ (ذم الملاهي لابن ابی الدنيا) [۲]

---

[۱] والمعازف وقوله يستحلون قال بن العربى يحتمل أن يكون المعنى يعتقدون ذلك حلالا ويحتمل أن يكون ذلك مجازا على الاسترسال أى يسترسلون فى شربها كالاسترسال فى الحلال وقد سمعنا ورأينا من يفعل ذلك قوله والمعازف بالعين المهملة والزاى بعدها فاء جمع معزفة بفتح الزاى وهى آلات الملاهى ونقل القرطبى عن الجوهرى أن المعازف الغناء والذى فى صحاحه أنها آلات اللهو وقيل أصوات الملاهى وفى حواشى الدمياطى المعازف الدفوف وغيرها مما يضرب به ويطلق على الغناء عزف وعلى كل لعب عزف ووقع فى رواية مالك بن أبى مريم تغدو عليهم القيان وتروح عليهم المعازف (فتح البارى -لابن حجر،باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

المعازف ، هى الدفوف وغيرها مما يضرب (به) كما فى "النهاية "

وفى "القاموس : "هى الملاهى كالعود والطنبور الواحد (عزف) أو (معزف) كمنبر ومكنسة و (العازف) : اللاعب بها والمغنى ولذلك قال ابن القيم فى "الإغاثة : "وهى آلات اللهو كلها لا خلاف بين أهل اللغة فى ذلك وأوضح منه قول الذهبى فى "السير "(۱۵۸/۲۱) (المعازف) : اسم لكل آلات الملاهى التى يعزف بها كالمزمار والطنبور والشبابة والصنوج ونحوه فى كتابه "تكرة الحفاظ "(۱۳۳۷/۲)(تحريم آلات الطرب،للألبانى، صفحة ۷۹)

[۲] رقم الحديث۶،ص۲۸، مكتبة ابن تيمية، القاهرة -مصر.

كنز العمال جلد۱۵، صفحه ۲۲۳، عن ابن ابى الدنيا فى ذم الملاهى وابو الشيخ فى الفتن.

ترجمہ: میری امت کے ایک گروہ کو بندر بنادیا جائے گا اور ایک گروہ کو خنزیر، اور ایک گروہ کو زمین میں دھنسایا جائے گا اور ایک گروہ پر نامبارک آندھی بھیجی جائے گی، اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوگا کہ وہ لوگ شرابیں پئیں گے، اور ریشم پہنیں گے، اور گانے بجانے والی عورتیں (اور آلات) رکھیں گے، اور طبلے ڈھول بجائیں گے (ترجمہ ختم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَقَذْفٌ، قِيْلَ وَمَتٰى ذٰلِكَ يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ اِذَا ظَهَرَ الْقَيَّانُ وَالْمَعَازِفُ وَاسْتُحِلَّتِ الْخُمُوْرَ

(مسند عبد بن حميد، جلد ۲ صفحه ۳۸، رقم الحديث ۴۵۴)

ترجمہ: اس امت میں دھنسائے جانے اور صورتیں مسخ کیے جانے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ فرمایا: جب گانے بجانے والی عورتوں اور گانے بجانے کے آلات (موسیقی) کی کثرت ہوجائے گی، اور شرابوں کو حلال سمجھا جانے لگے گا (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوْبَةَ، وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر شراب کو، اور جوے کو، اور طبلے کو حرام کیا ہے، اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَيْهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُمْ فِي

---

[1] رقم الحديث ۲۶۲۵، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، ابوداؤد رقم الحديث ۳۶۹۸.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح.

الْـمَسْـجِدِ فَقَالَ : إِنَّ رَبِّیْ حَـرَّمَ عَـلَـیَّ الْـخَـمْرَ وَالْمَیْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَالْقِنِّیْنَ .وَالْكُوْبَةُ اَلطَّبْلُ(السنن الكبرى للبيهقى) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس تشریف لائے، اور وہ لوگ اس وقت مسجد میں تھے، اور فرمایا کہ بے شک میرے رب نے میرے اوپر شراب کو اور جوئے کو اور کوبہ کو حرام کیا ہے، اور کوبہ سے مراد طبلہ ہے(ترجمہ ختم)

طبلہ گانے بجانے کے آلات میں سے ہے، جب یہ بھی حرام ہے تو دوسرے گانے بجانے کے آلات کیونکر جائز ہو سکتے ہیں؟ ۲؎

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ صَـلَّـی الـلّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ سَبْعٍ، وَأَنَا أَنْهَاكُمْ عَـنْهُـنَّ، أَلَا إِنَّ مِـنْهُـنَّ :اَلـنَّـوْحَ، وَالْـغِـنَـاءَ، وَالتَّصَـاوِيْـرَ، وَالشِّعْـرَ، وَالـذَّهَـبَ، وَجُـلُـوْدَ السِّبَاعِ، وَالتَّبَرُّجَ ,وَالْـحَـرِيْرَ(مسند أبی يعلی الموصلی) ۳؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں سے منع فرمایا، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں، خبردار ہو جاؤ، ان میں سے ایک چیز نوحہ ہے، اور ایک گانا ہے، اور ایک تصاویر ہیں، اور ایک (غیر شرعی) شعر ہے، اور ایک (مرد کو) سونا (پہننا) ہے، اور ایک درندے کی کھال ہے، اور ایک (زمانۂ جاہلیت کی طرح) عورتوں کا بے پردہ پھرنا ہے، اور ایک (مرد کو) ریشم (کا پہننا) ہے(ترجمہ ختم)

۱؎ رقم الحديث ۲۰۹۹۴، باب :ما جاء فی ذم الملاهی من المعازف والمزامير ونحوها، دار الكتب العلمية، بيروت.

۲؎ وأما الطنبور فهو بضم الطاء والموحدة بينهما نون ساكنة آلة من آلات الملاهی معروفة وقد تفتح طاؤه(فتح البارى -لابن حجر، باب هل تكسر الدنان التی فيها خمر أو تخرق الزقاق)

۳؎ رقم الحديث ۷۳۷۴، ج۱۳ ص ۳۶۴، دار المأمون للتراث -دمشق، واللفظ لهٗ، مسند الشاميين للطبرانی رقم الحديث ۱۳۹۲ .

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

الدُّفُّ حَرَامٌ وَالْمَعَازِفُ حَرَامٌ وَالْكُوبَةُ حَرَامٌ وَالْمِزْمَارُ حَرَامٌ (السنن الكبرى للبيهقي) [1]

ترجمہ: دَف حرام ہے، اور گانے بجانے کے آلاتِ (موسیقی) حرام ہیں، اور طبلہ حرام ہے، اور بانسری حرام ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک تقریب کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے کہ:

فَمَرَّتْ عَائِشَةُ فِي الْبَيْتِ فَرَأَتْهُ يَتَغَنّٰى وَيُحَرِّكُ رَأْسَهُ طَرَبًا وَكَانَ ذَا شَعْرٍ كَثِيرٍ .فَقَالَتْ :أُفٍّ شَيْطَانٌ أَخْرِجُوهُ أَخْرِجُوهُ (الادب المفرد للبخاري) [2]

ترجمہ: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس گھر میں گزریں، تو اس آدمی کو دیکھا کہ وہ گانا گا رہا ہے، اور اپنے سر کو مستی کے ساتھ حرکت دے رہا ہے، اور اس کے بڑے بڑے بال تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اُف، یہ شیطان ہے، اسے باہر نکالو، باہر نکالو (ترجمہ ختم)

آج بھی قوال اور گویئے بڑے بڑے بال رکھتے ہیں، اور اپنے سر کو مستی سے ہلاتے ہیں۔

پھر مزید براں آج کل کی عام قوالیوں میں جو اشعار پڑھے جاتے ہیں، ان کے مضامین

---

[1] رقم الحديث ۲۱۰۰۰، باب :ما جاء في ذم الملاهي من المعازف والمزامير ونحوها، دار الكتب العلمية، بيروت.

قلت :و هذا إسناد صحيح إن كان (أبو هاشم الكوفي) هو (أبو هاشم السنجاري) المسمى (سعدا) فإنه جزري كعبد الكريم وذكروا أنه روى عنه لكن لم أر من ذكر أنه كوفي وفي "ثقات ابن حبان "(۲۹۶/۴) أنه سكن دمشق والله أعلم(تحريم آلات الطرب، للألباني، صفحه ۹۲)

[2] رقم الحديث ۱۲۴۷ ص۷۰۸، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض.

قال الالباني:

قلت :و إسناده محتمل للتحسين ، رجاله ثقات ، غير أم علقمة هذه و اسمها مرجانة وثقها العجلي و ابن حبان ، و روى عنها ثقتان (السلسلة الصحيحة للالباني، تحت حديث رقم ۷۲۲)

خلافِ شریعت بلکہ بعض شرکیہ کلمات پر بھی مشتمل ہوتے ہیں، جبکہ شرعاً اشعار کے انداز میں بھی اس قسم کے مضامین کا پڑھنا جائز نہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ بِمَنْزِلَۃِ الْکَلَامِ حَسَنُہٗ کَحَسَنِ الْکَلَامِ وَقَبِیْحُہٗ کَقَبِیْحِ الْکَلَامِ (دارقطنی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر کلام کے درجے میں ہے، جو اچھا ہو تو اچھے کلام کی طرح ہے، اور برا ہو تو برے کلام کی طرح ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ شعر اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور برا بھی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مضمون اور مفہوم نظم (ونعت) کے بغیر، نثر کے انداز میں شرعی اصولوں کے خلاف ہو، اس کو نظم کے انداز میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا ایک انصاری صحابیہ ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ جس دن میرا نکاح ہوا اس سے اگلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے، اس وقت گھر کی کچھ بچیاں ترنم سے کچھ اشعار پڑھ رہی تھیں، ان اشعار میں کچھ شہدائے بدر کا ذکر تھا، اور کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ومنقبت اور تعریف تھی، اشعار پڑھتے ہوئے ان بچیوں نے ایک مصرعہ یہ پڑھا کہ:

---

[1] رقم الحديث ۴۳۰۸، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، الأدب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۸۹۵، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۱۴۸۸، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۷۶۹۶.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الاوسط وقال لا يروى عن النبی صلى الله عليه وسلم الا بهذا الاسناد واسناده حسن(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۲۲ ،باب الشعر فی الكلام، مكتبة القدسی، قاهرة)

وقال الالبانی:

له شواهد يصل بها إلى رتبة الحسن منها عن عائشة(السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت حديث رقم ۴۴۶)

’’وَفِيْنَانَبِيٌّ يَعْلَمُ مَافِيْ غَدٍ‘‘

ترجمہ: اور ہمارے درمیان وہ نبی موجود ہیں جو کل کے حالات سے باخبر ہیں۔

یہ مصرعہ اگرچہ اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا، لیکن چونکہ الفاظ عام تھے، اوران سے وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کی طرف وہ علمِ غیب منسوب کیا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، اس لئے آپ نے اس مصرعے کو بھی گوارا نہ کیا۔

اوران بچیوں کو ٹوکتے ہوئے فرمایا کہ:

لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا وَقُوْلِيْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ (بخاری) ؎۱

ترجمہ: تم اس طرح نہ پڑھو، اوراس سے پہلے جو پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو (ترجمہ ختم)

اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نعت جیسی چیز میں بھی خلافِ شریعت باتیں گوارا نہیں تھیں۔

پھر آج کل کی قوّالیوں میں خلافِ شریعت مضامین اوراشعار کیسے جائز ہوسکتے ہیں۔

ناظرینِ کرام! آج کل بہت سے اہلِ بدعت کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مروَّجہ عرس اور اُس میں پائی جانے والی چیزوں کے ناجائز ہونے کا فتویٰ بعد کے مخصوص علماء کا ہے، جن کو وہابیت کا الزام دیا جاتا ہے۔

حالانکہ گزشتہ حوالوں سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ یہ موقف قرآن وسنت کے مطابق ہے، اور قدیم سے اہلُ السنۃ والجماعۃ کا چلا آتا ہے۔

بھلا جس چیز میں کھلم کھلا شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو، اس کی اہلِ حق علماء وفقہاء کیسے اجازت دے سکتے ہیں؟

آج کل کے عرس میں جو کچھ ہوتا ہے، مولانا ماہرُ القادری صاحب نے اپنے درجِ ذیل

؎۱ رقم الحدیث ۵۱۴۷، کتاب النکاح، دارطوق النجاۃ، بیروت.

اشعار میں اس کی حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے کہ:

ہر طرف خیمے لگے ہیں، دُور تک بازار ہے
یہ نمائش ہے، کوئی میلہ ہے، یا تہوار ہے

ہے یہ تقریبِ عقیدت، عُرس ہے اک پِیر کا
کام کرتی ہے یہاں کی خاک بھی اکسیر کا

اِک طوائف گا رہی ہے سامنے درگاہ کے
کیا مزے ہیں حضرتِ قبلہ سُہاگن شاہ کے

رقص فرمانے لگے، کچھ صاحبانِ وجد وحال
یہ کرامت شیخ کی ہے، یا ہے نغمہ کا کمال

عورتوں کی بھیڑ میں نظارہ ٹھوکر کھائے ہے
اِس ہجومِ رنگ وبُو میں کب خدا یاد آئے ہے

مقبروں کی جالیوں پر عرضیاں لٹکی ہوئیں
یہ وہ منزل ہے جہاں ہیں نیکیاں بھٹکی ہوئیں

اِن میں لکھا ہے ہماری جھولیاں بھر دیجئے
دردِ دِل سُن لیجئے، مشکل کشائی کیجئے

آپ کو اللہ نے سب کچھ دیا ہے اختیار
میرا گلشن بھی بہت دن سے ہے بے فصل وبہار

پھول بٹتے ہیں کہیں اور دیگ لُٹتی ہے کہیں
دل مچلتا ہے کہیں اور سانس گھٹتی ہے کہیں

یہ ملیدے، یہ بتاشے، یہ مٹھائی کے طباق
یہ عقیدت کا تموُّج، یہ وفورِ اشتیاق

چادریں چڑھتی ہوئیں، ڈھولک بھی بجتی ہوئی
یہ مُوحِّد ہیں جو پوجا کر رہے ہیں قبر کی

کوئی سجدے میں جھکا ہے، کوئی مصروفِ طواف
تھام رکھا ہے کسی نے دونوں ہاتھوں سے غلاف

رو رہا ہے کوئی چوکھٹ ہی پہ سر رکھے ہوئے
ہیں کسی کے ہاتھ بہرِ التجا اُٹھے ہوئے

دیکھتا ہی رہ تماشائی، زباں سے کچھ نہ بول
چادروں کی دھجیاں بکتی ہیں یاں سونے کے مول

ہَن برستا ہے یہاں، چاندی اُگلتی ہے زمیں
آخرت کی یاد اِس جا پاؤں رکھ سکتی نہیں

زائروں کے خود مجاور ہی جھکا دیتے ہیں سر
مور کے پنکھوں کے سایہ میں کلاوے باندھ کر

ہے یہ تعلیمِ نبی (ﷺ) فرمانِ قرآنِ کریم
ہے ہر اِک بدعت ضلالت، شرک ہے ظلمِ عظیم

بدعتوں ہی بدعتوں کی ہر طرف شیشہ گری
اس طرح تردید فرمانِ رسولُ اللہ کی

مدعی توحید کے، اور شرک سے یہ ساز باز
اِک طرف قبروں پہ سجدے دوسری جانب نماز

التجا، فریاد، استمداد غیرُ اللہ سے
یہ نہیں ہے شرک، تو پھر شرک کس کا نام ہے

کب تلک یہ کھیل دنیا کو دکھایا جائے گا
مضحکہ توحید کا کب تک اُڑایا جائے گا

عرس، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی نظر میں

اب مروَّجہ عرس میں ہونے والے مذکورہ منکرات وخرافات کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی پیش کردہ ہدایات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

دَعْ عَنْکَ الشِّرْکَ بِالْخَلْقِ وَوَحِّدِ الْحَقَّ عَزَّوَجَلَّ هُوَ خَالِقُ الْاَشْيَاءِ جَمِيْعِهَا وَبِيَدِهٖ الْاَشْيَاءُ جَمِيْعُهَا ، يَاطَالِبَ الْاَشْيَاءِ مِنْ غَيْرِهٖ مَا اَنْتَ عَاقِلٌ ، هَلْ شَيْئٌ لَيْسَ هُوَ فِيْ خَزَائِنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ،قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ”وَاِنْ مِّنْ شَيْئٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ“ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۱۲، المجلس الاول، دارالریان للتراث، بیروت)

ترجمہ: مخلوق کے ساتھ شرک کرنا چھوڑ دے، اور حق تعالیٰ عزوجل کی توحید اختیار کرلے، وہی تمام اشیاء کو پیدا کرنے والا ہے، اور اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام اشیاء ہیں، اے غیرُ اللہ سے چیزوں کو طلب کرنے والے، تو بے وقوف ہے، کیا کوئی چیز ایسی بھی ہے، جو اللہ عزوجل کے خزانوں میں نہ ہو، اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں (ترجمہ ختم)

(۲)......ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(يَاقَوْمِ) اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا وَافِقُوْا وَلَا تُخَالِفُوْا اَطِيْعُوْا وَلَا تَعْصُوْا اَخْلِصُوْا وَلَا تُشْرِكُوْا، وَحِّدُوْا الْحَقَّ عَزَّ وَجَلَّ وَعَنْ بَابِهٖ فَلَا تَبْرَحُوْا، سَلُوْهُ وَلَا تَسْأَلُوْا غَيْرَهٗ، اِسْتَعِيْنُوْا بِهٖ وَلَا تَسْتَعِيْنُوْا بِغَيْرِهٖ، تَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ وَلَا تَتَوَكَّلُوْا عَلٰى غَيْرِهٖ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [1]

ترجمہ: اے میری قوم! اتباع کرو، بدعتی مت بنو، موافقت کرو، مخالفت نہ کرو،

---

[1] ص ۱۹۱، ۱۹۲، المجلس السابع والاربعون، دارالریان للتراث، بیروت.

تابعدار بنو، نافرمان نہ بنو، اخلاص اختیار کرو، اور شرک نہ کرو، حق تعالیٰ عزوجل کی توحید کو اختیار کرو، اوراس کے دروازے سے مت ہٹو، اسی سے مانگو، اور کسی سے نہ مانگو، اسی سے مدد چاہو، اور کسی غیر سے مدد مت چاہو، اسی پر بھروسہ کرو، اور کسی دوسرے پر بھروسہ مت کرو (ترجمہ ختم)

(۳)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِلٰی مَتٰی اَنْتَ مُشْرِکٌ بِالْخَلْقِ مُتَّکِلٌ عَلَیْھِمْ ؟ یَجِبُ عَلَیْکَ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اَحَدًا مِّنْھُمْ لَایَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَقِیْرُھُمْ وَغَنِیُّھُمْ عَزِیْزُھُمْ وَذَلِیْلُھُمْ ، عَلَیْکَ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَا تَتَّکِلُ عَلَی الْخَلْقِ وَلَا عَلٰی کَسْبِکَ وَحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ، اِتَّکِلُ عَلٰی فَضْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [۱]

ترجمہ: تو کب تک مخلوق کو اللہ کا شریک سمجھتا اوران پر بھروسہ کرتا رہے گا؟ تجھ پر یہ جاننا واجب ہے کہ ان میں سے کوئی بھی نہ تجھ کو نفع دے سکتا ہے، نہ نقصان، خواہ وہ فقیر ہو یا مالدار، عزت والا ہو یا ذلت والا، تُو اللہ عزوجل کو لازم پکڑ اور مخلوق پر بھروسہ نہ کر، اور نہ اپنی کوشش اور حرکت اور قوت پر بھروسہ کر، اللہ عزوجل پر ہی بھروسہ کر (ترجمہ ختم)

(۴)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یُؤْتِیْ فَضْلَہٗ مَنْ یَّشَآءُ "وَیَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ" اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدِہٖ وَالْعَطَاءُ وَالْمَنْعُ بِیَدِہٖ، وَالْغِنٰی وَالْفَقْرُ بِیَدِہٖ ، وَالْعِزُّ وَالذِّلُّ بِیَدِہٖ، مَالِأَحَدٍ مَعَہٗ شَیْئٌ ، فَالْعَاقِلُ مَنْ یَّلْزِمُ بَابَہٗ، وَیُعْرِضُ بَابَ غَیْرِہٖ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۶، المجلس الثالث، دارالریان للتراث، بیروت)

ترجمہ: وہ (وحدہٗ لاشریک) جس پر چاہتا ہے، فضل فرماتا ہے، اور جس کو چاہتا

[۱] ص ۱۹۵، المجلس الثامن والاربعون، دارالریان للتراث، بیروت.

ہے رزق بے شمار دیتا ہے، ساری بھلائیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، اور دینا نہ دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے، مالدار اور فقیر بنانا بھی اسی کے قبضے میں ہے، عزت دینا اور ذلیل کرنا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کی موجودگی میں کسی کے ہاتھ کچھ بھی نہیں، لہٰذا عقل مند وہی ہے، جو اس کے دروازہ کا ہو رہے، اور دوسروں کے دروازوں سے منہ پھیر لے (ترجمہ ختم)

(۵)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَنْتَ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِبَادُهٗ وَهُوَ مُدَبِّرُكَ وَمُدَبِّرُهُمْ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص۲۸، المجلس الثالث، دارالریان للتراث، بیروت)

ترجمہ: تو اور ساری مخلوق اللہ کے بندے ہیں، اور اللہ تیرا بھی مدبّر ہے، اور دوسری سب مخلوق کا بھی (ترجمہ ختم)

(۶)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَهَوِّلْ بِقَلْبِكَ اِلَى الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، وَتَعَلَّقْ بِذَيْلِ رَحْمَتِهٖ حَتّٰى يَخْرُجَ هَمُّ الدُّنْيَا مِنْ قَلْبِكَ، هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ اَلْعَالِمُ بِكُلِّ شَيْءٍ، بِيَدِهٖ كُلُّ شَيْءٍ، اَلْزِمْ بَابَهٗ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [1]

ترجمہ: پس بھاگ اپنے دل سے حق تعالیٰ کی طرف، اور اس کی رحمت کے دامن سے چپٹ جا، یہاں تک کہ وہ دنیا کے تفکرات کو تیرے دل سے باہر کرے کہ وہ قادر ہے ہر چیز پر، واقف ہے ہر چیز سے، اور اس کے اختیار میں ہے ہر چیز، پس اس کے دروازے کو لازم پکڑ (ترجمہ ختم)

(۷)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَلْاِقْبَالُ عَلَى الْخَلْقِ هُوَ عَيْنُ الْاِدْبَارِ عَنِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، لَافَلَاحَ لَكَ حَتّٰى تَخْلَعَ الْاَرْبَابَ وَتَقْطَعَ الْاَسْبَابَ وَتَتْرُكَ رُؤْيَةَ الْخَلْقِ فِي

---

[1] ص ۴۱، المجلس السادس، دارالریان للتراث، بیروت.

النَّفُعِ وَالضَّرِّ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [1]

ترجمہ: مخلوق کی طرف منہ کرنا بعینہٖ حق تعالیٰ عزوجل کی طرف پُشت کرنا ہے، تجھے کبھی کامیابی نہ ہوگی جب تک کہ جھوٹے معبودوں کو نکالے گا نہیں، اسباب کو قطع نہیں کرے گا، اور نفع ونقصان کے متعلق مخلوق کو دیکھنا نہ چھوڑے گا (ترجمہ ختم)

(۸)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِلٰی مَتٰی اِقْبَالُکَ عَلَیْهِمْ؟ اَیْشُ یَنْفَعُوْنَکَ؟ لَیْسَ بِاَیْدِیْهِمْ ضَرَرٌ، وَلَا نَفْعٌ وَلَا عَطَاءٌ وَلَا مَنْعٌ، لَافَرْقَ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ سَائِرِ الْجَمَادَاتِ فِیْمَا یَرْجِعُ اِلَی الضَّرَرِ وَالنَّفْعِ، اَلْمَلِکُ وَاحِدٌ اَلضَّارُّ وَاحِدٌ، اَلنَّافِعُ وَاحِدٌ، اَلْمُحَرِّکُ وَالْمُسَكِّنُ وَاحِدٌ، اَلْمُسَلِّطُ وَاحِدٌ اَلْمُسَخِّرُ وَاحِدٌ اَلْمُعْطِیُ وَالْمَانِعُ وَاحِدٌ اَلْخَالِقُ وَالرَّازِقُ هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، هُوَ الْقَدِیْمُ الْاَزَلِیُّ الْاَبَدِیُّ، هُوَ مَوْجُوْدٌ قَبْلَ الْخَلْقِ، قَبْلَ آبَائِکُمْ وَاُمَّهَاتِکُمْ وَاَغْنِیَائِکُمْ، هُوَ خَالِقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَافِیْهِنَّ وَمَا بَیْنَهُمَا "لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" وَ اَسَفَا عَلَیْکُمْ یَاخَلْقَ اللّٰهِ، مَاتَعْرِفُوْنَ خَالِقَکُمْ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ؟ اِنْ کَانَ لِیْ فِی الْقِیَامَةِ شَیْءٌ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَاَحْمِلَنَّ اَثْقَالَکُمْ مِنْ اَوَّلِکُمْ آخِرَکُمْ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [2]

ترجمہ: مخلوق پر تیری توجہ کب تک رہے گی؟ وہ تجھے کیا نفع دے سکتے ہیں؟ نہ ان کے ہاتھ میں نقصان ہے نہ نفع، نہ دینا ہے نہ روکنا، نفع اور نقصان کے متعلق تو ان میں اور جمادات میں کچھ فرق نہیں ہے، بادشاہ ایک ہی ہے، نقصان پہنچانے والا ایک ہی ہے، نفع پہنچانے والا ایک ہی ہے، حرکت دینے والا وہی ایک ہے، سکون

---

[1] ص ۴۹، المجلس العاشر، دارالریان للتراث، بیروت.

[2] ص ۶۳، ۶۴، المجلس الثالث عشر، دارالریان للتراث، بیروت.

دینے والا وہی ایک ہے، مسلط کرنے والا وہی ایک ہے، مسخّر بنانے والا وہی ایک ہے، معطی اور مانع وہی ایک ہے، اور پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا وہی ایک ہے، یعنی اللہ عزوجل۔ وہی قدیم ہے، اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہی مخلوق سے پہلے، تمہارے ماں باپ سے پہلے اور تمہارے دولت مندوں سے پہلے موجود تھا، وہی پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور اُن چیزوں کا جو چیزیں ان کے اندر ہیں، اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں، اُس کے جیسا کوئی نہیں، اور وہ سمیع اور بصیر (یعنی ہر چیز کو سُننے والا اور دیکھنے والا) ہے۔

افسوس ہے تم پر اے اللہ کی مخلوق! کہ تم اپنے خالق کو نہیں پہچانتے جیسا کہ پہچاننا چاہئے، اگر قیامت کے متعلق حق تعالیٰ کے نزدیک مجھے کچھ بھی اختیار حاصل ہوتو میں اول سے لے کر آخر تک تم سب کے بوجھ ضرور اُٹھالوں (ترجمہ ختم)

(۹)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رُؤْيَتُكَ لِلضَّرِّ وَالنَّفْعِ وَالْعَطَاءِ وَالْمَنْعِ مِنَ الْخَلْقِ آلِهَةٌ، كَثِيْرٌ مِّنَ الْخَلْقِ مُتَّكِلُوْنَ عَلٰى هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ بِقُلُوْبِهِمْ وَيَظْهَرُوْنَ اَنَّهُمْ مُتَّكِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ، قَدْ صَارَ ذِكْرُهُمْ لِلْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ عَادَةً بِاَلْسِنَتِهِمْ لَا بِقُلُوْبِهِمْ، فَاِذَا حُوْقِقُوْا فِيْ ذٰلِكَ حَرَّدُوْا، وَقَالُوْا كَيْفَ يُقَالُ لَنَا هٰكَذَا؟ اَلَسْنَا مُسْلِمِيْنَ؟ غَدًا تَبَيَّنَ الْفَضَائِحُ وَتَظْهَرُ الْمُخبَّاتُ.

(وَيْحَكَ) تُؤَيِّدُ فِيْ قَوْلِكَ اِذَا قُلْتَ لَا اِلٰهَ نَفْيٌ كُلِّيٌّ وَاِلَّا اللّٰهُ اِثْبَاتٌ كُلِّيٌّ لَهٗ لَا لِغَيْرِهٖ (الفتح الربانی والفیض الرحمانی) [۱]

ترجمہ: تیرا نفع اور نقصان اور دینے اور روکنے میں مخلوق پر نظر کرنا تیرے معبود بنے ہوئے ہیں، مخلوق میں بہت سے لوگ ہیں جو اپنے دلوں سے ان چیزوں پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں، اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ان کا بھروسہ حق تعالیٰ عزوجل پر

ہے، ان کا حق تعالیٰ عز وجل کو یاد کرنا صرف عادت ہے اور وہ بھی صرف زبانوں سے، نہ کہ دِلوں سے اور جب اس کی جانچ کی جاتی ہے تو بھڑک اُٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا کیوں کہا جاتا ہے؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کل کو ساری فضیحتیں کھل جائیں گی، اور چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔

تجھ پر افسوس ہے کہ جب تو کچھ کہتا ہے تو اپنی بات کی پچ کرتا ہے، لا الٰہ ہر چیز کی نفی ہے، اور الا اللّٰہ ، اللہ کے لئے ہر چیز کا اثبات ہے کہ معبودیت اللہ ہی کے لئے ہے، کسی غیر کے لئے نہیں (ترجمہ ختم)

(۱۰)......اور ایک مقام پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَيْفَ تَقُوْلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّااللهُ وَفِیْ قَلْبِکَ كَمْ اِلٰهٌ؟ كُلُّ شَیْءٍ تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَتَثِقُ بِهٖ دُوْنَ اللهِ فَهُوَ صَنَمُکَ، لَايَنْفَعُکَ تَوْحِيْدُ اللِّسَانِ مَعَ شِرْكِ الْقَلْبِ، لَايَنْفَعُکَ طَهَارَةُ الْقَالِبِ مَعَ نَجَاسَةِ الْقَلْبِ، اَلْمُوَحِّدُ يُضْنِیْ شَيْطَانَهٗ، وَالْمُشْرِكُ يَضْنِيْهِ شَيْطَانُهٗ، اَ لْاِخْلَاصُ لُبُّ الْاَقْوَالِ وَالْاَفْعَالِ لِاَنَّهَا اِذَا خَلَتْ مِنْهُ كَانَتْ قِشْرًا بِلَا لُبٍّ، اَلْقِشْرُ لَايُصْلَحُ اِلَّا لِلنَّارِ، اِسْمَعْ كَلَامِیْ وَاعْمَلْ بِهٖ فَاِنَّهٗ يَخْمِدُ نَارَ طَمْعِکَ وَيَكْسِرُ شَوْكَةَ نَفْسِکَ، لَاتَحْضُرْ مَوْضِعًا تَثُوْرُ فِيْهِ نَارُ طَبْعِکَ فَيَخْرِبُ بَيْتَ دِيْنِکَ وَاِيْمَانِکَ، يَثُوْرُ الطَّبْعُ وَالْهَوٰى وَالشَّيْطَانُ فَيَذْهَبُ بِدِيْنِکَ وَاِيْمَانِکَ وَاِيْقَانِکَ لَاتَسْمَعْ كَلَامَ هٰؤُلَاءِ الْمُنَافِقِيْنَ الْمُتَصَنِّعِيْنَ الْمُزَخْرِفِيْنَ فَاِنَّ الطَّبْعَ يَسْكُنُ اِلٰى كَلَامٍ مُزَخْرَفٍ مُصَنَّعٍ هَوَّسٍ كَعَجِّيْنَ فَطِيْرٌ بِلَامِلْحٍ يُؤْذِیْ بَطْنَ آكِلِهٖ وَيَهْدِمُ بَيْتَهٗ (الفتح الربانی والفيض الرحمانی) [۲]

---

[۱] ص۷۴، المجلس الخامس عشر، دارالريان للتراث، بيروت.

[۲] ص۱۵۵، و۱۵۶، المجلس الثامن والثلاثون، دارالريان للتراث، بيروت.

ترجمہ: تو لاالـٰـہ الا اللّٰہ کس طرح کہتا ہے؟ حالانکہ تیرے دل میں کیا کچھ معبود بھرے ہوئے ہیں، اللّٰہ کے سوا ہر چیز جس پر تو اعتماد اور بھروسہ کرے وہ تیرا بُت ہے، دل کے مشرک ہونے پر زبان کی توحید تجھ کو مفید نہ ہوگی، دل کی گندگی کے ساتھ جسم کی پا کی تجھ کو نفع نہ دے گی۔ صاحبِ توحید اپنے شیطانوں کو لاغر بنادیا کرتا ہے، اور مشرک کو اس کا شیطان لاغر بنادیتا ہے، اقوال وافعال کا مغز اخلاص ہے، اس لئے کہ وہ جب اس سے خالی ہوتے ہیں تو بلا مغز کا چھلکا رہ جاتے ہیں اور چھلکا سوائے آگ کے اور کسی مصرف کا نہیں۔

میری گفتگو سن اور اس پر عمل کر کہ وہ تیری طبیعت کے جوش کو بجھادے گی اور تیرے نفس کی شوکت کو توڑ دے گی۔

ایسی جگہ مت جا جہاں تیری طبیعت کا جوش بھڑکے کہ وہ تیرے دین اور ایمان کا گھر ویران کردے گی طبیعت اور خواہشِ نفس اور شیطان بھڑک اُٹھیں گے، پس تیرے دین اور ایمان اور ایقان کو ملیا میٹ کردیں گے، ان منافقوں، تصنع کرنے والوں، طمع بازوں کی گفتگو مت سن، کیونکہ طبیعت ملمع کئے ہوئے بناوٹی سَر تا پا ہوس کلام کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

(حالانکہ) اس کی مثال بے نمک روٹی کے آٹے کی سی ہے کہ (دیکھنے میں مرغوب ہے مگر) کھانے والے کے پیٹ کو تکلیف پہنچاتی اور اس کے بدن کو گراتی ہے (ترجمہ ختم)

ہم نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللّٰہ کے کلام سے صرف دس عبارات ترجمہ سمیت نقل کردی ہیں، جو اہلِ انصاف کے لئے کافی وافی ہیں، اور متعنت ومتعصب کے لئے دفتر بھی نا کافی ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

سُنّی اور وہّابی اختلاف کی حقیقت

آج کل صورتِ حال یہ ہے کہ جو شخص شرک و بدعات جیسی گمراہی کی چیزوں سے منع کرے، سنت اور شرعی احکام کی ترغیب دے، گیارہویں اور عرس وغیرہ کی شکل میں بے شمار گناہوں کو شریعت کے خلاف قرار دے یا جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ، نبیوں اور بزرگوں کو حاجت روا سمجھنے سے انکار کرے، اللہ ہی کو مشکل میں حاجت روا سمجھے اور ہر حالت اور مصیبت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت و مدد طلب کرنے کا اہتمام کرے، اور نبیوں کو اللہ تعالیٰ کے بعد اور بزرگوں اور پیروں کو نبیوں کے بعد درجہ دے۔

اسی طرح جو شخص شادی بیاہ میں ڈھول، بینڈ باجا بجوانے، ناچ رنگ کروانے، موسیقی، آتش بازی اور پٹاخے چھڑوانے سے منع کرے، اور سنت کے مطابق کام کرنے کی ترغیب دے، یا عرسوں، زیارتوں اور تعزیوں وغیرہ میں خواتین کو جانے کی اجازت نہ دے یا زیارتوں اور بزرگوں کے مزاروں پر تھال طباق، اور ڈھول ڈھماکوں، قوالیوں اور ناچ گانا اور چراغاں وغیرہ کرانے کو برا اور غلط کہے، اور قبروں پر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہی جانے کا حکم کرے، یا تعزیوں پر مہندی، عَلَم اور قبروں اور زیارتوں پر جا کر جھنڈے، چادر رومال وغیرہ چڑھانے کو یا کسی پیر کی فاتحہ میں مروّجہ دال کچوری، پراٹھے، انڈا مرغ، اور برف و شربت وغیرہ کے مخصوص کر دینے کو بدعت بتائے یا محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نام کی سبیل اور دوسری قسم کے فاتحہ کے کھانے کو غیر ثابت کہے، اور سنت سے ثابت شدہ احکام کے مطابق ایصالِ ثواب کرنے کی تلقین کرے، یا نامحرَم عورتوں سے پیروں کی خدمت کرنے اور پیروں کا عورتوں کے پاس بے پردہ جانے کو اور عورتوں کا بے پردہ پیر صاحب کی خدمت میں آنے کو عیب قرار دے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین سے پردہ کرنے کے مطابق برتاؤ کرنے کی تاکید کرے، یا کسی نمائشی پیر جی کی مجلسِ سماع میں ڈھولک کی تال پر وجد کرنے

اورقوال کی تال پرمسروراور بے خود ہو جانے کی نمائش اور ریاء کاری کرنے سے منع کرے، یا بچوں کے پیدا ہونے یا شادی بیاہ کے موقع پر مختلف قسم کی شریعت کے خلاف رسمیں ادا کرنے سے روکے، اورسنت طریقہ اختیار کرنے کا حکم کرے، یا کسی بزرگ پیر کے نام کا چولہا، چراغ جلانے، شاہ مدار کی بدھی چوٹی کی رسم ادا کرنے اور میاں کی کڑاہی اور شیخ سدو کے نام پر بکرا ذبح کرنے کو شریعت کے خلاف قرار دے، اوراس کے مقابلہ میں شرعی طریقہ پر صدقہ خیرات کرنے کو بتلائے، یا کسی کے مرے پیچھے اس کے لئے تیجا، چالیسواں، سالانہ اور فاتحہ وغیرہ کر کے ذات برادری اور عزیز واقارب کو کھانا کھلانے سے منع کرے، اور رسموں اور دنوں کی پابندی کو چھوڑ کر شرعی طریقہ پر ایصالِ ثواب کرنے کا حکم دے، یا جو محرم میں تاشوں باجوں کے ساتھ بڑے جلوس نکالنے اور ماتم ونوحہ کرنے کو ناجائز قرار دے یا جو شبِ برائت کی آتش بازی کرنے اوراسی قسم کی بہت سی رسموں کو برا بتائے، اور شریعت وسنت کے مطابق کام کرنے کا حکم لگائے۔

اس قسم کا شریعت کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرنے والے پر آج کل فوراً ''وہابی'' ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے، اور یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ چیزیں مذہبِ اسلام میں تو جائز ہیں، منع نہیں ہیں، مگر یہ شخص ان چیزوں سے وہابی ہونے کی وجہ سے منع کرتا ہے۔

حالانکہ یہ چیزیں تو مذہبِ اسلام میں جائز نہیں، اور بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی جائز نہیں، اس طرح تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو بھی وہابی کہنا پڑے گا۔

پھر شروع میں وہابی کا لقب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کے متبعین کے لئے استعمال ہوتا تھا، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی عرب کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے، ان کے مزاج میں سختی تھی اور وہ امام احمد بن حنبل کے پیروکاروں میں سے تھے اور کچھ مسائل میں اتنا سخت موقف رکھتے تھے جو اہلِ سنت والجماعت اور خاص طور پر احناف کے مطابق نہ تھا۔

بلکہ بعض مسائل میں انہوں نے اپنے امام احمد بن حنبل اور اہلِ سنت والجماعت سے اختلاف کیا اور ان کے خلاف عمل کیا، اگر چہ ان کا اصل مقصود اپنے زمانے میں رائج شرک و بدعات اور رسوم سے روکنا تھا، لیکن ان کے مزاج میں شدت تھی اس لیے بعض فروعی مسائل میں انہوں نے بہت سختی اور تشدد سے کام لیا جس کے نتیجے میں اعتدال قائم نہ رہ سکا، ان میں یا پھر شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بعد ان کے پیروکاروں اور نام لیواؤں میں بعض لوگ بہت ہی زیادہ متشدد بھی تھے جو شدت میں محمد بن عبدالوہاب کے موقف سے بھی آگے بڑھ گئے تھے، اس لیے علمائے حق نے ان کی تردید و مخالفت کی۔

اور دنیا کے مختلف علاقوں کے مسلمانوں میں نجدیوں کے ان تشددات کی وجہ سے نفرت پھیلی، ہندوستان میں نجدیوں کے بعض عقائد ونظریات غیر مقلدوں سے ملتے تھے، اس لئے ہندوستان میں وہابی کا لقب ابتداءً غیر مقلدین کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

پھر بعد میں یہ لفظ کم علمی یا ضد کی وجہ سے بطور گالی اور نفرت کے استعمال ہونے لگا، جو شخص بدعت سے منع کرتا اور سنت کی دعوت دیتا، اس کو جہالت یا ضد اور عناد کے طور پر وھابی کے لقب سے یاد کیا جانے لگا، جس میں سنت کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرنے والے حنفی اور دیوبندی علماء اور عوام کو بطورِ خاص نشانہ بنایا گیا، ہندو پاکستان کے کم علم عوام، ضدی اور بدعات سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں ایک عرصہ سے وھابی کا لقب زیادہ تر اسی حیثیت سے استعمال ہوتا رہا ہے۔

مگر اس بارے میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اوّلاً تو جو شخص سنت کی دعوت دے اور بدعت و گناہ سے منع کرے اس سے ضد وعناد رکھنا ہی درست اور جائز نہیں اور گناہ ہے، خواہ اس کو وھابی کہا جائے یا کچھ اور، جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ارشاد بھی گزر چکا ہے۔

دوسرے ہندو پاکستان میں جن حضرات کے لئے وھابی کا لقب استعمال کیا گیا یعنی جماعتِ اہلِ دیو بند، ان کا شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے کوئی مسلکی یا نسبی رشتہ و تعلق بھی نہ تھا، بلکہ

ان حضرات کو شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اوراس کی جماعت سے کئی چیزوں میں اختلاف تھااوراب بھی ہے۔

البتہ ہندوپاکستان میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی یاان کے متبعین کاکسی درجہ میں ہم مشرب گروہ مروَّجہ غیرمقلدین یا اہلحدیثوں کا ہے، کیونکہ اس گروہ کے کئی نظریات واعمال شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی یاان کے متبعین سے میل کھاتے ہیں۔

تیسرے خودمحمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کے متبعین کو جواتنی سخت نفرت کی نظر سے دیکھا گیا اوران کودائرۂ اسلام سے خارج تک بھی قراردے دیا گیا، یہ بھی خلافِ حقیقت اورضدوعناد پرمبنی تھا، کیونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کے متبعین کے بعض نظریات واعمال بے شک مختلف تھے، لیکن وہ اس درجہ کے برے نہ تھے کہ ان کی بنیاد پرانہیں علی الاطلاق وعلی العموم دائرۂ اسلام سے خارج اورکافرتک قراردے دیاجائے۔

بعض اکابر نے محمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کے پیروکاروں کوجوصحیح قرار دیا ہے وہ اسی اعتبار سے ہے کہ وہ اس درجہ کے بُرے نہ تھے کہ ان کوکافرتک قراردیاجائے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں فقہاء وعلمائے احناف کے مستنداورٹھوس حوالوں سے مذکورہ تفصیل بیان کردی جائے، تاکہ لوگوں کا ذہن صاف ہو، اورروز روز کا یہ جھگڑا اور منافرت وعداوت کا سلسلہ ختم ہو۔

(۱)......علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَعَ فِیْ زَمَانِنَا فِیْ أَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَی الْحَرَمَیْنِ وَکَانُوْا یَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ، لٰکِنَّهُمْ اِعْتَقَدُوْا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَأَنَّ مَنْ خَالَفَ اِعْتِقَادَهُمْ مُشْرِکُوْنَ، وَاسْتَبَاحُوْا بِذٰلِکَ قَتْلَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتّٰی کَسَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی شَوْکَتَهُمْ وَخَرَّبَ بِلَادَهُمْ وَظَفِرَ بِهِمْ عَسَاکِرَ الْمُسْلِمِیْنَ عَامَ

ثَـلَاثٍ وَّثَـلَاثِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَأَلْفٍ(رد المحتار) [1]

ترجمہ: ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کی اتباع میں کچھ لوگ نجد سے نکلے، اور انہوں نے حرمین پر غلبہ حاصل کیا، اور وہ مذہبِ حنابلہ کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے، لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں، اور جو ان کے اعتقاد کی مخالفت کریں، وہ مشرک ہیں، اور اسی وجہ سے انہوں نے اہلِ سنت کے قتل کو اور ان کے علماء کے قتل کو مباح سمجھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طاقت کو توڑ دیا، اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا، اور ان کے مقابلہ میں دیگر مسلمانوں کے لشکروں کو غلبہ عطا فرمایا بارہ سوتینتیس (۱۲۳۳) ہجری میں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں میں بعض لوگ بہت متشدد تھے، جو اپنی شدت میں یہاں تک بڑھ گئے تھے کہ اپنے خلاف نظریات اختیار کرنے والوں کو قتل کرنا بھی جائز سمجھتے تھے۔

(۲)......اور المہند علی المفند میں ہے کہ:

ہندوستان میں لفظِ وہابی کا اصل استعمال اس شخص کے لئے تھا جو ائمہ رحمہم اللہ کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنتِ محمدیہ پر عمل کریں اور بدعاتِ سیئہ ورسومِ قبیحہ کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ بمبئی اور اس کے نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو، اس کے بعد لفظِ وہابی ایک گالی کا لفظ بن گیا سو اگر کوئی ہندی شخص کسی کو وہابی کہتا ہے تو یہ مطلب نہیں کہ اس کا عقیدہ فاسد ہے بلکہ یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ سنی حنفی ہے سنت پر عمل کرتا ہے بدعت سے بچتا ہے اور معصیت

---

[1] ج۴ص ۲۶۲، کتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی أتباع عبد الوهاب الخوارج فی زماننا، دار الفكر، بيروت.

(گناہ) کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور چونکہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ احیاءِ سنت میں سعی (یعنی سنت کو زندہ کرنے کی کوشش) کرتے اور بدعت کی آگ بجھانے میں مستعد (وتیار) رہتے تھے اس لئے شیطانی لشکر کو ان پر غصہ آیا اور ان کے کلام میں تحریف کرڈالی اور ان پر بہتان باندھے، طرح طرح کے افتراء کئے اور خطابِ وہابیت کے ساتھ متہم کیا مگر حاشا کہ وہ ایسے ہوں (عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین ص ۲۱۵، ۲۱۶، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں وہابی کا لفظ بنیادی طور پر غیر مقلد کے لئے وضع تھا، بعد میں اس میں بگاڑ آ گیا۔

(۳)......فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ:

’’اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبعِ سنت اور دیندار کو کہتے ہیں‘‘ (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ ’’تالیفاتِ رشیدیہ‘‘ صفحہ ۱۰۹۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

(۴)......ایک اور موقع پر ہے کہ:

’’محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں، وہ اچھا آدمی تھا، سُنا ہے کہ مذہبِ حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا، مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ ’’تالیفاتِ رشیدیہ‘‘ صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

(۵)......اور ایک اور موقع پر ہے کہ:

’’محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ اُن کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ہیں اُن میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ مشمولہ ’’تالیفاتِ رشیدیہ‘‘ صفحہ ۲۴۲۔ مطبوعہ: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

مطلب یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اوران کے متبعین کے مزاج میں شدت تھی مگر مجموعی طور پراُن کے عقائد ایسے غلط نہ تھے کہ ان کو کافر یا علی العموم سب کو گمراہ قرار دیا جائے، مگر بعض ان میں حد سے آگے بڑھ گئے تھے اوران میں فساد آ گیا تھا۔

(۶)......حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اہلِ بدعت کی جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہ آئی کہ ہم کو کس مناسبت سے وہابی کہا گیا کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابنِ عبدالوہاب کی اولاد میں ہیں یا اس کے متبع (یعنی پیروکار) ہیں۔ابنِ عبدالوہاب کے حالات مدوّن (مرتب اورتحریر شدہ) ہیں۔ ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کرسکتا ہے کہ وہ نہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں، نہ نسب کی رو سے۔البتہ آج کل جن لوگوں نے تقلید کو ترک کر دیا ہےان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابنِ عبدالوہاب سے ملتے جلتے ہیں۔البتہ ہم لوگوں کو حنفی کہنا چاہئے کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصول چار ہیں (۱) کتابُ اللہ (۲) حدیثِ رسول (۳) اجماعِ اُمت (۴) قیاسِ مجتہد، سِوا اِن چار کے اور کوئی اصل نہیں۔اور مجتہد اگرچہ متعدد (کئی) ہیں لیکن اجماعِ امت سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ائمہ اربعہ (یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی امام احمد بن حنبل، امام مالک بن انس) کے مذہب کے باہر ہونا جائز نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں (سے جہاں) جس کا مذہب رائج ہو، اس کا اتباع کرنا چاہئے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب رائج ہےاس لئے ہم اِن ہی کا اتباع کرتے ہیں،ہم لوگ وہابی کے لقب سے بُرا نہیں مانتے۔لیکن اتنا ضرور کہہ دیتے ہیں کہ قیامت میں اس بہتان کی بازپُرس ضرور ہوگی (تقویم الزیغ ص ۲۹، اشرف الجواب ص ۸۲)

(۷)......حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فرقۂ وہابیہ کی ابتداء محمد بن عبدالوہاب نجدی سے ہوئی۔ یہ شخص حنبلی مذہب رکھتے تھے، مزاج میں سختی تھی۔ ان کے خیالات اور اعتقادات کے متعلق مختلف روایات سنی جاتی ہیں، حقیقتِ حال خدا تعالیٰ کو معلوم ہے، مگر ہندوستان کے بعض مبتدعین (یعنی اہلِ بدعت) نے تو آج کل متبعِ سنت کا نام وہابی رکھ دیا ہے۔ یہ ان مبتدعین کی اصطلاحِ جدید (نئی اصطلاح) ہے۔

علمائے دیوبند، یا ان کے ہم خیال علما کو جو شخص وہابی یعنی متبعِ نجدی کہے وہ خود وہابی یعنی سخت گیری میں متبعِ نجدی ہے (کہ اصل وہابی ہی کئی چیزوں میں سختی اور تشدد والا طرزِ عمل رکھتے ہیں) علمائے دیوبند نہایت عمدہ اور پاکیزہ عقیدے والے حضرات ہیں، ان کا مذہب اور عقیدہ وہی ہے جو سلفِ صالحین وتابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا تھا۔ ان کو وہابی کہنا گویا صحابہ وتابعین کو وہابی کہنا ہے حالانکہ صحابہ کی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ '' یعنی میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی اقتدا کرو گے راہ پاؤ گے۔ پھر صحابہ کو بُرا کہنا ''نعوذ باللہ من ذلک'' حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنی ہے۔ اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرے، اُس کا خود ایمان سلامت نہیں ہے (کفایت المفتی مدلّل، مکمل مع عنوانات، جلد ا صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، طباعت: جولائی ۲۰۰۱)

(۸)...... نیز فرماتے ہیں کہ:

آج کل مبتدعین (اہلِ بدعت) کی اصطلاح (زبان) میں متبعینِ سنت کو (عداوتاً) وہابی کہا جاتا ہے (ایضاً صفحہ ۲۰۵)

وہابی اصل میں وہ لوگ تھے جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے، مگر ہندوستان میں یہ لفظ غلط معنیٰ میں استعمال کیا جانے لگا۔ جو لوگ محمد بن عبدُ الوہاب نجدی کے پیرو (کار) نہیں ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں اور بدعتوں

سے منع کرتے ہیں، ان کو وہابی کہہ دیا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کے لئے یہ ایک چلتا ہوا جادو ہے۔ جہاں وہابی کہا بس پھر کیا تھا۔ وہ مرُدود ملعون وہابڑا، لہابڑا، سب کچھ ہو گیا" **نعوذ باللہ من ذلک** "(ایضاً ص ۲۰۹، ۲۱۰)

(۹)...... حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی آخری تصنیف میں اکابر علماءِ دیوبند اور وہابیوں کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ:

محمد بن عبدالوہاب اور اس کے فرقہ سے ان حضرات (علماءِ دیوبند) کا دُور کا بھی تعلق نہ تھا۔ وہ عقائد و اقوال جو طائفۂ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز (**بین اھل السنۃ وبینھم**) ہیں، اُن کے خلاف اِن حضرات (علماءِ دیوبند) کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔

(۱) وہابیہ: وفاتِ ظاہری کے بعد انبیاءِ علیہم السلام کی حیاتِ جسمانی اور بقاءِ علاقہ بین الروح والجسم (یعنی جسم اور روح کے درمیان تعلق باقی رہنے) کے منکر ہیں۔ اور یہ حضرات (علماءِ دیوبند) صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مُثبِت (ثابت کرنے والے) بھی ہیں۔

(۲) وہابیہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے روضہ) کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقط مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے سفر کرنا چاہیئے، وہاں پہنچنے کے بعد زیارت بھی کرلی جائے۔ ہمارے اکابر زیارتِ مطہرہ کے لئے سفر کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ افضل المستحبات اور قریب واجب قرار دیتے ہیں بلکہ محض زیارت کے لئے سفر کرنا جس میں اور کوئی دوسری قربت منوِی (پیشِ نظر) اور ملحوظ نہ ہو۔ افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔

(۳) وہابیہ: **توسُّل بالانبیاء والاولیاء** کو بعد الوفاۃ ممنوع اور حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ حضرات اس کو نہ صرف جائز بلکہ "**ارجی للاجابت**" (یعنی زیادہ قبولیت کی امید کا باعث) اور مفید قرار دیتے ہیں۔

(۴) وہابیہ: بارگاہِ نبوت میں (بظاہر) گستاخانہ کلمات استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ حضرات بارگاہِ نبوت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں اس قدر اظہارِ عقیدت فرماتے ہیں کہ ظاہر بین (یعنی صرف ظاہری نظروعلم والے) اس کو غلو اور تجاوز عَنِ الحد (یعنی حد سے آگے بڑھنا) شمار کرنے لگتا ہے۔

(۵) وہابیہ: تصوف اور بیعتِ طریقت اور اس کے اشغال ذکر ومراقبہ وتوجہ، حلقہ ہائے ذکر وغیرہ کے سخت منکر ہیں۔ اور یہ حضرات سب کے سب ان کے پابند ہیں (جبکہ مذکورہ اُمور میں کوئی بدعت شامل نہ ہو)

(۶) وہابیہ: کے اکثر لوگ تقلیدِ شخصی کے مخالف ہیں اور جو لوگ قائل بھی ہیں وہ نہایت ڈھیلے ہیں مگر یہ حضرات سب کے سب تقلیدِ شخصی کو واجب اور اس کے تارک کو گناہ گار فرماتے ہیں، سراجُ الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام جزئیات وکلّیات میں مقلِّد ہیں اور نہایت مضبوطی اور سختی سے ان کا اتباع کرتے ہیں۔

(۷) وہابیہ: ائمۂ طریقت حضرت جنید بغدادی، سری سقطی، ابراہیم بن ادہم، شبلی، عبدالواحد بن زید، خواجہ بہاءُ الدین نقشبندی، خواجہ معینُ الدین چشتی، غوثُ الثقلین، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ بہاءُ الدین سہروردی، شیخ اکبر ابنِ عربی، شیخ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ قدس اللہ اسرارہم اجمعین کی شان میں سخت گستاخی اور بے ادبی کے کلمات کہتے ہیں اور یہ حضرات اُن کی محبت اور تعظیم اور توسل کو بہت مفید اور ضروری اور باعثِ برکات اور موجبِ رضاءِ خداوندی سمجھتے ہیں۔

الغرض وہابیہ کے عقائد وخیالات اور اُن کے اعمال سے اِن (دیوبند کے) بزرگواروں کا دُور کا بھی تعلق نہیں ہے اور نہ تھا۔ وہابی مسلمانوں کو ذرا ذرا سی بات میں مشرک اور کافر قرار دیتے ہیں (اور اسی وجہ سے ایسے لوگوں کو مرتد قرار دے کر ان کے قتل کے بھی قائل ہیں، جبکہ ہمارے حضرات جب تک یقینی کفر ثابت نہ ہوجائے اور تاویل کا کوئی راستہ نہ

رہے اس وقت تک صریح کافر و مشرک قرار نہیں دیتے) (نقشِ حیات ج ۱ ص ۱۲۲ تا ۱۲۶ ملخصاً) ؎

؎ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کا ایک رسالہ بنام ''شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق'' شائع ہوا ہے، جس میں انہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے خلاف نفرت اور پروپیگنڈے کا کافی حد تک دفاع کیا ہے، اور ساتھ ہی انہوں نے شیخ محمد ابنِ عبدالوہاب نجدی کے اہلِ سنت والجماعت سے کئی اختلافات کو بھی ذکر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: رسالہ مذکور صفحہ ۶۸ تا صفحہ ۷۴۔ مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس میں شک نہیں کہ بطورِ خاص شیخ محمد ابنِ عبدالوہاب نجدی اور علی العموم ان کے متبعین کے متعلق اہلِ بدعت وغیرہ کی طرف سے جتنا پروپیگنڈا کیا گیا اور ان کو دائرۂ اسلام سے خارج تک قرار دے دیا گیا، یہ اُن کے ساتھ ناانصافی ہے۔ تاہم مولانا موصوف نے جس انداز اور طرزِ استدلال سے فرقۂ وھابیہ کے دفاع اور برأت کی کوشش کی ہے، اس سے اتفاق مشکل ہے۔

مولانا موصوف کے بقول علامہ شامی وحضرت مدنی اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہم اللہ وغیرہ نے فرقۂ وھابیہ کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا تھا وہ پروپیگنڈے سے متأثر ہونے کی بنیاد پر تھا اور مولانا موصوف کے بقول حضرت مدنی اور حضرت سہارنپوری رحمہما اللہ وغیرہ نے طائفۂ وھابیہ کے متعلق اپنے سابق موقف سے رجوع بھی کر لیا تھا۔

مگر مولانا موصوف کا یہ موقف درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ ان حضرات نے جو کچھ فرمایا وہ صرف پروپیگنڈے سے متأثر ہونے کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ احوال وشخصیات کے اعتبار سے تھا، یہ بات ممکن ہے کہ اس جماعت کے افراد میں مختلف زمانوں اور علاقوں کے اعتبار سے مختلف نظریات اور مختلف طرزِ عمل رہا ہو، جس نے جس زمانے اور جس علاقے کے لوگوں کی حالت کا مشاہدہ کیا یا جیسے حالات اس تک اس کے نزدیک معتبر ذریعے سے پہنچے، اس نے اس کے مطابق حکم لگا دیا ہو۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''علامہ شامی رحمہ اللہ چونکہ اسی طرف کے رہنے والے ہیں اور اسی زمانے کے ہیں، ۱۲۳۳ھ میں جب کہ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے حجاز پر قبضہ اور تسلط کیا ہے، وہ حج کے لئے مکہ معظّمہ گئے ہیں، جیسا کہ انہوں نے (فتاویٰ شامی) جلدِ اول صفحہ ۴۷۶ میں تصریح کی ہے، پس وہ محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت سے واقف ہیں، اور دور کے رہنے والے اور زمانۂ مابعد میں ہونے والے اتنے واقف نہیں ہوسکتے'' (مکتوباتِ شیخ الاسلام جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی ۱۹۲۵ء کی ایک تحریر زمیندار اخبار کے حوالے سے جو رجوع میں پیش کی گئی ہے، اس کا رجوع کے لئے قابلِ اعتبار ہونا مشکل ہے، کیونکہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی نقشِ حیات اُن کی آخری تصنیف ہے، جس کا حوالہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، نیز حضرت مدنی رحمہ اللہ نے ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۰ء) میں اپنے مکتوب میں فرقۂ وھابیہ کے متعلق اپنے مکتوب میں مذکور موقف کی تائید کی ہے، جس کا حوالہ اوپر گزرا۔

اس کے علاوہ المہند علی المفند نامی کتاب میں قدیم وجدید اکابرِ دیوبند کی تصدیقات وتائیدات درج ہیں، اس میں مندرجہ کسی مسئلہ کے متعلق کسی ایک شخصیت کے کہنے سے رجوع قرار دیا جانا اصولی طور پر درست معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے عرب کے ایک عالم شیخ عبداللہ بن بلیہد کی ذات کے بارے میں اپنے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۰)......حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب رحمہ اللہ اپنی اسی تصنیف میں فرماتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تأثرات کا اظہار کیا ہے، محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کے بارے میں نہیں کیا، اور وہ بھی ان مخصوص مسائل کے متعلق نہیں ہے جن میں اکابر کو اختلاف ہے، بلکہ عام مذہبی حالات کے بارے میں ہے، اس کو المہند علی المفند میں درج طائفہ وہابیہ کے موقف سے رجوع قرار دینا صحیح معلوم نہیں ہوتا، پھر محمد بن عبدالوہاب کا حرمین شریفین میں تسلط ۱۲۳۳ھ میں ہوا اس وقت کے عالم محقق علامہ شامی کے قول کو ان کے بارے میں پروپیگنڈے کا نتیجہ قرار دینا اور ایک سو دس سال کے بعد ۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمہ اللہ کے عبداللہ بن بلیہد کے بارے میں تأثرات کو محمد بن عبدالوہاب کی برأت کے لئے کافی سمجھنا محلِ نظر ہے، ایک صدی سے زیادہ کے عرصہ میں حالات مختلف ہوسکتے ہیں، پھر المہند علی المفند میں طائفۂ وہابیہ کے ہر ہر فرد پر حکم نہیں لگایا گیا تھا، اگر اس طائفہ کے کسی فرد یا چند افراد کی حالت اچھی ہو تو اس کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار کر دینا نہایت اعتدال اور انصاف کی بات ہے، وقت اور حالات کے ساتھ مزاج بلکہ نظریات میں تبدیلی کا امکان موجود ہوتا ہے۔ ان تمام امور کی وضاحت حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے مفصل فتوے میں کردی ہے، جو انہوں نے مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کے مذکورہ مضمون کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ اپنے مذکورہ فتوے کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مرحوم کو اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف جماعتوں کے بارہ میں تحسین و تقبیح کے مختلف حالات پیش آتے رہے، مولانا مرحوم کا خلوص اور ان کی للّٰہیت اپنی جگہ مسلّم ہے مگر ان کی طبعی نرمی، تلون مزاجی اور رزوداثری کا بھی اس میں کافی دخل تھا، یہی حال محمد بن عبدالوہاب کے بارہ میں بھی مولانا مرحوم کو پیش آیا، مولانا مرحوم نے طائفہ وہابیہ کی کتاب وسنت کی خدمت واشاعت اور شرک وبدعت کی تردید کے پیشِ نظر اس کے تفردات فیما بینہم وبین اہل السنۃ والجماعۃ سے صرفِ نظر کرکے اس کی برأت اور صفائی پر ہی سارا زورِ قلم لگا دیا اور حرمین کے اس زمانہ کے بعض علماء کے حالات کے شکار ہوگئے، ان کی اس رائے سے عقائد ونظریات کے تناظر میں محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین کے بارہ میں علی الاطلاق اتفاق کرنا مشکل ہے کیونکہ ان کے عقائد ونظریات میں اب بھی ایسے عقائد ونظریات موجود ہیں جن کی طرف حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے اور ان کو فیما بینہم وبین اہل السنۃ والجماعۃ امتیاز قرار دیا ہے جب تک ان عقائد ونظریات کے بارہ میں اس طائفہ کا اختلاف رہے گا، ان کے ہزار ہا محاسن اور خدماتِ دین کے اعتراف کے ساتھ اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ بلاوجہ ان کو گمراہ یا خارج از اہلِ سنت قرار دینا یا ان کی تکفیر وتفسیق کرنا بھی غلط ہے بطورِ خاص جبکہ ان کی تحریرات یا ان کے اخلاف کے بیانات سے اس کی نفی بھی ہوتی ہو، ھٰذا ما عندی ولعل عند غیری احسن من ھٰذا۔ ۱۲/صفر المظفر ۱۴۱۹ھ۔ عبدالشکور ترمذی۔

جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا، پاکستان

(مرسلہ: مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہٗ، خلف الرشید: حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ۔ ۱۹/شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ)

(ہمارے) ان (بزرگ اوراکابر) حضرات پر وہابیت کا الزام لگا کر وہابیت کے نام سے عوام میں اس قدر نفرت پھیلائی گئی کہ شرک وکفر، عیسائیت اور یہودیت ہندویت اور بت پرستی سے مسلم عوام کو اتنی نفرت نہیں ہوئی جتنی کہ وہابیت سے ہوئی۔

مجھ کو بخوبی یاد ہے کہ غالباً ۱۹۲۵ء یا اسی کے قریبی زمانہ میں پنجاب کے اخباروں میں ایک واقعہ چھپا تھا کہ کسی گاؤں کا امام وہاں کے ایک ہندو بنئے کا مقروض تھا قرضہ بڑھ گیا تھا بنئے نے تقاضا کیا اور آئندہ قرض دینا بند کردیا، امام صاحب نے اس کو سمجھایا مگروہ بنیا نہ مانا اور کہا کہ جب تک پہلا قرضہ ادا نہ کردو میں تم کو کچھ قرض نہ دوں گا۔ امام صاحب دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں بعد نمازِ جمعہ اعلان کیا کہ فلاں بنیا وہابی ہوگیا ہے اس لئے کسی قسم کا معاملہ خرید وفروخت، آمد ورفت کا جائز نہیں ہے۔ تمام باشندگانِ دیہہ نے بنئے کا بائیکاٹ کردیا۔ بنیا بے چارہ دن بھر دوکان پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہتا تھا کوئی آدمی اس کی دوکان پر نہیں آتا تھا، اس نے بعض لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تو وہابی ہوگیا ہے اس لئے ہم تجھ سے لین دین نہیں کرسکتے۔ بالآخر بنئے نے جاکر امام صاحب سے صلح کی تو امام صاحب نے اگلے جمعہ کو اعلان کردیا کہ بنئے نے وہابیت سے توبہ کرلی ہے اب لین دین جاری کردو، چنانچہ بازار کُھل گیا۔ خیال کیجئے کہ بنئے کا ہندو اور بت پرست مشرک ہونا تو لین دین میں حارِج نہ تھا مگر وہابی ہونا حارِج (رکاوٹ) ہوگیا (نقشِ حیات ج۱ص۱۲۶،۱۲۷)

(۱۱)......حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’عرب میں ایک شخص محمد بن عبدالوہاب کی طرف ایک جماعت منسوب تھی اس کے بعض نظریات ائمہ اربعہ سے الگ تھے۔ اس جماعت نے اس وقت کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا تھا۔ حکومت نے مقابلہ کرکے ۱۲۳۳ھ میں اس کو شکست دے

کر جماعت کو ختم کردیا تھا۔ وہ جماعت بہت بدنام ہوچکی۔اس کے قریب ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ کے سلسلے کے حضرات نے جہاد کا نظم قائم کیا اور جگہ جگہ دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کیا۔انگریز نے ان کو بدنام کرنے کے لئے یہ لفظ وہابی ان کے واسطے ایجاد کیا اور کہا کہ ان کا تعلق محمد بن عبدالوہاب نجدی کی جماعت سے ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۱ص۲۳۰، بابُ البدعات والرسوم)

’’تو اس وقت ہندوستان ہی کے بعض لوگوں سے انگریز نے فتویٰ حاصل کیا کہ یہ (اہلِ حق ومتبعِ سنت علماء) وہی لوگ ہیں جو عرب میں پٹ چکے ہیں اور یہ لوگ وہابی ہیں اوران حضرات کی کتابوں میں چھانٹ چھانٹ کر ایسے غلط عنوان سے مسلمانوں میں باتیں پھیلائیں جس کی وجہ سے ان سے نفرت پیدا ہوجائے۔اس لئے وہابی کا لقب ابتداءً اس جماعت (اہلِ حق) کے لئے انگریز نے تجویز کیا اور بدعتی علماء نے اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے اور آج تک کررہے ہیں۔ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر نے اس کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ بدعتی علماء کے فتووں نے جو کام دیا ہے وہ سخت سے سخت سزاؤں نے نہیں دیا اس کتاب کا اردو ترجمہ ہوگیا ہے، اس کا نام ہے’’ ’’ہمارے ہندوستانی مسلمان‘‘ اب جو شخص بھی پابندِ شریعت اور متبعِ سنت دیندار ہے، بدعت سے پرہیز کرتا ہے اس کو وہابی کہتے ہیں، اس سے مسلمانوں کو نفرت دلاتے ہیں‘‘ (فتاویٰ محمودیہ ج۱ص۱۵۹، بابُ البدعات والرسوم)

’’اور بدنام کیا جاتا ہے کہ یہ (وہابی ہے) آقاءِ نامدار سیدُ الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا بلکہ شانِ اقدس میں گستاخیاں اور بے ادبی کرتا ہے‘‘ (فتاویٰ محمودیہ ج۱ص۲۳۰، باب البدعات والرسوم)

خوف یہ ہے کہ اگر لوگ اِن (اہلِ حق اور متبعِ سنت علماء) کے وعظ کو سنیں گے، ان کی کتابوں کو پڑھیں گے ان کی مجلس میں بیٹھیں گے تو بدعت سے متنفر ہوجائیں گے

اوران بدعتی علماء سے کٹ جائیں گے تاہم اب لوگ اتنے بے خبر نہیں رہے کہ ان کو اندھیرے میں رکھا جائے۔ بلکہ اب ان پر حقیقت روشن ہورہی ہے جس کی وجہ سے بدعتی علماء پریشان ہیں (فتاویٰ محمودیہ ج ا ص ۱۵۹، بابُ البدعات والرسوم)

(۱۲)......خیرُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

''یہ درست ہے کہ وہابی کا لقب محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کے لئے ہی مشہور ہوا، علماءِ دیوبند کو نہ ان سے تلمذ (شاگردی) کا رشتہ حاصل ہے اور نہ عقیدت کا۔ بلکہ بہت سے مسائل میں ان کے خلاف ہیں۔لیکن علماءِ دیوبند نے ان کی تکفیر نہیں کی'' (خیرالفتاویٰ جلدا صفحہ ۳۷۵، باب ما یتعلق بالفرقۃ المختلفۃ)

(۱۳)......فتاویٰ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ہے کہ:

''محمد بن عبدالوہاب النجدی ایک متشدد قسم کا مذہبی آدمی تھا اور اس کے پیروکار بھی اس کے نظریات کی روشنی میں لوگوں کی تکفیر میں بہت جلد بازی سے کام لیتے ہیں، حضراتِ علماءِ دیوبند اس کے عقائد اور نظریات سے اتفاق نہیں رکھتے اور نہ اس کی اور اس کے پیروکاروں کی تکفیر کے قائل ہیں، عوامُ الناس کو اس کے عقائد ونظریات سے اجتناب کرنا ضروری ہے'' (فتاویٰ حقانیہ، جلدا صفحہ ۳۸۰، باب الفرق الاسلامیہ وغیرہا، مطبوعہ: ۱۴۲۲ھ 2002ء)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اہلِ دیوبند حضرات کا فرقۂ وہابیہ سے تعلق نہیں۔

عوامُ الناس میں وہابیت کو جو رنگ اور عنوان دے کر ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا، وہ حقیقت کے خلاف اور بہتان تھا، جس کا آج تک معاشرے میں اثر موجود ہے، اس بہتان والزام تراشی میں شریک اور عوام کو حقیقت سے بے خبر رکھنے والے لوگ یقیناً قیامت کے روز بازپُرس کے مستحق ہیں۔

اتحاد کی ضرورت اور اختلاف سے بچنے کا راستہ

اس وقت پوری امتِ مسلمہ جس داخلی اور خارجی انتشار اور خلفشار کا شکار ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں، ان حالات میں ضرورت تھی کہ پوری امتِ مسلمہ اسلام کے اصولوں پر مضبوطی سے قائم رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کرتی۔

لیکن بدقسمتی سے شیطان اور کفار نے مسلمانوں کو آج مختلف فرقوں میں بانٹ کر رکھ دیا ہے۔

قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی اصولوں کے مطابق اتحاد واتفاق دین ودنیا کے لحاظ سے بہت اہم اور ضروری چیز ہے، اور اس کے مقابلہ میں غیر شرعی اختلاف اور تفرقہ بازی دین ودنیا کے لئے سخت نقصان دہ ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس تفرقہ بازی کی بنیادی وجہ قرآن وسنت سے ہٹنا اور دین میں اپنی طرف سے نئی نئی چیزیں داخل وپیدا کرنا ہے، اگر دین میں نئی باتیں اور بدعتیں شامل کرنے سے گریز کیا جائے تو یقیناً یہ اختلاف دور ہوجائے۔

مگر جب تک ہر شخص اور ہر فریق کو اس سلسلہ میں آزاد چھوڑا جائے گا، تو ہر ایک اپنی اپنی مرضی کے مطابق دین میں نئی باتیں شامل کر کے مختلف فرقوں کی شکل اختیار کرتا چلا جائے گا، اور دین میں نئی باتیں پیدا کرنے کی ایک اہم وجہ مال وجاہ کی محبت ہے۔

کیونکہ علماء دو قسم کے ہیں:

(۱)......آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والے (یعنی علمائے حق)

(۲)......اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے (یعنی علمائے سوء)

پس جبکہ ان کے مقصد میں اختلاف ہے تو ان میں بھی اختلاف لازم ہے۔

اس کا حل تو یہی ہے کہ علمائے سوء کے کارناموں کی حوصلہ شکنی کی جائے، اور اُن کو بدعت

چھوڑ کر اہلِ حق کے ساتھ اتفاق پر آمادہ کیا جائے۔ ۱؎

اور یہ اتفاق بظاہر تو اہلِ حق کے ساتھ ہوگا لیکن درحقیقت بدعت چھوڑ کر سنت کے ساتھ اتفاق ہوگا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ سنت کسی فریق کی خودساختہ اور متنازع چیز نہیں، بلکہ ہر مسلمان کی مشترکہ اور مسلمہ ضرورت ہے۔

دین میں تفریق ڈالنے اور فرقے بن جانے سے مراد یہ ہے کہ دین کے اصول کی اتباع کو چھوڑ کر اپنے خیالات اور خواہشات کے مطابق یا شیطانی چالبازیوں میں مبتلا ہو کر دین میں کچھ نئی چیزیں بڑھا دی یا گھٹا دی جائیں، اور الغرض دین میں بدعات شامل کر لی جائیں۔

۱؎ والناس فی زماننا هذا أسراب کالطیر ، یتبع بعضهم بعضا لو ظهر لهم من یدعی النبوة مع علمهم بأن رسول الله صلی الله علیه وسلم خاتم الأنبیاء ، أو من یدعی الربوبیة ، لوجد علی ذلک أتباعا وأشیاعا ، فقد ذکرت ما حضرنی من الآیات التی عاب الله فیها المختلفین ، وذم بها الباغین ، وأنا الآن أذکر لک الآیات من القرآن التی حذرنا فیها ربنا وتعالی من الفرقة والاختلاف ، وأمرنا بلزوم الجماعة والائتلاف ، نصیحة لإخواننا وشفقة علی أهل مذهبنا (الإبانة الکبری لابن بطة، ج ۱ ص ۲۷۲، ۲۷۳، باب ذکر ما نطق به الکتاب نصا فی محکم التنزیل بلزوم الجماعة والنهی عن الفرقة)

ثم اعلموا رحمنا الله تعالی وإیاکم أن الله تعالی قد أعلمنا وإیاکم فی کتابه أنه لا بد من أن یکون الاختلاف بین خلقه لیضل من یشاء ، ویهدی من یشاء جعل الله عز وجل ذلک موعظة یتذکر بها المؤمنون ، فیحذرون الفرقة ، ویلزمون الجماعة ویدعون المراء والخصومات فی الدین ، ویتبعون ولا یبتدعون ، فإن قال قائل :أین هذا من کتاب الله تعالی ؟ قیل له :قال الله تعالی فی سورة هود : ولو شاء ربک لجعل الناس أمة واحدة ولا یزالون مختلفین إلا من رحم ربک ولذلک خلقهم وتمت کلمة ربک لأملأن جهنم من الجنة والناس أجمعین وکلا نقص علیک من أنباء الرسل ما نثبت به فؤادک وجاءک فی هذه الحق وموعظة وذکری للمؤمنین ثم إن الله تعالی أمر نبیه صلی الله علیه وسلم أن یتبع ما أنزله إلیه ، ولا یتبع أهواء من تقدم من الأمم فیما اختلفوا فیه ، ففعل صلی الله علیه وسلم ، وحذر أمته الاختلاف والإعجاب واتباع الهوی ، قال الله تعالی فی سورة حم الجاثیة :ولقد آتینا بنی إسرائیل الکتاب والحکم والنبوة ورزقناهم من الطیبات وفضلناهم علی العالمین وآتیناهم بینات من الأمر فما اختلفوا إلا من بعد ما جاء هم العلم بغیا بینهم إن ربک یقضی بینهم یوم القیامة فیما کانوا فیه یختلفون ثم جعلناک علی شریعة من الأمر فاتبعها ولا تتبع أهواء الذین لا یعلمون إنهم لن یغنوا عنک من الله شیئا ، وإن الظالمین بعضهم أولیاء بعض ، والله ولی المتقین ، ثم قال الله تعالی :هذا بصائر للناس وهدی ورحمة لقوم یوقنون (الشریعة للآجری، ج ۱ ص ۲۷۰، باب ذکر الأمر بلزوم الجماعة والنهی عن الفرقة بل الاتباع وترک الابتداع)

قرآن وسنت میں اتحاد واتفاق اور سنت کی اتباع پر انتہائی اہمیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے، اورتفرقہ بازی وبدعت سازی سے منع کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳)

ترجمہ: سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو (ترجمہ ختم)

اس آیت سے اتفاق واتحاد کا حکم اور تفرقہ بازی کی ممانعت معلوم ہوئی۔

اورکئی احادیث کی رُو سے اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے۔ [۱]

اور بعض حضرات نے جو اللہ کی رسی سے اللہ ورسول کی اطاعت اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کی موافقت وغیرہ کا مراد ہونا بیان فرمایا ہے، یہ بھی اس کے مخالف نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اصولی انداز میں ان چیزوں کا حکم موجود ہے۔ [۲]

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (سورۃ الانفال، آیت ۴۶)

---

[۱] عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ :دَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ :لَقَدْ رَأَيْتَ خَيْرًا صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ فَقَالَ :نَعَمْ وَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَقَالَ: "إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ كِتَابَ اللَّهِ هُوَ حَبْلُ اللَّهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تركه كان على الضلالة" (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۲۳ ،ذِكْرُ إِثْبَاتِ الْهُدَى لِمَنِ اتَّبَعَ الْقُرْآنَ وَالضَّلَالَةِ لِمَنْ تَرَكَهُ)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابنِ حبان)

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ :قَالَ عَبْدُ اللَّهِ " :إِنَّ هَذَا الصِّرَاطَ مُحْتَضَرٌ، تَحْضُرُهُ الشَّيَاطِينُ يُنَادُونَ :يَا عَبَادَ اللَّهِ، هَذَا الطَّرِيقُ فَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ، فَإِنَّ حَبْلَ اللَّهِ الْقُرْآنُ (سنن دارمی، رقم الحديث ۳۳۶۰)

[۲] عَنْ عَبْدِ اللهِ ، قَالَ :الْزَمُوا هَذِهِ الطَّاعَةَ وَالْجَمَاعَةَ ، فَإِنَّهُ حَبْلُ اللهِ الَّذِي أَمَرَ بِهِ ، وَأَنَّ مَا تَكْرَهُونَ فِي الْجَمَاعَةِ خَيْرٌ مِمَّا تُحِبُّونَ فِي الْفُرْقَةِ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۳۸۴۹۲)

ترجمہ: اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (ترجمہ ختم)

اس آیت میں پہلے تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر اتفاق کرنے کا حکم دیا گیا، اور اس کے بعد اختلاف سے منع کیا گیا، اور پھر اختلاف کا دنیاوی نقصان ذکر کیا گیا۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۵)

ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، اور انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ الانعام، آیت ۱۵۳)

ترجمہ: اور بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو تم اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم متقی ہوجاؤ (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ. اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (سورہ انعام آیت ۱۵۹)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں (مختلف) راستے نکالے، اور (مختلف) گروہ گروہ بن گئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ان سے کوئی تعلق

نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، پھر (قیامت میں اللہ تعالیٰ) ان کو ان کے کرتوتوں کو جتلا دیں گے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا. كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (سورة الروم، آیت ۳۱، ۳۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ جنہوں نے کہ پھوٹ ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے ان میں بہت فرقے، ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ

(سورة الشوریٰ آیت ۱۳)

ترجمہ: اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا وہ یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورة الحجرات، آیت ۱۰)

ترجمہ: بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس تم اپنے بھائیوں میں صلح

کرادیا کرواور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (ترجمہ ختم)

ان سب آیات میں اللہ تعالیٰ نے تفرقہ بازی کی برائی اور اس سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰہَ یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا، وَیَکْرَہُ لَکُمْ ثَلَاثًا، فَیَرْضٰی لَکُمْ: أَنْ تَعْبُدُوْہُ، وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا، وَیَکْرَہُ لَکُمْ: قِیْلَ وَقَالَ، وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَۃَ الْمَالِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرماتے ہیں، اور تین چیزوں کو ناپسند فرماتے ہیں، پس تمہارے لئے اس چیز کو پسند فرماتے ہیں کہ تم اس کی عبادت کرو، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوط پکڑ لو، اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور تمہارے لئے قیل وقال کو ناپسند فرماتے ہیں، اور کثرت سے سوال کرنے کو، اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ إِخْوَانًا (بخاری) [2]

ترجمہ: اور تم ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور آپس میں بغض نہ رکھو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحدیث ۱۷۱۵ "۱۰"کتاب الحدود، باب النھی عن کثرۃ المسائل من غیر حاجۃ، والنھی عن منع وھات، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] رقم الحدیث ۶۰۶۴، کتاب الادب، باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر، دار طوق النجاۃ، بیروت، عن ابی ھریرۃ، ورقم الحدیث ۶۰۶۵۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :اَلْمُسْلِمُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ، اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ، اِشْتَکٰی کُلُّہٗ، وَاِنِ اشْتَکٰی، رَأْسُہٗ اِشْتَکٰی کُلُّہٗ (مسلم) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مسلمان شخصِ واحد کی طرح ہیں، اگر اُس کی آنکھ میں تکلیف ہو، تو اس کو پورے کو تکلیف ہوتی ہے، اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو، تو اس کو پورے کو تکلیف ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِنَّ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ إِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا وَمَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا أَنَا عَلَیْہِ وَأَصْحَابِیْ (ترمذی) [۲]

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کے بہتّر (۷۲) فرقے ہوگئے، اور میری امت کے تہتّر (۷۳) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترجمہ ختم)

---

[۱] رقم الحدیث ۱۲۵۸۶ ''۶۷''کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

[۲] رقم الحدیث ۲۶۴۱، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق ھذہ الأمۃ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی -مصر، واللفظ لہٗ، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۴۰۸، الابانۃ الکبریٰ لابنِ بطۃ رقم الحدیث ۲۷۴.
قَالَ أَبُو عِیسَی ھَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ مُفَسَّرٌ لَا نَعْرِفُہُ مِثْلَ ھَذَا إِلَّا مِنْ ھَذَا الْوَجْہِ.
قلت: ولہٗ شاھد کما سیأتی.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ ثَلَاثَةً وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً .قَالُوْا :وَمَا تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ :مَنْ كَانَ عَلٰى مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ(المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس امت کے تہتّر (۷۳) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابہؓ کرام نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہے، جو اس طریقہ پر ہو، جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترجمہ ختم)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَإِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: تم سے پہلے اہلِ کتاب کے بہتّر (۷۲) فرقے ہوگئے تھے اور اس امت کے تہتّر (۷۳) فرقے ہوجائیں گے، جن میں سے بہتّر (۷۲) جہنم میں اور ایک

---

[1] رقم الحدیث ۷۸۴۰، ج۸ص ۲۲، دار الحرمین -القاھرۃ، المعجم الصغیر للطبرانی رقم الحدیث ۷۲۴.

قال الھیثمی:

رواہ الطبرانی فی الصغیر وفیہ عبداللہ بن سفیان قال العقیلی لا یتابع علی حدیثہ ھذا وقد ذکرہ ابن حبان فی الثقات(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۹)

قلت: ولہ شاھد من حدیث عبداللہ بن عمرو کما مر.

[2] رقم الحدیث ۴۵۹۷، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ ، عن معاویۃ بن ابی سفیان، المکتبۃ العصریۃ، صیدا -بیروت، واللفظ لہٗ، ابنِ ماجۃ رقم الحدیث ۳۹۹۲، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، عن عوف بن مالک .

جنت میں جانے والا ہوگا، اور جنت میں جانے والا فرقہ جماعت ہے (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ: يَآ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قُمْتُ فِيكُمْ كَمَقَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا فَقَالَ: أُوصِيكُمْ بِأَصْحَابِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتّٰى يَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ، وَيَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ، أَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانَ، عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام پر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے نائب) کی حیثیت سے موجود ہوں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے صحابہ کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہوں پھر جو لوگ ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر جو لوگ ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی قسم کھائے گا حالانکہ اس سے قسم طلب نہیں کی جائے گی اور گواہی دینے والا گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی، خبردار ہو جاؤ جو کوئی آدمی بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے، تم جماعت کے ساتھ چمٹے رہو اور اپنے آپ کو تفرقے بازی سے بچاؤ کیونکہ شیطان تنہاء کے

---

[1] رقم الحديث ٢١٦٥، ابواب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

قال الترمذی:

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو لوگوں سے دور ہوتا ہے، جو شخص جنت کے رزق کو چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑ لے (ترجمہ ختم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَدُ اللّٰہِ مَعَ الْجَمَاعَۃِ (سنن الترمذی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اللہ کا ہاتھ ہونے سے مراد، اللہ کی مدد ونصرت اور رحمت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہِ (سنن ابی داؤد) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جماعت میں ایک بالشت بھی تفریق پیدا کی، تو اس نے اسلام کے ذمہ کو اپنی گردن سے نکال دیا (ترجمہ ختم)

ان احادیث میں جماعت کو لازم پکڑنے کی تاکید کی گئی ہے، اور جماعت سے الگ ہونے پر وعید سنائی گئی ہے۔

جماعت سے مراد اہلِ سنت ہیں، جس کی سب سے پہلی مصداق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے، اور جماعت سے نکلنے کی وعید میں اجماعِ امت سے نکلنا بھی داخل ہے، اور سنت کو چھوڑنا اور بدعت کو اختیار کرنا بھی داخل ہے۔ [۳]

---

[۱] رقم الحدیث ۲۱۶۶، ابواب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی -مصر.

[۲] رقم الحدیث ۴۷۵۸، کتاب السنۃ، باب فی قتل الخوارج، المکتبۃ العصریۃ، بیروت.

[۳] (وعن أبی ذر قال: قال رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم: (من فارق الجماعۃ شبرا) أی:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسلم) ؎۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولو ساعة، أو ولو فى قليل من الأحكام .قال الأبهرى :مفارقة الجماعة ترك السنة واتباع البدعة اهـ .والظاهر أن مفارقة الجماعة متاركة إجماعهم، ويؤيده قوله :(فقد خلع) أى :نزع (ربقة الإسلام) أى :ذمته (من عنقه) : إلا أن يحمل الإسلام على كماله، أو المراد المبالغة فى التخويف والتنفير عن هذه المفارقة والمخالفة للإعلام بأن المداومة على ذلك تؤدى إلى الخلع الحقيقى. قال الطيبى :الربقة :عروة فى حبل تجعل فى عنق البهيمة أو يدها تمسكها، فاستعيرت لانقياد الرجل واستسلامه لأحكام الشرع وخلعها ارتداده وخروجه عن طاعة الله وطاعة رسوله (مرقاة المفاتيح، ج ۱ ص ۲۶۹، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

قال أبو شامة :حيث جاء الأمر بلزوم الجماعة فالمراد به لزوم الحق وإتباعه وإن كان المتمسك به قليلا والمخالف كثيرا أى الحق هو ما كان عليه الصحابة الأول من الصحب ولا نظر لكثرة أهل الباطل بعدهم قال البيهقى :إذا فسدت الجماعة فعليك بما كانوا عليه من قبل وإن كنت وحدك فإنك أنت الجماعة حينئذ(فيض القدير شرح الجامع الصغير،حرف السين، تحت رقم الحديث ۴۶۷۲)

(ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة قيل :من يا رسول الله؟ قال: الجماعة) وفى لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى .(فقوله :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى) يدل على اتباع السنة، واتباع ما كان عليه الرسول صلى الله عليه وسلم، ووصفهم بأنهم جماعة ثم كونه يقول :إنهم أهل سنة وإنهم ليسوا جماعة هذا كلام غير صحيح؛ لأن أهل السنة هم الجماعة، والجماعة وأهل السنة والطائفة المنصورة والفرقة الناجية؛ كل هذه الصفات لفرقة واحدة، وهم من هم على ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وكونه يصير هناك شىء من الاختلاف والتنافر لأمور دنيوية أو لأمور أخرى هذا لا يؤثر على الاتفاق فى العقيدة وعلى ما كان عليه سلف الأمة، فإذا وجد شىء من ذلك لا يقال :إن هذا يقتضى أن يفرق بين السنة والجماعة، وأن السنة شىء والجماعة شىء ، بل أهل السنة هم الجماعة، والجماعة هم أهل السنة، وعقائد أهل السنة فيها ذكر السنة والجماعة معاً فلا يقال :إن هذا شىء وهذا شىء آخر .معنى المنهج وضابطه الصحيح(شرح سنن ابى داؤد لعبدالمحسن العباد، ج۱۳ ص ۲۸۲،تحت عنوان الجماعات الاسلامية)

؎۱ رقم الحديث ۸۶۷ "۴۳"كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب تخفيف الصلاة وقصرها، داراحياء التراث العربى، بيروت.

ترجمہ: اما بعد! پس بے شک سب سے بہترین بات کتابُ اللہ ہے، اور بہترین طریقہ محمد کا طریقہ ہے، اور تمام کاموں میں بدترین کام نئے پیدا کئے ہوئے (یعنی بدعت والے) کام ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے (ترجمہ ختم)

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَمَنُ اِقْتَدٰی بِیُ فَهُوَ مِنِّیُ، وَمَنُ رَغِبَ عَنُ سُنَّتِیُ فَلَیُسَ مِنِّیُ، إِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ثُمَّ فَتُرَةً، فَمَنُ كَانَتُ فَتُرَتُهُ إِلٰی بِدُعَةٍ فَقَدُ ضَلَّ، وَمَنُ كَانَتُ فَتُرَتُهُ إِلٰی سُنَّةٍ فَقَدُ اهُتَدٰی (مسند الإمام أحمد) [1]

ترجمہ: جس نے میری اقتداء کی، تو وہ مجھ میں سے ہے، اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں ہے، بے شک ہر عمل کے لئے ایک جذبہ اور پھر سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون بدعت کی طرف ہو، تو وہ گمراہ ہوگیا، اور جس کا سکون سنت کی طرف ہو، تو اس نے ہدایت حاصل کی (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اِقُتِصَادٌ فِیُ سُنَّةٍ، خَیُرٌ مِّنَ اِجُتِهَادٍ فِیُ بِدُعَةٍ (الإبانة الكبرى لابن بطة) [2]

ترجمہ: سنت پر اکتفاء کرنا بہتر ہے بدعت میں غور وفکر کرنے سے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اِقُتِصَادٌ فِیُ سُنَّةٍ، خَیُرٌ مِّنَ اِجُتِهَادٍ فِیُ بِدُعَةٍ، وَكُلُّ بِدُعَةٍ ضَلَالَةٌ (السنة لمحمد بن نصر المروزی) [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۳۴۷۴، مؤسسة الرسالة، بيروت.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح.

[2] رقم الحديث ۲۴۷، باب ما أمر به من التمسك بالسنة والجماعة، والأخذ بها، وفضل من لزمها، دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض.

[3] رقم الحديث ۸۹، ج ۱ ص ۳۰، مؤسسة الكتب الثقافية -بيروت.

ترجمہ: سنت پر اکتفاء کرنا بہتر ہے بدعت میں غور وفکر کرنے سے، اور ہر بدعت گمراہی ہے (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے سنت پر قائم رہنے کی تاکید اور اس کے مقابلہ میں بدعت میں مبتلا ہونے کی وعید معلوم ہوئی۔

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ مِمَّا أَخْشٰى عَلَيْكُمْ شَهَوَاتِ الْغَيِّ فِيْ بُطُوْنِكُمْ وَفُرُوْجِكُمْ وَمُضِلَّاتِ الْفِتَنِ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: جن چیزوں کا مجھے تم پر خوف ہے ان میں سے تمہارے پیٹوں اور شرم گاہوں میں گمراہی کی شہوتیں ہیں اور گمراہ کن فتنے ہیں (ترجمہ ختم)

کیونکہ بدعت بھی ایک فتنہ اور عظیم فتنہ ہے، اور وہ عام طور پر پیٹ یا شرمگاہ کی شہوت پرستی سے وجود میں آتا ہے، اس لئے وہ بھی اس میں داخل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَا أَتٰى عَلَى النَّاسِ عَامٌ إِلَّا أَحْدَثُوْا فِيْهِ بِدْعَةً، وَأَمَاتُوْا فِيْهِ سُنَّةً، حَتّٰى تَحْيَى الْبِدَعُ، وَتَمُوْتَ السُّنَنُ (المعجم الكبير للطبراني) [2]

ترجمہ: لوگوں پر جو سال بھی آتا ہے اس میں وہ ایک بدعت کو پیدا کرتے ہیں اور

---

[1] رقم الحديث ١٩٧٧٢، مؤسسة الرسالة، بيروت.

قال الهيثمي:

رواه أحمد والبزار والطبراني في الثلاثة ورجاله رجال الصحيح لان ابا الحكم البناني الراوي عن أبي برزة بينه الطبراني فقال عن أبي الحكم هو الحرث بن الحكم وقد روى له البخاري وأصحاب السنن(مجمع الزوائد، ج ١ ص ١٨٨، باب في البدع والاهواء)

[2] رقم الحديث ١٠٦١٠، مكتبة ابنِ تيمية القاهرة.

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، ج ١ ص ١٨٨، باب في البدع والاهواء)

ایک سنت کو مار دیتے ہیں، یہاں تک کہ بدعات زندہ ہوجاتی ہیں اور سنتیں مرجاتی ہیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ بدعت کے ذریعہ سے سنت سے محرومی ہوجاتی ہے، اور سنت ہی ہدایت واتفاق کا ذریعہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّہٗ سَیَلِیْ أُمُوْرَکُمْ مِنْ بَعْدِیْ رِجَالٌ یُطْفِئُوْنَ السُّنَّۃَ، وَیُحْدِثُوْنَ بِدْعَۃً، وَیُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاۃَ عَنْ مَوَاقِیْتِہَا، قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، کَیْفَ بِیْ إِذَا أَدْرَکْتُہُمْ ؟ قَالَ: لَیْسَ یَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ طَاعَۃٌ لِمَنْ عَصَی اللّٰہَ. قَالَہَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ(مسند أحمد ،رقم الحديث ٣٧٩٠، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد تم سے ایسے لوگ ملیں گے جو سنت کو بجھائیں گیا ور بدعت کو پیدا کریں گے اور نماز کو اپنے اوقات سے مؤخر کریں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے

---

[1] فی حاشیة مسند احمد:

إسناده حسن عند من يصحح سماع عبد الرحمن من أبيه عبد الله، وهو ضعيف عند من يقول :إنه لم يسمع من أبيه إلا اليسير، فقد توفي أبوه وعمره ست سنوات .وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن عثمان بن خثيم فمن رجال مسلم، وغير القاسم بن عبد الرحمن فمن رجال البخاری.محمد بن الصباح :هو الدولابی، وإسماعيل بن زكريا :هو ابن مرة الخلقانی الأسدی .وأخرجه البيهقی فی "دلائل النبوة٦/٣٩٦ " وفی "السنن٣/١٢٧ "من طريق محمد بن الصباح، بهذا الإسناد .وأخرجه ابن ماجه(٢٨٦٥)والطبرانی فی "الكبير(١٠٣٦١) "والبيهقی فی "السنن٣/١٢٤ " من طريقين عن عبد الله بن عثمان بن خثيم، به.وأخرجه بنحوه الطبرانی فی "الكبير(٩٤٩٧)"والحاكم ٤/٥١٩ ،من طريق الأعمش، عن أبی عمار، عن صِلة بن زفر، عن عبد الله بن مسعود، موقوفاً، قال الحاكم :هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، ووافقه الذهبی.وانظر ٤٢٩٨.

اللہ کے رسول جب میں ان لوگوں کو پاؤں (جو بدعت کا ارتکاب اور نمازوں کو اپنے وقت سے مؤخر کریں گے) تو کیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابنِ امِ عبد (یعنی ابنِ مسعود) جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کا کہنا نہیں مانا جائے گا، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (ترجمہ ختم)

اس تفصیل سے جنت میں جانے والی جماعت کی یہ پہچان اور معیار معلوم ہوا کہ وہ ایسی جماعت ہے کہ جو سنت اور صحابہ کے طریقہ پر کاربند ہو۔

اس معیار کو سامنے رکھ کر تمام باطل فرقوں کو بآسانی پہچانا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے قولی وفعلی اصولوں سے ثابت نہیں (جیسا کہ آجکل کی مروَّجہ عام بدعات) ان کو انجام دینے والے فرقے نجات پانے والی جماعت میں شامل نہیں، خواہ وہ تعداد و مقدار میں کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں (معارف القرآن ج۳ص۵۰۳ بتغیر)

پس اتفاق واتحاد، جس کی اسلام نے تاکید بیان کی ہے، اور اس کی موجود دور میں بہت اشد ضرورت ہے، اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سنت اور صحابۂ کرام کی جماعت کو لازم پکڑا جائے، اور بدعات سے بچا جائے، اور اس طریقہ کو اختیار کرنے والے لوگ ہی ''اہلُ السنۃ والجماعۃ'' کہلاتے ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ اہلِ بدعت اس اصول سے ہٹنے کے باوجود اپنے آپ کو ''سنی'' یا ''اہلِ سنت'' اور اپنے مقابلہ میں ان حضرات کو جو اس طریقہ پر قائم وکاربند ہیں، دوسرا نام دیتے ہیں، اور ان پر اختلاف وتفریق پیدا کرنے کا الزام عائد کرتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

یہ اہلِ بدعت ہمیشہ اہل حق کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور یونہی اڑنگ بڑنگ ہانکتے رہتے ہیں۔ ایک سب انسپکٹر میرے ایک وعظ میں شریک تھے۔ وعظ کے بعد انہوں نے مجھ سے گیارہویں کے متعلق سوال کیا، میں نے کہا کہ بدعت ہے۔

کہنے لگے آپ اس کو بدعت کہتے ہیں اور فلاں مولوی صاحب اس کو اچھا بتلاتے ہیں، تو ہم کیا کریں؟ میں نے کہا کہ جیسے ہم سے سوال کیا جاتا ہے کبھی ان سے بھی تو یہ سوال کیا ہوتا کہ تم اچھا کہتے ہو اور فلاں اس کو بدعت کہتے ہیں، ہم کیا کریں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں (گیارہویں) کرنے کی خواہش ہے (اس لئے گیارہویں کرنے والوں پر اعتراض نہیں کرتے) اور دوسروں کو آڑ بناتے ہو۔ پھر کچھ نہیں بولے (الافاضات الیومیہ ج۴ص۴۰، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

ایک اور موقع پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لوگ آج کل اتفاق اتفاق تو پکارتے ہیں مگر اس کی حدود کی رعایت نہیں کرتے، بس اتنا یاد کرلیا ہے کہ قرآن میں حکم ہے "لَاتَفَرَّقُوْا" افتراق نہ کرو۔ مگر اس سے پہلا جملہ نہیں دیکھتے "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا" کہ اس میں اللہ کے راستہ پر قائم رہنے کا پہلے حکم ہے، اس کے بعد ارشاد ہے کہ "حَبْلِ اللّٰہِ" (اللہ کی رسی) پر متفق ہو کر اس سے تفرق (علیٰحدگی) نہ کرو، تو اب مجرم وہ ہے جو حبلُ اللہ سے الگ ہو، اور جو حبلُ اللہ پر قائم ہے۔ وہ ہرگز مجرم نہیں، گو اہلِ باطل سے اس کو ضرور اختلاف ہوگا۔ پس یاد رکھو کہ نہ اختلاف مطلقاً مذموم (یعنی ہر حال میں برا) ہے، جیسا کہ ابھی ثابت کیا گیا، اور نہ اتفاق مطلقاً محمود (ہر حال میں اچھا) ہے، بلکہ اتفاق محمود (اچھا اتفاق) وہ ہے جو حبلُ اللہ کے اعتصام (یعنی اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے) پر ہو (وعظ "اصلاح ذات البین" خطباتِ حکیم الامت ج۱۹، المسمیٰ "آداب انسانیت" ص۳۳۴و۳۳۵)

اور ایک دوسرے مقام پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ایک بار میرا اتفاق کانپور (شہر) جانے کا ربیع الثانی میں ہوا۔ میں نے وعظ میں گیارہویں کا بدعت ہونا بیان کیا، بعد وعظ ایک سب انسپکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایسے مسائل وعظ میں بیان نہیں کرنے چاہئیں اس سے مسلمانوں میں

تفریق ہوتی ہے، میں نے کہا کہ بانیِ تفریق (یعنی تفریق کی بنیاد ڈالنے والے) تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ بدعت ایجاد کی، کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اس (گیارہویں کی رسم) کی اصل کتاب وسنت سے ثابت نہیں، یہ فعل بعد ہی کو ایجاد ہوا ہے، تو جنہوں نے اس کو شروع کیا، انہوں نے دراصل تفریق ڈالی، وہی لوگ ذمہ دار اس تفریق کے ہیں، نہ کہ منع کرنے والے، نہ آپ اس رسم کو نکالتے نہ ہم منع کرتے، اب آپ لوگ اس کو کرنا چھوڑ دیجئے، ہم لوگ منع کرنا چھوڑ دیں گے، یہ سن کر وہ چپ رہ گئے، کچھ جواب نہ بن پڑا، بہت پوچھنے کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ آپ ہی جیسے مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارہویں سے یوں برکت ہوتی ہے، یوں ثواب ہوتا ہے۔اس کا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نہایت لطیف جواب ڈالا۔ میں نے کہا کہ میں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کبھی یہ سوال آپ نے ان مولویوں سے بھی کیا (جو گیارہویں کو جائز، ثواب اور برکت کا باعث کہتے ہیں) کہ آپ ہی جیسے مولوی وہ لوگ بھی تو ہیں جو اس فعل سے منع کرتے ہیں پھر تم (کیسے) جائز کہتے ہو؟ کیا سارے جواب ہمارے ہی ذمہ ہیں، ان کے ذمہ کوئی بھی جواب نہیں (حالانکہ گیارہویں کے مدعی تو اس رسم کو کرنے والے ہیں نہ کہ منع کرنے والے ہیں اور دلیل مدعی کے ذمہ لازم ہوا کرتی ہے) بس اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ آپ نے خود ہی پیشتر (پہلے) سے اس (گیارہویں) کا کرنا تجویز کرلیا ہے، ورنہ اگر تردُّد (شک) ہوتا تو جس طرح ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ مولوی ہی لوگ اس کو برکت اور ثواب کا فعل کہتے ہیں۔اسی طرح ان سے بھی تو کبھی یہ سوال کیا جاتا کہ صاحب وہ بھی تو آخر مولوی ہی ہیں جو اس کو بدعت کہتے ہیں اور منع کرتے ہیں؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ ہمیں سے سب پوچھا جاتا ہے (اور ہم سے ہی ان کے عمل کے غلط ہونے کی دلیل مانگی جاتی ہے حالانکہ بدعت کے ناجائز ہونے کی دلیل صرف یہی کافی ہوا کرتی ہے کہ وہ عمل شریعت سے ثابت نہیں اور جو عمل

کر رہا ہے اس کے ذمہ اس عمل کے ثبوت کی دلیل لازم ہوتی ہے) پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے اس اصول پر کہ ''تفریق نہ ڈالنی چاہئے'' خود بہت آسانی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں، کیونکہ اس (گیارہویں کے) فعل کو آپ فرض اور واجب تو سمجھتے ہی نہیں، محض برکت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور منع کرنے والے اس کو بدعت سمجھ کر روکتے ہیں، اس صورت میں آپ تو مستحب کو چھوڑ سکتے ہیں (کیونکہ مستحب کو چھوڑنا گناہ نہیں) اور (ہم) واجب یعنی منع کرنے کو نہیں چھوڑ سکتے (کیونکہ بدعت سے رکنا اور بدعت سے منع کرنا واجب ہے) ہاں جب آپ (اس بدعت کو) ترک کر دیں گے پھر (ہمیں) منع (کرنے) کی بھی ضرورت نہ رہے گی (حسن العزیز ملفوظ نمبر ۵۸، مشمولہ: ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۱۶ص ۵۸، ۵۹، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، لاہور)

نیز ایک مقام پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بعض لوگ اس اختلاف کو دیکھ کر علماء کو رائے دیتے ہیں کہ سب مولویوں کو متفق ہو جانا چاہئے، نااتفاقی بری چیز ہے، تو میں پوچھتا ہو کہ کیا نااتفاقی علی الاطلاق (یعنی ہر قسم کی نااتفاقی) جرم ہے؟ یا اس کے لئے کوئی قید بھی ہے؟ اگر نااتفاقی علی الاطلاق (بغیر کسی قید اور شرط کے) جرم ہے اور اس کی وجہ سے ہر فریق مجرم ہو جاتا ہے تو عدالت کو چاہئے کہ جب اس کے پاس کوئی مدعی، دعویٰ پیش کرے تو قبل تحقیقِ مقدمہ (یعنی مقدمہ کی تحقیق سے پہلے) ہی مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو سزا کر دیا کرے، کیونکہ دعوے اور انکار سے دونوں میں نااتفاقی کا ہونا ثابت ہو گیا (کہ ایک فریق ایک چیز کا دعویٰ کر رہا ہے اور دوسرا فریق اس کا انکار کر رہا ہے اور دونوں کے بیان ایک دوسرے سے مختلف ہیں) اور (آپ کے نزدیک) نااتفاقی علی الاطلاق (بغیر کسی قید اور شرط کے) جرم ہے، تو مدعی اور مدعا علیہ (یعنی دعویٰ کرنے والا اور جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے) دونوں مجرم ہوئے، اگر عدالت ایسا کرے تو سب سے پہلے آپ ہی (اس فیصلہ

کے) مخالف ہونگے، اور دنیا بھر میں شور وغل مچادیں گے کہ یہ کون سا انصاف ہے؟ کہ تحقیقِ مقدمہ سے پہلے ہی دونوں کو مجرم بنا دیا گیا۔ اب اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ پھر کیا کرنا چاہئے تھا؟ تو آپ عاقل (یعنی عقل مند) بن کر یہ رائے دیں گے کہ عدالت کو تحقیق کرنا چاہئے تھا، کہ مدعی اور مدعا علیہ میں جو باہم مخالفت و نااتفاقی ہے، تو ان میں سے حق پر کون ہے اور ناحق پر کون ہے؟ جو حق پر ہوتا اس کی حمایت کی جاتی اور جو ناحق پر ہوتا اس کو سزا دی جاتی، لیجئے آپ ہی کے فیصلے سے ثابت ہوگیا کہ نااتفاقی علی الاطلاق (یعنی ہر حال میں) جرم نہیں بلکہ نااتفاقی وہ جرم ہے جو ناحق ہو، اور جو نااتفاقی بحق (حق کی وجہ سے) ہو وہ جرم نہیں، اور اگر کسی معاملہ میں دو فریق ہو جائیں تو ہر فریق کو مجرم نہیں کہا جا سکتا، بلکہ جس کی مخالفت ناحق ہو وہ مجرم ہے، اور جو بحق (حق کی وجہ سے) ہو وہ مجرم نہیں، پس علماء کی باہم نااتفاقی اور اختلاف سے آپ کا سب (علماء) کو مجرم بنانا اور ہر فریق سے یہ کہنا کہ دوسرے سے اتفاق کرلو، غلط رائے ہے، بلکہ اول آپ کو تحقیق کرنا چاہئے کہ حق پر کون ہے، ناحق پر کون ہے؟ پھر جو ناحق پر ہو، اُسے مجرم بنایئے اور اس کو اہلِ حق کے ساتھ اتفاق کرنے پر مجبور کیجئے، ورنہ اہلِ حق کو دوسروں کے ساتھ اتفاق پر مجبور کرنے کے تو یہ معنٰی ہوں گے کہ وہ حق کو چھوڑ کر، ناحق طریق (غلط راستہ) اختیار کرلیں اور اس کو کوئی عاقل (یعنی عقل مند) تسلیم نہیں کرسکتا، تو اتنی شکایت آپ کی رہ گئی کہ آپ قبل از تحقیق (یعنی تحقیق کرنے سے پہلے) ہی سب کو متفق ہو جانے کی رائے دیتے ہیں اور مولویوں کی شکایت ہم کو بھی ہے مگر صرف ان کی جو ناحق پر ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ صاحب دوسرا فریق (یعنی جو غلطی پر ہے) بھی اتفاق سے مجبور ہے کیوں کہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں جو اُن کی سمجھ میں آیا ہے، تو جناب ائمہ اربعہ (چاروں فقہ کے اماموں) میں سمجھ ہی کا تو اختلاف ہے، مگر

اس کے ساتھ پھر سب متفق ہیں۔کوئی ایک دوسرے پر ملامت وطعن نہیں کرتا، بلکہ ہر ایک کو حق پر سمجھتا ہے (لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سنت وبدعت کا اختلاف) اگر ایسا اختلاف ہوتا (جیسا کہ چاروں فقہاء کے درمیان ہے اور وہ حق ہے) تو مسلمانوں کو آج یہ پریشانی نہ ہوتی جو آنکھوں سے نظر آ رہی ہے، بلکہ یہ (سنت وبدعت کا) اختلاف تو روٹیوں کا ہے (یہی وجہ ہے کہ دونوں فریق ایک فقہ کے مدعی ہیں، لیکن یہ بدعات اس فقہ سے ثابت نہیں بلکہ ان کا بدعت ہونا ثابت ہے) میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اہلِ حق کے پاس کافی روپیہ ہو، اور وہ ان سب فرقوں کی تنخواہیں مقرر کردیں تو سارا اختلاف ایک دن میں مٹ جائے، یہ سارا اختلاف پیٹ کی وجہ سے ہے، کہ کوئی مولود (میلادُ النبی) پر زور دیتا ہے، کوئی (مروَّجہ) فاتحہ (ودرود اور گیارہویں) پر، کوئی (مرنے کے بعد) تیجے، دسویں پر، ایک عالم صاحب سے جو بدعات کے بڑے حامی ہیں کسی نے سوال کیا کہ تم مولود (میلادُ النبی) و (مروَّجہ) فاتحہ کو سنت کہتے ہو اور ان پر بہت زور دیتے ہو اور جو اِن سے منع کرے اس کو بُرا بھلا کہتے ہو، پھر یہ کیا وجہ کہ تمہاری مستورات (وخواتین) بہشتی زیور پڑھتی ہیں؟ (جو کہ ہماری کتاب ہے، اور اس میں اس قسم کی بدعات پر رد بھی ہے) تو انہوں نے اپنے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ’’یہ سارا اختلاف تو اس کی خرابی ہے ورنہ حق وہی ہے جو بہشتی زیور میں لکھا ہے‘‘

میں نے ایک دفعہ لکھنؤ (شہر) میں دیکھا کہ ہر کھانے پر الگ الگ فاتحہ دی جارہی ہے پھر وہاں بیان کی فرمائش ہوئی تو میں نے اس بیان میں کہا کہ فاتحہ ومولود (مروّجہ فاتحہ وختم اور میلاد) کے سنت اور بدعت ہونے کا امتحان بہت آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ جو مولوی صاحب مولود پڑھیں یا فاتحہ دیں ان کو (اس پر) کچھ نہ دیا جائے، ان سے خوب مولود پڑھواؤ اور الگ الگ ہر رکابی (وبرتن) پر فاتحہ دلواؤ، مگر (اس کا) نذرانہ کچھ نہ دو، نہ مٹھائی کا دوہرا حصہ دو۔پھر دیکھنا وہ خود ہی اس کو

فضول اور بدعت کہنے لگیں گے، چنانچہ بعض لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسی روز شام کو آ کر ایک فاتحہ خواں صاحب کہنے لگے کہ ''واقعی یہ تو ایک فضول سا قصہ معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ فاتحہ ہو، ایک ہی کافی ہے'' میں نے جی میں کہا کہ اب تو معلوم ہو ہی جائے گا۔ صاحبو! میں سچ کہتا ہوں کہ ان کی (ان رسموں اور بدعتوں کی) آمدنی بند کردو، تو وہ خود ہی کہنے لگیں گے کہ یہ سب فضول قصہ ہے۔ یہ ساری باتیں روٹیاں کھانے کی ہیں (اشرف الجواب ص۲۴۲ تا ۲۴۴، واسباب الفتنہ)

خلاصہ یہ کہ اختلاف سے بچنا اور اتحاد کا پیدا کرنا بہت ضروری ہے، اور اختلاف سے بچنے کا راستہ سنت اور صحابہ کے طریقہ پر عمل کرنا اور بدعت سے بچنا ہے۔

لہٰذا جو لوگ مختلف بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کو بدعات چھوڑ کر سنت پر عمل کرنا چاہئے، جو اتحاد و اتفاق کا صحیح طریقہ و معیار ہے۔

اللہ تعالیٰ سنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

فقط: محمد رضوان

۸/ ربیعُ الآخر/ ۱۴۲۳ھ 20 / جون/ 2002ء بروز جمعرات، بعد ظہر

اضافہ واصلاح بارِ دوم: ۲۶/ شعبان/ ۱۴۲۷ھ۔ 20 / ستمبر/ 2006ء

اضافہ واصلاح بارِ سوم: ۲۶/ شوال/ ۱۴۳۲ھ 25 / ستمبر/ 2011ء بروز اتوار

ماہِ ربیعُ الآخر کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود،ادارہ غفران،راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۲۱ھ: میں نہاوند کا معرکہ پیش آیا (تقویم تاریخی ص ۷)

ایرانی کفار ہر سابقہ شکست پر نئے عزم وشدت پسندی کے ساتھ مذہبِ حق اور اہلِ اسلام کو صفحۂ ہستی سے کچل دینے کی غرض سے آئندہ کیلئے بھرپور طریقہ پر جنگ کی تیاری کرتے، چنانچہ اس مرتبہ دو لاکھ کے قریب فوج ''نہاوند'' میں جمع ہوئی، جس کے مقابلہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے تیس، چالیس ہزار کے لگ بھگ مسلمانوں کی تشکیل ہوئی، تین دن کی ہولناک لڑائی کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی، ایک لاکھ سے زائد ایرانی شکست کھا کر بھاگتے ہوئے دھکم پیل کے نتیجہ میں، گھوڑوں تلے آ کر اور اپنی ہی خندقوں میں گر گر کر ہلاک ہوئے، میدانِ جنگ میں قتل ہونے والے مذکورہ تعداد کے علاوہ تھے، مسلمان تقریباً تین ہزار شہید ہوئے، اس لڑائی کے بعد ایرانیوں کی کمر ٹوٹ گئی تھی اس لئے اسے فتح الفتوح کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

(البدایة والنهایة، ج۷ص ۱۲۰،وقعة نهاوند،المنتظم لابن الجوزی، ج۴ص۲۶۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۲ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۸)

آپ کا اصل نام عویمر یا عامر تھا، ابتداء میں آپ کا شغل معاش تجارت تھا، مگر جب عبادت، تفسیر، حدیث اور فقہ کی اشاعت میں محو ہوئے اور خشیتِ الٰہی کا غلبہ ہوا، تو فرماتے اب تو موجودہ حالات کے مقابلہ میں ایسی تجارت بھی پسند نہیں جس میں روزانہ نفع ہو اور وہ سارے

کا سارا صدقہ کر دیا کروں اور نماز بھی قضاء نہ ہو کہ حساب کا خوف دامن گیر ہے، ان کا شمار فقہاءِ صحابہ میں تھا وہ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر پوچھا کہ اس قدر عسرت سے زندگی گزارنے کا سبب کیا ہے؟ تو کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا میں مسافر کی طرح سامان رکھنا چاہیے، اور ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا سے کیا ہو گئے، اس پُر اثر فقرے پر دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی، بوقتِ موت گریہ وزاری کی حالت طاری تھی اور کہتے تھے نہ معلوم گناہوں سے چھٹکارہ ہو سکے گا یا نہیں (الاصابة فی تمییز الصحابة، ج۴ص۷۴۷، باب العین بعدھا الواو)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۵۰ھ: میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص۱۳)

حضرت کعب غزوہ تبوک میں جانے والے ان تین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے، جن کی شان میں سورہ توبہ کی یہ آیتیں "وَعَلَى الثَّلاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا" نازل ہوئی تھی، ان حضرات نے اپنی غلطی سچ سچ بیان کر دی تھی، اور منافقین کی طرح تاویلات اور بہانے نہیں کیئے تھے، اسی سچ کو پرکھنے کیلئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسے امتحان میں مبتلا ہوئے، جس کی نظیر تاریخِ اسلام میں بہت کم ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۰ یوم تک خود بھی ان سے ناراض رہے اور صحابہ کو بھی ان سے بائیکاٹ کا حکم فرمایا، حتیٰ کہ مذکورہ آیت نازل ہوئی اور جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو معافی کی وجہ سے چہرۂ انور خوش وخرم تھا، عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے معاف کر دیا، فرمایا اللہ نے بھی معاف فرمایا۔

(العبر فی خبر من غبر، ج ا ص ۳۹، المنتظم لابن الجوزی، ج۵ص۲۳۷، الاصابة فی تمییز الصحابة، ج۵ص ۶۱۱، باب الکاف بعدھا العین، سیر الصحابہ ج۳ص۱۳۶، انصار دوم)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۶۸ھ: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا۔ آپ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے ہونے کی وجہ سے اکثر ان کے

ہاں رہ لیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے بارہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تہجد میں اقتداء کا شرف حاصل ہوا، ایک مرتبہ اقتداء میں بالکل پیچھے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا اپنے برابر کرنا چاہا تو بوجہ تواضع کے تذبذب میں مبتلا ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟ تو عرض کیا، آپ تو اللہ کے رسول ہیں بھلا آپ کے برابر کھڑا ہونا کس کے لائق ہوسکتا ہے، چونکہ عمر اس وقت ۱۲، ۱۳ برس ہی تھی، اس کفایت شعاری، خدمت اور غایتِ ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں موقع بموقع بہت دعائیں دیں، انہی دعاؤں کا نتیجہ اور ثمرہ تھا کہ آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ ان سب علوم میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا، جس سے پوری امت نے استفادہ کیا، آپ کی وفات پر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آج ایسی شخصیت کا انتقال ہوا، کہ مشرق ومغرب والے علم میں اس کے محتاج ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۳ص ۳۵۹، ۳۶۰، البداية والنهاية، ج۸ ص ۳۲۵، ۳۳۷، العبر فی خبر من غبر، ج ۱ ص ۷۴، سیر الصحابۃ ج۲ص ۲۳۵)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۷۰ھ: میں حضرت عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۸)

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں پیدا ہو گئے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر دو سال تھی، آپ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے نانا تھے، آپ بہت خوش اخلاق تھے، مدینہ سے باہر ''ربذہ'' کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر، ج ۱ ص ۵۷، البداية والنهاية ج۸ص ۳۱۳، الاصابه، حرف العين، العين بعدها الالف)

☐...... ماہِ ربیع الآخر ۷۴ھ: میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی

تقویمِ تاریخی ص ۱۹)

کم سنی ہی سے پیدل دوڑنے میں ممتاز تھے، گھوڑے سے مقابلہ کرتے تو آگے نکل جاتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر تین مرتبہ موت پر بیعتِ رضوان کی تھی، غزوات میں شریک

رہے، فتح خیبر سے اس شان سے واپس ہوئے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہاتھ دیئے ہوئے تھے، آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اللہ کا واسطہ دے کر جو بھی سوال کرتا تو اسے خالی ہاتھ نہ بھیجتے تھے، ۸۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۶۲، البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۶، المنتظم لابن الجوزی ج ۶ ص ۱۴۶، سیر الصحابۃ ج ۲ ص ۱۹۸، مہاجرین حصہ ۲)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۸۰ھ: میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کا وصال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۲۰)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، والد کی شہادت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دعا فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ عبداللہ صورتاً اور سیرتاً میرے مشابہ ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زندگی اس ارشاد کی عملی تصدیق تھی، جب یہ فوت ہوئے تو اس زمانے کے گورنر ابان بن عثمان رحمہ اللہ نے خود غسل دے کر کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ پڑھائی، پھر قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے کہہ رہے تھے، اللہ کی قسم! آپ بہترین آدمی تھے، آپ میں کوئی شر نہ تھا، آپ صلہ رحمی کرتے تھے، آپ نیک تھے، ۹۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ مسلمانوں میں ان کی طرح کا کوئی سخی نہیں تھا۔

(المنتظم لابن الجوزی، ج ۶ ص ۲۲۰، البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۳۴، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۶۷، سیر الصحابۃ ج ۴ ص ۱۲۴، حصہ ۷)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۱۰۴ھ: میں عباسی تحریک کے بانی ابوابراہیم محمد کے ہاں عبداللہ سفاح ابوالعباس پیدا ہوا۔

ابوابراہیم محمد نے بنوامیہ سے حکومت، بنوعباس میں منتقل کرنے کے لئے مستقل طور پر بہت مضبوط اور دوررس نتائج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خفیہ طور پر ایک تحریک شروع کی تھی، ابھی چند

سال ہی اس تحریک کو ہوئے تھے کہ ابوابراہیم کے ہاں عبداللہ سفاح پیدا ہوا، تو ابوابراہیم محمد اس نومولود کو اپنے ارکانِ تحریک کے مجمع میں لایا اور کہا کہ یہ وہ شخص ہے جس پر تمہاری تحریک کی آزادی مکمل ہوگی، اور حکومت، بنوامیہ کے بجائے ہمارے خاندان بنوعباس میں منتقل ہوجائے گی، اور یہ نومولود پہلا شخص ہوگا جو بنوعباس کی طرف سے تم پر حکومت کرے گا، چنانچہ ہوا تو اسی طرح کہ ابوالعباس سفاح اپنے والد کی وفات کے بعد قائد مقرر رہوا اور کارکنانِ تحریک کی مدد سے ۲۶ سال کی عمر میں حکومتِ بنوامیہ کا مکمل طور پر خاتمہ کرکے بادشاہ کی حیثیت سے برسرِ اقتدار رہوا (تاریخِ ملت ج۱، تاریخِ اسلام اکبری ج۲، الکامل ج۴ص ۳۶۳)

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۱۲۵ھ: میں اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۲)

ہشام بن عبدالملک بنوامیہ کے ان تین ممتاز ترین حکماء وباشاہوں میں سے تھا جنہوں نے اپنے تدبر اور سیاست کا نقش تاریخ کے صفحات پر ثبت کردیا (۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، جنہوں نے حکومتِ بنوامیہ کی داغ بیل ڈالی (۲) عبدالملک بن مروان (۳) ہشام بن عبدالملک، علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہشام باتدبیر، کفایت شعار، تیزفہم بادشاہ تھا، سلطنت کے چھوٹ چھوٹے معاملات بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ تھے، بردباری وتحمل مزاجی امتیازی خصوصیات تھیں، اخلاق وعادات کے لحاظ سے بھی بہت عمدہ مزاج تھا، شاہانہ غرور اور تمکنت اس کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی، ایک مرتبہ کسی شخص کو نازیبا الفاظ کہہ بیٹھا، اس شخص نے بگڑ کر کہا کہ خلیفۂ وقت ہوکر ایسے الفاظ کہتے ہوئے شرم نہیں آئی، ہشام سخت شرمندہ ہوا، اور کہا تم مجھ سے بدلہ لے لو، اس نے کہا یعنی میں بھی تمہاری طرح کمینہ ہوجاؤں؟ تو ہشام نے کچھ مال دینا چاہا تو اس نے قبول نہ کیا، اس پر ہشام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے معاف کردے، تو اس شخص نے کہا ہاں! اللہ تعالیٰ کے واسطے تمہیں معاف کرتا ہوں، اس کے بعد ہشام نے شرم کے مارے گردن جھکالی اور ندامت سے کہا واللہ! آئندہ ایسی حرکت نہ ہوگی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۲۲، تاریخِ ملت ج۵ ص ۹۷ و ج ۱ ص ۶۹۷)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۱۲۵ھ: میں اموی خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان تختِ حکومت پر متمکن ہوا (تقویمِ تاریخی ص۳۲)

جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے پہلے سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد ترتیب وار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو پھر اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کو ولی عہد منتخب کیا تھا،اسی طرح یزید نے ترتیب وار اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک پھر اپنے کمسن بیٹے ولید بن یزید کو ولی عہد منتخب کیا تھا، ولید اپنے باپ سے زیادہ عیش پسند آوارہ مزاج اور نغمہ شیریں وبادِ رنگین میں مست نوجوان تھا، ہشام بن عبدالملک نے اسے پہلے تو درست کرنے کی کوشش کی تھی مگر کوشش کامیاب نہ ہوئی تو اسے ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانا چاہا، مگر چند ناعاقبت اندیش اوراہلِ اسلام کی جمعیت کے شیرازے سے کھیلنے والے وزراء جو یزید کی حکومت میں اپنی ناجائز خواہشات اور شیطانی ارادوں کی تکمیل دیکھ رہے تھے، انہوں نے مسلمہ کی ولی عہدی پر زبردست مخالفت کی،اسی دوران اچانک ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوگیا، ولید کو جب ہشام کی موت یعنی اپنی بادشاہت کی خبر ملی تو اس نے ہشام یعنی اپنے حقیقی چچا کی تمام ملکیت، جائیدادو مال ومتاع کو ضبط کرنے اور تمام گھر والوں کو نظر بند کرنے کا حکم جاری کیا، تمام مخالفین ارکانِ دولت سے سختی کے ساتھ انتقام لیا، خصوصاً ہشام کے بیٹوں یعنی اپنے چچازاد بھائیوں اوران کے خاندان کے افراد کے ساتھ تو بہت ہی ناروا سلوک کیا، بعضوں کو قید بعض کو سو، سو کوڑے لگوائے، اور بعض کو کوڑے بھی لگوائے اور جلاوطن بھی کیا (البدایۃ والنہایۃ ج۱۰ ص۲، تاریخِ ملت ج۱ ص۶۹۹)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۱۵۰ھ: میں حضرت عبدالملک بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص۳۸)

آپ ابنِ جریج رومی کے نام سے مشہور تھے، آپ امیہ بن خالد بن اسید کے غلام تھے، آپ کا شمار مشہور علماء میں ہوتا ہے، آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

(وفیات الاعیان لابنِ خلکان ج۲ ص۷۸، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۱۶۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۱۵۴ھ: میں افریقہ میں اباضیوں کا استیصال ہوا (تقویمِ تاریخی ص۳۹)
اباضی خارجیوں کا ایک فرقہ ہے، جس کا بانی عبداللہ بن اباض تھا، اس فرقے کا آغاز ۶۵ھ میں ہوا، عبداللہ بن اباض نے خارجیوں کے انتہاء پسند فرقے ازرقیہ سے علیٰحدہ ہوکر اس فرقے کی بنیاد ڈالی، اباضی اپنے تمام مخالفین کو کافر سمجھتے ہیں، البتہ غیر اباضیوں سے نکاح کی اجازت دیتے ہیں، آج کل اس فرقے کے لوگ مشرقی افریقہ، لیبیا، اور جنوبی الجزائر کے علاوہ عمان میں پائے جاتے ہیں (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص۴۶)

□......ماہِ ربیع الآخر ۱۷۱ھ: میں اندلس میں اموی حکومت کے بانی عبدالرحمٰن الداخل بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک کی وفات ہوئی۔

عباسیوں نے جب عراق کے علاقوں میں اموی سلطنت کا تختہ الٹ دیا تو انہوں نے آئندہ اموی سلطنت بننے کے خوف سے کسی اموی کو زندہ رہنے کا موقع نہیں دیا، چنانچہ آخری اموی خلیفہ مروان کو تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے شہزادوں کو تلاش کر کے قتل کیا، اس قتل وغارت گری میں جس شہزادے کو جہاں سر چھپانے کا موقع ملا تو وہ وہاں روپوش ہوگیا، ان شہزادوں میں اندلس میں اموی حکومت کا بانی عبدالرحمٰن الداخل بھی تھا، عبدالرحمٰن الداخل کی پیدائش دمشق یا تدمیر کے نواح میں علیاء کے مقام پر ۱۱۳ھ میں ہوئی، امویوں کو جس وقت ہلاک کیا جارہا تھا، اس وقت مغرب میں اندلس اور افریقہ ہی ان کی پناہ کا مرکز تھا، عبدالرحمٰن الداخل بھی عباسیوں کی نظروں سے چھپتا چھپاتا افریقہ پہنچ گیا، لیکن جب افریقہ میں بھی امویوں پر حالات تنگ کردیئے گئے تو عبدالرحمٰن اندلس پہنچ گیا، اور آہستہ آہستہ ایسے حالات پیدا کئے کہ عبدالرحمٰن الداخل اندلس کا امیر بن گیا، اور یہاں پر امویوں کی حکومت قائم ہوگئی، اور اندلس کی سرزمین امویوں کے لئے مامون ہوگئی، اور اموی جہاں جہاں بے کسی کے عالم میں پناہ لئے ہوئے تھے سب نے اندلس کی راہ لی، عبدالرحمٰن الداخل نے ۵۸ سال کی عمر میں وفات پائی، اور اس کے بیٹے عبداللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور قرطبہ کے محل میں

تدفین ہوئی (تاریخِ اندلس ۲۰۹ تا ۳۰۱)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۱۹۰ھ: میں حضرت عبداللہ بن عمر بن غانم الرعینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی، احادیث امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اور اپنے زمانہ میں افریقہ کے قاضی بھی رہے ہیں (المنتظم لابن الجوزی ج ۹ ص ۱۸۶)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۱۹۹ھ: میں حضرت ہشام بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معاویہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے امام مالک رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی اور عبداللہ بن وھب رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھے (المنتظم لابن الجوزی ج ۱۰ ص ۸۱)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۱۹۴ھ: میں بصرہ کے قاضی حضرت ابوالمثنیٰ معاذ بن معاذ العنبری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ حضرت حمید الطّویل رحمہ اللہ اور ان کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں، امام یحیٰی بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بصرہ، کوفہ اور حجاز میں آپ سے زیادہ علم وعمل میں کوئی مضبوط نہ تھا (العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۴۹، المنتظم لابن الجوزی ج ۱۰ ص ۳۵)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۰۶ھ: میں حضرت ابوخالد یزید بن ہارون بن وادی بن ثابت سلمی واسطی بخاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سلیمان تمیمی، حمید طویل، عاصم احول، اسماعیل بن ابوخالد اورابو مالک اشجعی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: بقیہ بن ولید، آدم بن ابی ایاس، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، یحیٰی بن معین اور علی بن مدینی رحمہم اللہ، آپ بہت

عبادت گزار تھے اور بڑے خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے تھے، صلاۃ الضحیٰ ۱۶ رکعت پڑھتے تھے، آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے، احمد بن سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ جیسا عالم کہیں نہیں دیکھا، آپ ایسے نماز پڑھتے تھے جیسے کہ آپ ستون ہوں، دن اور رات کی نمازوں سے آپ تھکتے نہیں تھے، آپ اور ہشیم رحمہما اللہ لمبی نماز پڑھنے میں مشہور تھے، امام یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عراق میں چار حفاظِ حدیث ہیں ان میں یزید بن ہارون بھی ہیں، علی بن شعیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ مجھے چوبیس ہزار احادیث سندوں کے ساتھ یاد ہیں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں، ان کی مجلس میں ۷۰ ہزار افراد شریک ہوتے تھے، آپ کی ولادت ۱۱۷ھ میں ہوئی، عاصم بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اور یزید بن ھارون حضرت قیس بن الربیع رحمہ اللہ کے پاس تھے، یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے عشاء کی نماز پڑھی اور رات بھر نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اشراق کی نماز تک برابر قیام میں رہے اسی وضو کے ساتھ اور یہ معمول آپ کا چالیس سال سے زیادہ عرصے تک رہا، حضرت ابونافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کے پاس بیٹھا ہوا تھا امام احمد کے پاس اس وقت دو آدمی موجود تھے، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمائی اور میری قدر افزائی فرمائی، اور مجھ پر اس وجہ سے عتاب فرمایا کہ کیا تم نے حریز بن عثمان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی؟ تو میں نے عرض کیا اے میرے رب میں نے اس میں خیر دیکھی اس لیے اس سے حدیث حاصل کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے، دوسرے شخص نے کہا کہ میں نے یزید بن ہارون کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس منکر نکیر آئے تھے یزید بن ھارون نے فرمایا ہاں خدا کی قسم وہ آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے، تمہارا دین کیا ہے؟ تو

میں نے جواب میں کہا: کہ میں دنیا کی زندگانی میں رب اور دین کی معرفت اور علم میں اور لوگوں سے بہت آگے تھا، تو نکیرین نے کہا ہاں تو سچ کہتا ہے۔

(تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۲۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۱۸، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۳۶۹)

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۱۹ھ: میں حضرت ابوغسان مالک بن اسماعیل بن درہم نہدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور فقیہ حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، اسرائیل، ورقاء، عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سلمی، عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سلمی، فضیل بن مرزوق، حسن بن صالح اور حکم بن عبدالملک رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، ابوبکر بن ابی شیبہ، یوسف بن موسیٰ، محمد بن یحییٰ ذہلی، ھارون حمال اور ابواسحاق جوزجانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوغسان ائمہ محدثین میں ایک بڑے محدث تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۳۱، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج ۶ ص ۴۰۵، مغانی الاخیار ج ۵ ص ۴)

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۱۹ھ: میں حضرت قاضی ابوعبداللہ اسد بن الفرات الحرانی المغربی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت بحرآن کے مقام پر ۱۴۴ھ میں ہوئی، امام مالک رحمہ اللہ سے آپ نے مؤطا روایت کی ہے، یحییٰ بن ابی زائدہ، جریر بن عبدالحمید، ابویوسف القاضی اور محمد بن حسن رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ ایک بہت بڑی علمی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شہسوار اور بہادر آدمی بھی تھے، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک لڑائی میں اسد کو دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا اور وہ سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے، پھر آپ نے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر دشمن کو ہزیمت دکھائی اور میں نے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ خون آپ کے اٹھائے ہوئے جھنڈے اور پہنے ہوئے زرہ پر بہہ رہا تھا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۳۷)

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۲۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ بن قیس تمیمی یربوعی کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابراہیم بن سعد، اسرائیل بن یونس اور اسماعیل بن عیاش رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابنِ ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابوزرعہ الرازی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں کس سے حدیث روایت کروں؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ احمد بن یونس کی طرف جایئے اور ان سے تعلیم حاصل کیجئے کیونکہ وہ شیخ الاسلام ہیں، آپ کی وفات جمعہ کی رات کوفہ میں ہوئی، وفات کے وقت عمر ۹۷ سال تھی، آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں ہوئی۔

(طبقات الحفاظ ج ا ص ۳۳، العبر فی خبر من غبر للذہبی ج ا ص ۷۵، تہذیب التہذیب ج ا ص ۴۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۵۸، تہذیب الکمال ج ا ص ۳۷۸، تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۴۰۱، التعدیل والتجریح ج ا ص ۳۰۷، مغانی الاخیار ج ا ص ۲۲) "وفی قول مات سنۃ تسع وعشرین ومائتین (التاریخ الصغیر ج ۲ ص ۵)"

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۳۲ھ: میں حضرت ابو یعقوب یوسف بن عدی بن زریق بن اسماعیل بن بسطام تیمی کوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

عبید اللہ بن عمرو رقی، مالک بن انس، عبدالرحمٰن بن ابی الزناد اور عثام بن علی عامری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے محمد اور امام بخاری، ابوحاتم، ابوزرعہ رازیان اور ابوامیہ طرسوسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ مصر میں تشریف لائے اور آخری عمر تک یہی سکونت پذیر رہے، آپ کی وفات منگل کے دن ہوئی، آخری عمر میں آپ نابینا ہوگئے تھے، آپ مشہور محدث زکریا رحمہ اللہ کے بھائی تھے، اور وہ آپ سے ۲ سال پہلے فوت ہوئے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۶۷، تہذیب الکمال ج ۳۲ ص ۴۴۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۸۶، مغانی الاخیار ج ۵ ص ۳۰۵)

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۳۵ھ: میں حضرت ابوالحارث سریج بن یونس بن ابراہیم بغدادی مروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ہشیم، ولید بن مسلم بن ادریس، مروان بن معاویہ، وکیع اور ابنِ عیینہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام مسلم، ابوبکر مروزی، ابوزرعہ، ابوحاتم اور عبداللہ بن احمد رحمہم اللہ

نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حدیث کے معاملے میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ کی تعریف کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت ابوالحارث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ رب العزۃ کو خواب میں دیکھا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی حاجت کا سوال کرو، تو میں نے عرض کیا کہ مجھ پر پورا پورا رحم کیجئے۔

(تہذیب التہذیب ج۳ص۳۹۸،تہذیب الکمال ج۱۰ص۲۳۵)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۴۲ھ: میں حضرت ابواسحاق احمد بن اسحاق بن حصین بن جابر سلمی سرماری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

یعلیٰ بن عبید، عثمان بن عمر بن فارس اور عبداللہ بن موسیٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، آپ کے بیٹے ابوصفوان اسحاق بن احمد اور امام بخاری، بکر بن منیر اور عبیداللہ بن واصل رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کے بیٹے ابوصفوان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (عباسی خلیفہ) مامون نے میرے والد صاحب کے لئے تیس ہزار درہم، دس گھوڑے اور ایک لونڈی ہدیہ میں بھیجی لیکن میرے والد صاحب نے اس کو قبول نہیں کیا، آپ بہت سے معرکوں میں کافروں کے خلاف دادِ شجاعت دیتے رہے، اسی وجہ سے آپ بہادری میں ضرب المثل تھے، عبیداللہ بن واصل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابواسحاق سے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ میں نے اپنی اس تلوار سے ہزار کافروں کو قتل کیا ہے، اگر یہ بات بدعت نہ ہوتی تو میں وصیت کرتا کہ میرے ساتھ میری تلوار کو بھی دفن کیا جائے، آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ:

"لشکر کے امیر کے اندر چند عادتوں اور خصلتوں کا پایا جانا ضروری ہے: (۱) اس کا دل شیر کی طرح ہو کہ اس میں بزدلی نہ ہو (۲) اور بڑائی کے اظہار میں چیتے کی طرح ہو کہ تواضع وخاکساری نہ دکھائے (۳) بہادری میں بھیڑیے کی طرح ہو کہ اپنے جوارح سے سب کو ہلاک کر ڈالے (۴) حملہ کرنے میں خنزیر کی طرح ہو جو آگے بڑھتے ہوئے پیٹھ دکھانا جانتا ہی نہ ہو (۵) لباس میں چٹان کی طرح ہو (یعنی سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہو خَود، زرہ، وغیرہ پہنی ہو) (۶) اور صبر

میں گدھے کی طرح ہو(۷)اور تعاقب و پیچھا کرنے میں کتے کی طرح ہواگراس کا شکار آگ میں داخل ہوتا ہےتو وہ کتا بھی اس کے پیچھے آگ میں داخل ہو جاتا ہے(۸)موقع کی تلاش میں مرغ کی طرح ہو۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۰،تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۶۳،التعدیل والتجریح ج ۱ ص ۲۹۲)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۴۸ ھ:میں عباسی خلیفہ المنتصر باللہ کی وفات ہوئی۔

اس نے ترکوں کے ساتھ مل کر اپنے والد متوکل علی اللہ کو قتل کرادیا تھا اور خود تخت پر قابض ہو گیا تھا،لیکن بعد میں اپنے والد کی موت کے غم میں بہت پریشان رہنے لگا تھا،اور چند ماہ بعد اس کو بھی ترکوں نے طبیب سے ساز باز کر کے زہر میں بجھے ہوئے آلہ سے فصد لگوایا،جس کی وجہ سے یہ فوت ہو گیا،وفات کے وقت عمر ۲۵ سال ۶ ماہ تھی،مدتِ خلافت ۶ ماہ ۲ دن تھی۔

(ولاۃِ مصر لکندی ج ۱ ص ۶۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۵،تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۶۸ تا ص ۳۷۱)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۴۸ ھ: میں عباسی خلیفہ المستعین باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔

لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ترکوں سے اختلافات کی وجہ سے اس کو بھی خلافت سے معزول ہو کر جان سے ہاتھ دھونے پڑے،عمر ۳۵ سال تھی،مدتِ خلافت ۳ سال ۸ مہینے اور ۲۸ دن تھی(ولاۃِ مصر لکندی ج ۱ ص ۶۲،سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۶)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۵۰ ھ: میں حضرت ابوعمرو نصر بن علی بن نصر بن علی بن صہبان جہضمی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

قراءۃ کی روایت عرض کے طریق پر(کہ شاگرد پڑھے استاد سنے)اپنے والد رحمہ اللہ سے ،اورعرض کے بغیر سماع کے طریقے پر(کہ استاد پڑھے اور شاگرد سنے)شبل بن عباد اور اسماعیل بن خالد رحمہما اللہ سے کرتے ہیں،ابوموسیٰ محمد بن عیسیٰ الہاشمی،محمد بن فرج التکری اور حسین بن علی بن حماد ازرق رحمہم اللہ آپ سے فنِ قراءت روایت کرتے ہیں،عباسی خلیفہ

مستعین باللہ نے ایک مرتبہ آپ کو قاضی کے عہدے کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ میں استخارہ کر کے جواب دوں گا، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کھڑے ہوئے اور آپ کی وفات ہوگئی۔

(غاية النهاية فی طبقات القراء لابن الجزری ج ۱ ص ۲۲۵،حرف النون، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۳۶،تهذيب الكمال ج ۲۹ ص ۳۶۱،تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۵۱۹،التعديل والتجريح ج ۲ ص ۸۵۴)"وقيل مات فی سنة احدى وخمسين (تهذيب التهذيب ج ۱۰ ص ۲۸۵)"

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۶۰ھ: میں حضرت ابو سلیمان ایوب بن اسحاق بن ابراہیم بن سافری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ یحییٰ بن اسحٰق رحمہ اللہ کے بھائی تھے، رملہ منتقل ہونے کے بعد یہی آپ کا مسکن رہا، اور علمِ حدیث بھی اسی مقام پر پھیلایا و نشر کیا، محمد بن عبداللہ انصاری، خالد بن محمد قطوانی، موسیٰ بن داؤد ضبی، معاویہ بن عمر، ابو حذیفہ موسیٰ بن مسعود، عبداللہ بن یفاء اور زکریا بن عدی آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، اتوار کے دن دمشق میں آپ کی وفات ہوئی (طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۴۵)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۶۰ھ: میں حضرت ابو محمد عبدالرحمٰن بن بشر بن حکم بن حبیب بن مہران نیشا پوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

۱۸۰ھ کے بعد آپ کی ولادت ہوئی، علمِ حدیث حاصل کرنے کے لئے کئی سفر کئے، اور بڑے بڑے علماء سے طلبِ علم کیا، جن میں سے چند بڑے حضرات کے نام یہ ہیں: سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید، وکیع بن جراح، بہز بن اسد، عبدالرزاق بن ہمام، معن بن عیسیٰ، عبداللہ بن ولید العدنی اور حسین بن ولید نیشا پوری رحمہم اللہ، اور جن بڑے بڑے حضرات نے آپ سے طلبِ حدیث کیا ان حضرات کے نام یہ ہیں: بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، ابوبکر بن ابوداؤد، ابنِ خزیمہ، ابنِ صاعد، ابوعوانہ الاسفرائینی، مکی بن عبدان، ابوحامد بن بلال اور ابومحمد جارود رحمہم اللہ، گورنر عبداللہ بن طاہر رات کو خاموشی سے آپ کی مسجد میں تشریف لاتے تھے تاکہ آپ کی تلاوت سن سکیں کیونکہ آپ کی تلاوت میں آواز بڑی اچھی

تھی۔فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے اپنی مجلس میں کھڑا کیا اورفرمایا یہ بچہ جو بھی حدیث میری طرف سے بیان کرے اس کی تصدیق کرو کیونکہ یہ بچہ عقلمند ہے۔ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے ’’اللہ تعالیٰ کا غصہ ایسی بیماری ہے جس کے لئے کوئی دوانہیں‘‘ تو میں نے عرض کیا:

اللہ تعالیٰ کے غضب کی دوا سحری کے وقت استغفار کی کثرت کرنا ہے اور سچی توبہ کرنا ہے‘‘

بدھ کی رات آپ کی وفات ہوئی، اور بدھ کے دن بعد نمازِ ظہر نمازِ جنازہ ہوئی،محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۴۴، تہذیب الکمال ج ۱۶ ص ۵۴۸)

□......ماہِ ربیع الاٰخر ۲۶۵ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ھانی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عباسی خلیفہ واثق باللہ کے دورِ حکومت میں تین دن آپ کے گھر میں روپوش رہے، حضرت فتح بن شخرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن ہانی نے بتایا کہ:

حضرت احمد بن حنبل میرے گھر میں تین راتوں تک روپوش رہے، اس کے بعد فرمایا کہ میرے لئے کوئی اور جگہ تلاش کروتا کہ میں وہاں منتقل ہوجاؤں، میں نے عرض کیا کہ اے احمد بن حنبل میں آپ کو پناہ دوں گا، تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہجرت کے وقت غارِ ثور میں تین دن تک روپوشی اختیار کی تھی، پھر وہاں سے منتقل ہوگئے تھے، تو ہمارے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ ہم راحت کی حالت میں تو حضور ﷺ کی اتباع کریں اور مصیبت کے وقت میں نہ کریں۔

محمد بن عبید، یعلیٰ بن عبید، عبیداللہ بن موسیٰ، عبداللہ بن داؤد الخریبی، ابوالمغیرہ عبدالقدوس ،علی بن عیاش، عفان، محمد بن بکار بن بلال اور خلاد بن یحییٰ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر

اساتذہ ہیں، ابوالقاسم البغوی، ابنِ صاعد، ابونعیم بن عدی، ابنِ مخلد، محاملی، اسماعیل الصفار، ابوسعید بن الاعرابی، محمد بن سفیان اور ابنِ ابی حاتم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، خطیب بغدادی نے آپ کو ابدال میں شمار کیا ہے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر بغداد میں کوئی ابدال ہو تو وہ ابواسحاق نیشاپوری ہونگے۔ جب آپ کی وفات کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے بیٹے سے دو مرتبہ فرمایا کہ پردہ اٹھاؤ، بیٹے نے عرض کیا کہ پردہ تو اٹھا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے پیاس لگی ہوئی ہے، تو آپ کا بیٹا پانی لے کر آ گیا، آپ نے پوچھا کہ کیا سورج غروب ہو گیا، بیٹے نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے پانی واپس لوٹا دیا اور یہ آیت پڑھی:

"لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ" (الصافات ۶۱)

ترجمہ: "ایسی ہی کامیابی کے لئے چاہیئے کہ عمل کرنے والے عمل کریں"

اور اسی کے ساتھ آپ کی روح پرواز کر گئی، بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۸، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۳۷)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۶۵ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن منصور بن سیار بن معارک الرمادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۸۲ھ میں ہوئی، آپ کو علمِ حدیث میں علم کا سمندر کہا جاتا تھا، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: عبدالرزاق، ابوداؤد الطیالسی، ہاشم بن القاسم، عبید اللہ بن موسیٰ، اسود بن عامر، عفان، یحییٰ بن ابوبکیر اور ابو عاصم النبیل رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابنِ ماجہ، اسماعیل القاضی، ابنِ ابی الدنیا، ابوالعباس بن سریج، ابونعیم بن عدی، ابنِ ابی حاتم، محاملی، ابنِ مخلد، محمد بن عقیل البلخی، ابوبکر بن زیاد اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ، اسی طرح آپ کو علمِ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہونے کی وجہ سے امام ابوبکر بن ابوشیبہ رحمہ اللہ کے ساتھ برابری کا درجہ دیا جاتا تھا، ابنِ مخلد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت رمادی رحمہ اللہ بیمار ہوتے تو آپ کی شفا اس بات سے ہوتی تھی کہ کوئی آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی احادیث سن لے، ۸۳سال کی عمر میں انتقال ہوا، ابراہیم بن ارمہ رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۹۱،تهذيب الكمال ج ا ص ۴۹۵)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۸۵ھ: میں حضرت ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن عبدالملک بن مروان بن عبداللہ الناقد البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

خالد بن خلاشی، فضیل بن عبدالوہاب، احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، محمد بن جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (آپ کے اللہ تعالیٰ پر یقین کا یہ عالم تھا) اگر کوئی آپ سے کہتا کہ اے ابو یحییٰ تمہاری کل وفات ہوگی تو ان کے اعمال میں کوئی زیادتی نہ ہوتی، آپ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے چار ہزار قرآن مجید ختم کرنے کے بدلے میں ایک حورِ عین کو خرید لیا، جب میں نے آخری ختم کیا تو میں نے ہاتفِ غیبی سے آواز سنی کہ تم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا میں وہ حورِ عین ہوں جس کو آپ نے خریدا ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کے کچھ عرصہ کے بعد ان کی وفات ہوگئی، ۲۲/ ربیع الآخر جمعہ کی رات آپ کی وفات ہوئی اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن ہوئے(طبقات الحنابلة ج ا ص ۶۱)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۸۷ھ: میں حضرت ابوبکر بن ابی عاصم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بہت بڑے امام تھے، اور کثرت سے تصانیف کیں، آپ کی ولادت شوال ۲۰۶ھ میں ہوئی، آپ اصبہان کے قاضی تھے، جو کچھ ملتا تھا آپ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے، فرماتے تھے کہ: میں جب سے اصبہان کا قاضی بنا ہوں تو میری آمدن چار لاکھ درہم ہوئی، لیکن میں نے ان سے ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمے کے برابر کچھ خرچ نہیں کیا اسی طرح میں نے اس میں سے کبھی پہننے کے لباس بھی نہیں خریدا، ۱۳سال تک آپ قاضی کے عہدے پر فائز رہے، منگل کی رات آپ کی وفات ہوئی، آپ کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں: ''المسند الکبیر، الآحاد والمثانی، المختصر من المسند'' ابوالولید الطیالسی، عمرو بن مرزوق، ابوعمر الحوضی، محمد بن کثیر، محمد بن ابوبکر المقدمی، شیبان بن فروخ، ہدبہ بن خالد، محمد

بن عبداللہ بن نمیر، ابراہیم بن محمد الشافعی اور یعقوب بن حمید بن کاسب رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ام الضحاک عاتکہ (یہ آپ کی بیٹی ہیں) احمد بن جعفر بن معبد، قاضی ابواحمد العسال، محمد بن اسحاق بن ایوب، عبدالرحمٰن بن محمد بن سیاہ، احمد بن محمد بن عاصم، احمد بن بندار الشعار اور محمد بن معمر بن ناصح رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے حکم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۳۵، العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۱۰۱، تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۰۷)

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۸۸ھ: میں ابوالقاسم عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کی وفات ہوئی، آپ عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کے وزیر تھے، ولادت ۲۲۶ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۹۷)

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۲۹۸ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابوعثمان سعید بن اسماعیل بن سعید بن منصور نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوعثمان الحیری کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۳۰ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمد بن مقاتل، موسیٰ بن نصیر، حمید بن الربیع اور محمد بن اسماعیل الاحمسی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوعمرو احمد بن نصر، ابوبکر، ابوالحسن (یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں) ابوعمرو بن مطر اور اسماعیل بن نجید رحمہم اللہ، آپ کی دعا کا قبول ہوجانا لوگوں میں مشہور تھا، گورنر ابوصالح نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ٦٦)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۰۵ھ: میں حضرت ابوخلیفہ فضل بن حباب عمرو بن محمد بن شعیب، جمحی بصری اعمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۰٦ھ میں ہوئی، آپ نے کم عمری ہی میں تحصیلِ علم شروع کردیا تھا، اور بڑے بڑے مشاہیر سے اکتسابِ فیض کیا، امام قعنبی، مسلم بن ابراہیم، سلمان بن حرب،

محمد بن کثیر، عمرو بن مرزوق، ابوالولید طیالسی اور حفص بن عمر حوضی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، محدث ابوعوانہ، ابوبکر صولی، ابوحاتم ابنِ حبان، ابوعلی نیشاپوری، ابوالقاسم طبرانی، ابومحمد بن عدی اور ابوبکر اسماعیلی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے، اور بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۰)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۱۳ھ: میں حضرت ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران سراج ثقفی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۱۶ھ میں ہوئی، آپ مشہور محدثین ابراہیم و اسماعیل رحمہما اللہ کے بھائی تھے، اسحاق، قتیبہ بن سعید، محمد بن بکار بن ریان، بشر بن ولید کندی، ابومعمر قطیعی، داؤد بن رشید، محمد بن حمید رازی، محمد بن صباح جرجرائی، عمرو بن زرارہ اور ہناد بن سری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام بخاری، امام مسلم، ابوحاتم رازی، ابوبکر بن ابی الدنیا، عثمان بن سماک، حافظ ابوعلی نیشاپوری، ابوحاتم بستی، ابواسحاق مزکی اور ابراہیم بن عبداللہ اصبہانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بقول خطیب بغدادی آپ حدیث کے معاملہ میں ثقات میں شمار ہوتے ہیں، اور کئی مشہور کتب کے مصنف ہیں، آپ بغداد میں ایک طویل عرصہ تک رہے، اور حدیث کا علم پھیلایا، ماوراء النہر (وسطی ایشیاء) کے شہر نیشاپور میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۹۷، و کذافی تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۳۴)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۱۸ھ: میں حضرت ابوجعفر احمد بن اسحاق بن بہلول بن حسان بن سنان تنوخی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ اصلاً انبار کے رہنے والے تھے، ۳۲۰ھ میں آپ کو بغداد کا قاضی بنایا گیا، اسحاق بن بہلول، ابراہیم بن سعید جوہری، ابوسعید اشج، مؤمل بن اہاب، ابوہشام رفاعی، محمد بن مثنیٰ یعفری، یعقوب دورقی، سفیان بن محمد مصیصی، سعید بن یحییٰ اموی، عبدالرحمٰن بن یونس رقی، محمد بن زنبور مکی اور ابوعبیدہ بن ابی السفر رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالحسن

جراحی، محمد بن اسماعیل وراق، ابوالحسن دارقطنی، ابوحفص بن شاہین اور محمد بن عبدالرحمٰن مخلص رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخِ بغداد ج۴ص ۳۴)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۲۴ھ: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد بن واصل بن میمون نیساپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں، امام مزنی، ربیع، ابن عبدالحکم، محمد بن یحییٰ ذہلی، احمد بن یوسف سلمی، یونس بن عبدالاعلی، احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب، ابوزرعہ رازی، عباس بن ولید عذری اور محمد بن عزیز ایلی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں، موسیٰ بن ہارون حافظ، ابنِ عقدہ، ابواسحاق بن حمزہ، حمزہ بن محمد الکنانی، ابن المظفر، دارقطنی، ابنِ شاہین، ابوحفص کتانی، عبیداللہ بن احمد صیدلانی اور ابراہیم بن عبداللہ بن خرشیذ رحمہم اللہ، آپ نے دین کے دو بنیادی علوم حدیث اور فقہ میں خوب مہارت حاصل کی، اور اپنے ہمعصر علماء سے سبقت لے گئے، امام حاکم فرماتے ہیں کہ آپ عراق میں فقہ شافعی کے امام تھے، اور فقہ میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، نیشاپور، عراق، مصر، شام اور حجاز میں آپ نے طلبِ علم کیا، ابوالفتح یوسف القواس فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوبکر نیشاپوری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم اس شخص کو جانتے ہو جو چالیس سال تک رات کو نہ سویا ہو، اور اس کی خوراک روزانہ پانچ (گندم) کے دانے ہوں، اور وہ فجر کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتا ہے؟ پھر فرمایا کہ میں ہوں وہ شخص (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۶۶، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۲۰)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۲۹ھ: میں عباسی خلیفہ ابواسحاق احمد بن مقتدر باللہ جعفر بن المعتضد باللہ احمد بن الموفق بن المتوکل ہاشمی عباسی کا انتقال ہوا۔

اس کا لقب الراضی باللہ تھا، ۲۹۷ھ میں ولادت ہوئی، اس کی والدہ روم کی رہنے والی تھیں، مقتدر باللہ نے علمائے عصر سے تعلیم دلوائی، علامہ بغوی رحمہ اللہ سے راضی باللہ نے سماعت کی، ادب اور شاعری سے دلی لگاؤ تھا، بقول علامہ سیوطی "راضی عقیل، سخی، ادیب، شاعر، فصیح

آدمی تھا، علماء کی خدمت کرتا، اور اچھے شعر کہتا'' راضی باللہ علمی اعتبار سے نہایت لائق وفائق تھا، تاریخ، ادب اور شاعری میں صاحبِ کمال تھا، اس کا دیوان بھی ہے، اس کے علاوہ تاریخ میں اس کی معلومات بڑی وسیع تھیں، علماء اور اہلِ کمال کا بہت قدر دان تھا، اس کے دربار میں بڑے بڑے اربابِ کمال جمع تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۱۰۴، تاریخِ ملت ج۲ص۴۸۱ تا۴۹۳)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۳۳۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بن سعید بن ابان ضبی بغدادی محاملی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ایک کتاب ''السنن فی الفقہ'' کے نام سے ہے، ۲۳۵ھ کے اوائل میں آپ کی ولادت ہوئی، ابوحذافہ احمد بن اسماعیل سہمی، ابوالاشعث احمد بن مقدام عجلی، عمرو بن علی فلاس، زیاد بن ایوب، ابوہشام رفاعی، یعقوب بن عورقی، محمد بن مثنیٰ عنزی اور عبدالاعلیٰ بن واصل رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، دعلج بن احمد، طبرانی، دارقطنی، ابوعبداللہ بن جمیع، ابنِ شاہین، ابراہیم بن عبداللہ بن خرشیذ، ابومحمد بن بیع اور ابوعمر بن مہدی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ابوبکر الداودی فرماتے ہیں کہ محاملی کی مجلس میں دس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے، آپ کچھ عرصہ قاضی بھی رہے، لیکن ۳۲۰ھ میں عہدہ قضاء سے استعفیٰ دے دیا، محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بغداد سے بلاؤں اور مصیبتوں کو محاملی کی وجہ سے دور فرماتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۶۱، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۸۲۵)

□...... ماہِ ربیع الآخر ۳۳۲ھ: میں حضرت ابوالفضل عباس بن محمد بن معاذ نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہو۔

آپ ابنِ قوہیار نیشاپوری کے نام سے مشہور تھے، اسحاق بن عبداللہ بن رزین، محمد بن عبدالوہاب فراء اور علی بن حسن ہلالی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، حافظ محمد بن مظفر، ابوالحسن علوی اور ابوطاہر بن محمش رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات کا یہ واقعہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ آپ حمام تشریف لے گئے،

لیکن نائی نے نشہ کی حالت میں استرے سے آپ کے سر میں گہرا زخم کردیا، جس کی وجہ سے آپ کی وفات ہوگئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۳۱)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۳۸ھ: میں عباسی خلیفہ ابوالقاسم عبداللہ المستکفی باللہ بن علی المکتفی باللہ بن احمد المعتضد باللہ بن ابی احمد الموفق کی وفات ہوئی۔

یہ المتقی باللہ کے بعد ۴۱ سال کی عمر میں خلیفہ بنے تھے، مستکفی باللہ نے ایک عورت قہرمانہ کو اپنے خزانے کا سیکرٹری بنالیا، اور اس کا نام علم رکھا، لیکن بعد میں معزالدولہ نے اس کی ساری حکومت پر قبضہ کرکے اس کے گزارے کے لئے پانچ ہزار ماہانہ اور تھوڑی سی جاگیر مقرر کردی، صرف خطبہ میں خلیفہ کا نام لیا جاتا، یا بعض احکام وفرامین رسماً اس کے نام سے جاری ہوتے تھے، اور تختِ خلافت پر خلیفہ کے پہلو میں معزالدولہ بیٹھا کرتا تھا، ۳۳۴ھ میں معزالدولہ نے مستکفی کو تخت سے اتار کر قید کردیا، اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں، قید کی حالت میں مستکفی کی وفات ہوئی، کل مدتِ خلافت ایک سال چار ماہ ہے۔

(تاریخِ بغداد ج۱۰ ص ۱۰)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۵۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسن بن یعقوب بن حسن بن مقسم بغدادی عطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا

آپ کی ولادت ۲۶۵ھ میں ہوئی، ابومسلم کجی، محمد بن سلیمان باغندی، جعفر فریابی، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، موسیٰ بن اسحاق اور محمد بن یحییٰ مروزی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ رزقیہ اور ابوعلی بن شاذان رحمہما اللہ سمیت بہت سے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، علمِ معانی اور علمِ تفسیر میں آپ کی کئی تصانیف ہیں، آپ کی چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

الانوار فی علم القرآن، المدخل الی علم الشعراء، کتاب فی النحو، المصاحف، الوقف والابتداء، اختیارہ فی القراء ات.

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۰۷)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۶۸ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری اندلسی قرطبی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابنِ عبدالبر کے نام سے مشہور تھے، اور کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، ۳۹۰ھ میں آپ طلبِ علم کے لئے نکلے، اور بڑے بڑے اکابر سے کسبِ فیض کیا، آپ بڑے فقیہ، عابد اور تہجد کی پابندی کرنے والی شخصیت تھے، ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن سے سنن ابی داؤد، اسماعیل بن محمد صفار سے امام ابوداؤد کی ''ناسخ منسوخ'' ابوبکر نجاد سے ''مسند احمد'' ابنِ سفیان سے ''مؤطا'' ابوعمر احمد بن محمد بن احمد بن جسور سے ''المدونۃ'' روایت کرتے ہیں، اس کے علاوہ ابوالمطرف عبدالرحمٰن بن مروان قنازعی، احمد بن فتح بن رسان، ابوعمر احمد بن عبداللہ بن محمد بن باجی، ابوعمر احمد بن عبدالملک بن مکوی، احمد بن قاسم تاہرتی، عبداللہ بن محمد بن اسد جہنی، ابوحفص عمر بن حسین بن نابل اور محمد بن خلیفہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابومحمد بن حزم، ابوالعباس بن دلہاث دلائی، ابومحمد بن ابی قحافہ، ابوالحسن بن مفوز، حافظ ابوعلی غسانی، حافظ ابوعبداللہ حمیدی، ابوبحر سفیان بن العاص، محمد بن فتوح انصاری، ابوداؤد سلیمان بن ابی القاسم نجاح اور ابوعمران موسیٰ بن ابی تلید رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعلی غسانی فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں قاسم بن محمد اور احمد بن خالد جباب جیسی مہارت حدیث میں کسی کو حاصل نہ تھی، اور ابن عبدالبر برابر ان کے ساتھ رہتے، اور ان سے علوم حاصل کرتے

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۱۵۴، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۱۱۲۸)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۷۴ھ: میں حضرت ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد بن مظفر بن محمد بن داؤد بن احمد بن معاذ داوودی بوشنجی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ نے مسند عبد بن حمید اور مسند دارمی کی سماعت ابومحمد بن حمویہ سرخسی سے بوشنج مقام میں کی، ہرات میں عبدالرحمٰن بن ابی شریح، نیشاپور میں ابوعبداللہ حاکم، ابنِ یوسف، ابنِ محمش، بغداد میں ابن الصلت، ابنِ مہدی فارسی اور علی بن عمر تمار رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ ۳۹۳ھ میں بغداد تشریف لائے، اور طویل مدت تک بغداد میں قیام کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۲۲۳)

□...... ماہِ ربیع الاٰخر ۳۸۲ھ: میں حضرت ابوعمر محمد بن عباس بن محمد بن زکریا بن یحییٰ

بغدادی خزاز بن حیو یہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۲۹۵ھ میں ہوئی، ابوبکر محمد بن محمد باغندی، محمد بن خلف بن مرزبان، عبداللہ بن اسحاق مدائنی، ابوالقاسم بغوی، ابنِ ابی داؤد، عبید بن مؤمل، عبیداللہ بن عثمان عثمانی، بدر بن ہیثم، ابوحامد حضرمی اور محمد بن ہارون بن مجدر رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوبکر برقانی، ابوالفتح بن ابی الفوارس، احمد بن محمد عتیقی، ابومحمد خلال، علی بن محسن تنوخی اور ابومحمد جوہری رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۱۰)

□......ماہِ ربیع الآخر ۳۹۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن احمد بن محمد بن فرج بن لال ہمذانی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۰۸ھ میں ہوئی، آپ ابنِ لال کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں، قاسم بن ابی صالح، عبدالرحمٰن جلاب، عبداللہ بن احمد زعفرانی، اسماعیل صفار، علی بن فضل ستوری، ابوسعید بن اعرابی، ابونصر محمد بن حمد و یہ مروزی، حفص بن عمر اردبیلی اور عبداللہ بن عمر بن شوذب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: جعفر بن محمد ابہری، محمد بن عیسیٰ صوفی، حمید بن مامون، ابومسعود احمد بن محمد بجلی، احمد بن عیسیٰ بن عباد اور ابوالفرج عبدالحمید بن حسن رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۷۶)

پانچویں صدی ہجری کے واقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۰۳ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن خلف معافری قروی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حافظ حمزہ بن محمد کتانی، ابوزید مروزی، ابنِ مسرور دباغ اور دراس بن اسماعیل رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ علمِ اسماءِ الرجال، علمِ فقہ، علمِ اصول اور علمِ کلام میں بہت ماہر شمار کیئے جاتے تھے، اور ان علوم میں آپ کی کئی تصانیف ہیں، ان میں سے چند مشہور کتب یہ ہیں:

الممهد، احكام الديانات، المنقذ من شبه التاويل، المنبه للفطن، ملخص المؤطا،

المناسک، الاعتقادات.

آپ کی ولادت ۳۲۴ھ میں ہوئی، اور قیروان شہر میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۱۶۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۴)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۱۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن حسین بن عبداللہ بن صالح بن شعیب بن فنجویہ ثقفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ہارون عطار، ابوعلی بن حبش، ابوبکر بن سنی، ابوبکر قطیعی، عیسیٰ بن خامد رخجی، ابوالحسین احمد بن جعفر بن حمدان دینوری اور اسحاق بن محمد نعالی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، جعفر ابہری، عبدالرحمٰن بن مندہ، سعد بن حمد، ابوالفضل قومسانی، ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ، احمد بن محمد بن صاعد، علی بن احمد بن اخرم مؤذن، ابوصالح احمد بن عبدالملک مؤذن اور محمد بن یحییٰ کرمانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے شہر نیشاپور میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۸۴)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۲۴ھ: میں حضرت ابوطاہر حمزہ بن محمد بن طاہر بن یونس بن جعفر بن محمد بن صباح دقاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ عباسی خلیفہ مہدی کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کی ولادت ۳۶۶ھ میں ہوئی، محمد بن مظفر، ابوبکر بن شاذان، علی بن عمر سکری، ابوالحسن دارقطنی، ابوحفص بن شاہین اور حسن بن احمد بن سعید مالکی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، علی بن حسن بن جدا عکبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوطاہر کو فوت ہونے کے بعد خواب میں دیکھا، اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا، میں نے پوچھا کسی چیز کی وجہ سے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے فضل وکرم سے۔

(تاریخِ بغداد ج۸ ص ۱۸۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۳۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن فضل بن نظیف مصری فراء رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت صفر ۳۴۱ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوالفوارس احمد بن محمد بن سندی صابونی، عباس بن نصر رافقی، احمد بن حسن بن اسحاق بن عتبہ رازی، احمد بن محمد بن ابی الموت مکی، ابوبکر احمد بن ابراہیم بن عطیہ حداد، احمد بن محمود شمعی، عبداللہ بن جعفر بن ورداور محمد بن عمر بن مسرور حطاب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوجعفر احمد بن محمد کاکو، شیخ لوجیہ شحامی، ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی، ابوبکر بیہقی، ابوالقاسم قشیری، ابوالقاسم بن ابی العلاء مصیصی، اور قاضی ابوالحسن خلعی رحمہم اللہ، ۹۰ سال کے قریب عمر پائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۴۷۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۴۴ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن علی بن محمد بن علی بن احمد بن وھب تمیمی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۵۵ھ میں ہوئی، امام ابوبکر قطیعی رحمہ اللہ سے ان کی مسند، اوران کی کتاب الزہداور فضائل الصحابہ کی سماعت کی، ابومحمد بن ماسی، ابوسعید حرفی، ابوالحسن بن لؤلؤ وراق اور ابوبکر بن شاذان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، خطیب بغدادی، ابن خیرون، ابنِ ماکولا، حسین بن طیوری، علی بن بکر بن حید، علی بن عبدالوہاب ہاشمی، محمد بن مکی بن دوست، ابوطالب عبدالقادر بن محمد، ابوطاہر عبدالرحمٰن بن احمد یوسفی، ابوغالب عبیداللہ بن عبدالملک شہرزون، ابوالمعالی احمد بن محمد بن بخاری اور ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن محمد بن حصین رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۶۴۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۴۵۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن محمد بن طاہر بن یونس بن جعفر بن محمد بن صباح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۷۱ھ میں ہوئی، آپ مشہور شخصیت حمزہ بن محمد بن طاہر رحمہ اللہ کے بھائی تھے، عثمان بن محمد ادمی، ابوحفص بن شاہین، علی بن عمر سکری، ابوالحسن دارقطنی، محمد بن عبداللہ بن اخی میمی، ابوحفص کتانی اور ابوطاہر مخلص رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور بابِ حرب کے مقبرہ میں دفن ہوئے (تاریخِ بغداد ج۸ ص۱۱۰)

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

حمدِ باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پیر سید نصیر الدین نصیؔر صاحب گولڑہ شریف)

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں۔ اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا ہے تُو، سب کو دیتا ہے تُو۔ تیرے بندوں کا تیرے سِوا کون ہے

کون مقبول ہے، کون مَردُود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے
جب تُلیں گے عمل، سب کے میزان پر، تب کُھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

کون سنتا ہے فریادِ مظلُوم کی، کس کے ہاتھوں میں کُنجی ہے مَقسُوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزمِ عطا کون ہے

اولیا تیرے محتاج اے ربِّ کُل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رُسُل
اِن کی عزّت کا باعث ہے نسبت تری، اِن کی پہچان تیرے سِوا کون ہے

میرا مالک مری سُن رہا ہے فُغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زُباں
اب مِری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بَلا ہے، صبا کون ہے

ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی ہے، خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نُما، اُس اَحَد کے سِوا دُوسرا کون ہے

وہ حقائق ہوں اَشیا کے یا خشک وتَر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ماسِوا، ایک اُس ذاتِ بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماورٰی کون ہے

انبیا، اولیا، اہلِ بیتِ نبی، تابعین و صحابہ پہ جب آ بنی
گِر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے

اہلِ فکر و نظر جانتے ہیں تجھے، کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیؔر! اِس کو تُو فضلِ باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

(ماخوذ از ''فیضِ نسبت''، مجموعہ مُناقب پیر سید نصیر الدین نصیؔر صاحب گولڑہ شریف)